المرشد الامین

تصنیف :- امام غزالی

ترجمہ :- عبدالصمد صارم

مکتبہ معین الادب اُردو بازار ○ لاہور

۲۹۷۴۲
ع ۲۰ ل

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

66000 ~~۱۹۶۹۲~~ ~~66000~~

طبع اوّل ——— فروری ۱۹۷۵ء
مطبع ——— مدرت پریس لاہور
تعداد ——— ایک ہزار
کتابت ——— محمد امین بٹ اردو بازار لاہور
ڈیزائن گردپوش ——— عبدالسلیم (آرٹسٹ)
قیمت ——— [redacted]
قیمت قسم اعلیٰ ——— ۱۲ روپے

پبلشرز: مکتبۂ مُعینُ الادب، اردو بازار لاہور (پاکستان)

Marfat.com

فہرست

عنوان	صفحہ
دیباچہ	۷
پہلا باب	
علم اور تعلیم و تعلم کی فضیلت	۹
دوسرا باب	
اعتقادات	۲۳
تیسرا باب	
اسرارِ طہارت	۲۹
چوتھا باب	
آدابِ نماز، اسرار و ضروریات	۳۷
پانچواں باب	
زکوٰۃ و اسرارِ زکوٰۃ	۵۰
چھٹا باب	
روزہ و اسرارِ زکوٰۃ	۵۴
ساتواں باب	
حج اور اسرارِ حج	۵۷
آٹھواں باب	
تلاوت قرآن	۷۰
نواں باب	
دعائیں، اذکار	۷۳

Marfat.com

دسواں باب

اوراد و وظائف ۷۷

گیارھواں باب

کھانے پینے کے آداب ۷۹

بارھواں باب

آداب نکاح ۸۴

تیرھواں باب

آداب کسب معاش ۸۸

چودھواں باب

حلال وحرام ۹۱

پندرھواں باب

باہمی محبت ۹۷

سولھواں باب

گوشہ نشینی ۱۰۵

سترھواں باب

سفر اور اس کے آداب ۱۰۷

اٹھارھواں باب

سماع و وجد ۱۰۹

انیسواں باب

امر بالمعروف و نہی عن المنکر ۱۱۳

بیسواں باب

اخلاق نبویؐ ۱۱۸

اکیسواں باب

عجائبات قلب انسانی ۱۲۵

بائیسواں باب
ریاضت نفس ۱۳۹

تیئیسواں باب
شہوت طعام و جماع ۱۴۸

چوبیسواں باب
آفات زبان ۱۵۵

پچیسواں باب
غضب، کینہ، حسد ۱۶۴

چھبیسواں باب
مذمت دنیا ۱۶۹

ستائیسواں باب
حب مال و بخل ۱۷۳

اٹھائیسواں باب
مذمت جاہ و ریاکاری ۱۸۱

انتیسواں باب
تکبر و غرور اور خود پسندی ۱۹۱

تیسواں باب
مذمت تکبر ۱۹۳

اکتیسواں باب
توبہ ۲۰۰

بتیسواں باب
صبر و شکر ۲۰۵

تینتیسواں باب
امید و بیم ۲۰۹

Marfat.com

چونتیسواں باب
فقر و زہد — ٢١٧

پینتیسواں باب
توحید و توکل — ٢٢٤

چھتیسواں باب
محبت، شوق و رضا — ٢٣٣

سینتیسواں باب
نیت، اخلاص، صدق — ٢٤٥

اڑتیسواں باب
مراقبہ و محاسبہ — ٢٥٠

انتالیسواں باب
تفکر — ٢٥٣

چالیسواں باب
ذکر موت و مابعد الموت — ٢٥٥

خاتمۂ کتاب — ٢٧٧
وسعت رحمت الہی

Marfat.com

دیباچہ

الحمد للہ علیٰ جمیع نعمہ حتی علی توفیقہ لحمدہ والصلوٰۃ علی سید المرسلین محمد نبیہ و رسولہ وعبدہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وخلفائہ من بعدہٖ ووزرائہٖ فی عہدہٖ۔

امابعد مجھے ایک سفر میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنی تصنیف احیاء العلوم کی تلخیص کرلوں کیونکہ ضخامت کی وجہ سے اسے ساتھ رکھنا مشکل ہے، اللہ سے دعا ہے کہ مجھے توفیق عطا فرمائے، اس کے نبی پر درود و سلام ہو، یہ خلاصہ چالیس باب پر مشتمل ہے۔ واللہ الموفق للصواب۔

○

Marfat.com

Marfat.com

پہلا باب

علم اور تعلیم و تعلم کی فضیلت

فضیلتِ علم کے بارے میں بہت سی آیات ہیں جیسے

یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات	اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں اور علم والوں کو درجات عطا فرماتا ہے

حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے عام مسلمانوں پر علماء کو سات سو درجہ فوقیت ہے، ہر درجہ کے درمیان پانسو سال کی مسافت کے برابر فاصلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون	فرما دیجئے کیا عالم و جاہل برابر ہو سکتے ہیں۔

نیز فرماتے ہیں :-

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔	علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

فرماتے ہیں۔

وتلک الامثال نضربھا للناس ومایعقلھا الا العالمون	یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں جنھیں عالم ہی سمجھتے ہیں۔

رسول اللہ نے فرمایا ہے :-

العلماء ورثۃ الانبیاء	علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

Marfat.com

نیز فرمایا :۔

اچھا آدمی وُہ ذی علم مومن ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے اور اگر اُسے کسی سے غرض نہ ہو تو لوگوں سے مستغنی رہے۔

حدیثِ رسُول ہے :۔

"ایمان برہنہ ہے، اس کا لباس پرہیزگاری ہے، زینت حیا اور اس کا حاصل عمل ہے"

فرمانِ نبوی ہے :۔

"درجہ نبوت سے قریب تر علم والے اور جہاد کرنے والے ہیں" اہلِ علم اس لیے کہ وہ لوگوں کو پیغام رسالت پہنچاتے ہیں اور اہلِ جہاد اس لیے کہ رسول کے پیغام کی اپنی تلواروں سے حفاظت کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں :۔

"صاحب علم اللہ کی طرف سے زمین پر صاحب امانت ہے۔"

نیز فرمایا :۔

"روزِ حشر میں انبیاء پھر علماء اور پھر شہدا شفاعت کریں گے۔" حضرت فتح موصلی نے لوگوں سے دریافت کیا، "اگر کسی مریض کو کھانا پینا نہ دیا جائے اور دوا بھی بند کر دی جائے تو کیا وُہ مر نہ جائے گا ؟ لوگوں نے عرض کیا : کیوں نہیں، فرمایا : یہی حال دل کا ہے اگر تین دن اُسے علم وحکمت سے روک دیا جائے تو وہ مرجاتا ہے۔"

یہ بات کس قدر ہے سچی ہے کیونکہ دل کی غذا علم وحکمت ہے جیسے جسم کی غذا کھانا پینا جس نے علم کو کھو دیا اس کے دل کی موت لازمی ہے۔ اگرچہ اُسے اس بات کا احساس نہ ہو کیونکہ مشاغلِ دینوی کی وجہ سے انسان کو احساس نہیں ہوتا، جب مرجائے گا اور مشاغل دینوی کا حجاب اُٹھ جائے گا تو اسے احساس وغم ہوگا، حضور کے فرمان کا یہی مطلب ہے۔

الناس نیام فاذاماتوا انتبھوا — لوگ سو رہے ہیں جب مرجائیں گے تو بیدار ہوں گے۔

طلب علم

طلب علم کی فضیلت کے بارے میں بہت سی احادیث ہیں۔

"طالب علم کے لیے فرشتے اپنے بازو بچھاتے ہیں۔" سو رکعت "پڑھنے سے علم کا ایک باب پڑھنا بہتر ہے۔"

حضرت ابو درداء فرماتے ہیں، جو شخص طلب علم کو جہاد نہیں سمجھتا اس کی عقل ناقص ہے۔

فضیلتِ تعلیم

علم سکھانے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

واذاخذ اللہ میثاق الذین	جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے
اوتوا الکتاب لتبینہ للناس	یہ عہد لیا کہ وہ لوگوں کو پڑھائیں گے اور
ولا تکتمونہ ۔	اُسے چھپائیں گے نہیں۔

اس آیت کی تلاوت کر کے حضور نے فرمایا، جس کسی کو بھی اللہ نے علم عطا فرمایا ہے اُس سے یہ عہد لیا ہے کہ علم کو چھپائے گا نہیں۔" جب حضور نے معاذ بن جبل کو یمن کی طرف روانہ کیا تو فرمایا:۔ اگر اللہ صرف ایک شخص کو تمہارے ذریعہ ہدایت کر دے تو یہ تمہارے لیے دُنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔"

حضرت عمر نے فرمایا ہے:۔

" اگر کسی شخص نے کوئی حدیث روایت کی تو روایت کرنے والے کو عمل کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔"

معاذ بن جبل مرفوعاً روایت کرتے ہیں:۔

" علم حاصل کرو، اللہ کے لیے علم حاصل کرنا نیکی ہے، علم کی طلب عبادت ہے، علم سے مشغولیت، تسبیح ہے، بحث و مباحثہ جہاد ہے۔ علم سکھاؤ، صدقہ ہے، کسی اہلیت رکھنے والے کو تعلیم دینا قرب خداوندی کا ذریعہ ہے، علم تنہائی کا رفیق، اکیلے کا ساتھی، وسعت و نکبت میں رہنما، غم خوار دوست، بہترین ہم نشین اور جنت کی راہ کے لیے روشن ستارہ ہے، اللہ علم ہی کے ذریعہ قوموں کو سربلندی عطا فرماتا ہے، بھلائیوں میں رہبری کرتا ہے، لوگ اہل علم کی تقلید کرتے ہیں، ان کی پیروی کرتے ہیں، فرشتے اپنے پروں سے ان کے دامن کی گرد جھاڑتے ہیں، دنیا کی ہر چیز ان کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہے حتیٰ کہ دریا کی مچھلیاں، کیڑے، چوپائے، درندے اور آسمانوں کے ستارے بھی کیونکہ علم دلوں کی زندگی ہے اور اندھے پن اور تاریکی کے مقابلہ میں آنکھوں کی بینائی ہے، جسم کی توانائی ہے، بندہ علم کے ذریعہ ابرار و مقربین کے اعلیٰ درجات تک پہنچتا ہے، علم میں غور و خوض روزے کے برابر ہے اور اس کا شغل نمازوں کے مساوی ہے۔ علم ہی سے اللہ کی اطاعت و عبادت کی جاتی ہے اور اسی سے توحید اور زہد و ورع

Marfat.com

کے مقامات کھلتے ہیں۔ اسی سے اہلِ قرابت کا حق ادا کیا جاتا ہے، علم ایک پیش رو ہے اور عمل اس کا تابع، علم خوش قسمت ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ بدقسمت محروم رہتا ہے۔

عقلی اعتبار سے بھی علم کی فضیلت ثابت ہے کیونکہ اسی کے ذریعہ قربِ خداوندی حاصل ہوتا ہے۔ ابدی سعادت ولذت سرمدی ملتی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی، علم ایک ایسی نعمت ہے جس سے دنیا کی عزت اور عقبیٰ کی سعادت ملتی ہے۔

دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ عالم انسان تہذیب اخلاق سے سعادت ابدی کی زراعت کرتا ہے، نہ صرف اپنے لیے بلکہ دُوسروں کے لیے بھی، لوگوں کے اخلاق کو درُست کرتا ہے اور اپنے علم کے ذریعہ انھیں اللہ سے قریب لاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔

"اے نبی آپ انھیں رب کی راہ کی طرف حکمت و موعظت حسنہ سے بلائیے اور خوبی کے ساتھ بحث و مباحثہ کیجئے۔

عالم انسان، خواص کو حکمت سے، عوام کو نصیحت سے اور مخالفوں کو مجادلۂ حسنہ سے اللہ کی طرف بلاتا ہے۔ خود بھی نجات پاتا ہے اور دُوسروں کو بھی نجات دلاتا ہے۔ یہ ہے کمالِ انسانی۔

فرض عین و فرض کفایہ علم

حضور کا ارشاد ہے :۔

"علم کی طلب ہر مُسلمان مرد و زن پر فرض ہے۔"

ہر مسلمان بالغ پر اتنا تو واجب ہے کہ کلمۂ شہادت کو معنیٰ کے ساتھ پُوری طرح سمجھے مگر یہ واجب نہیں ہے کہ اس کے دلائل وغیرہ کو پُوری طرح جانے بلکہ صرف اتنا کافی ہے کہ بغیر شک وشبہ کے اعتقاد کامل رکھے خواہ تقلیدی طور پر ہی سہی۔

بدوؤں کے ساتھ رسُول اللہ کا یہی عمل تھا اس کے بعد ضروری ہے کہ احکامِ خداوندی کو جانے جیسے نماز کے احکام بالغ ہونے سے پہلے جان لے، اسی طرح روزے کے احکام اور اگر مال دار ہے تو زکوٰۃ کے احکام سیکھ لے۔ مطلب یہ کہ جن جن احکامات کا اس سے تعلق ہوتا جائے ان کا علم حاصل کرتا جائے۔ حج سے پہلے حج کے احکام، زکوٰۃ سے پہلے زکوٰۃ کے احکام

Marfat.com

اور جس چیز کی ادائیگی اس پر فرض و واجب نہیں اس کے احکامات جاننے کی ضرورت نہیں ۔ وقتاً فوقتاً اوامر ونواہی کا علم حاصل کرتا رہے ۔ اگر کبھی کسی اعتقاد میں شک عارض ہوجائے تو ضروری ہے کہ ازالۂ شک کے لیے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرے ۔ غور وفکر سے کام لے اور اتنا علم ضرور حاصل کرے جس سے اس کی نجات ہو سکے اور بلند مراتب حاصل کر سکے ۔ اتنا علم حاصل کرنا فرضِ عین ہے اور اس کے علاوہ سارے علوم فرضِ کفایہ ہیں ۔

اچھی طرح سمجھ لو

علوم سارے کے سارے ایک درجہ کے نہیں ہیں جن سے آخرت کا علم ہوتا ہے وہ اعلیٰ وارفع ہیں ۔ اسی لیے علوم شرعیہ دوسرے علوم سے افضل ہیں اور جو علوم حقائق شرعیہ کو واضح کرتے ہیں وہ ان علوم سے بلند تر ہیں جن سے ظاہری احکام کا علم ہوتا ہے جیسے ایک فقیہ اعمال کے ظاہر پر حکم لگاتا ہے مگر صوفیہ کے علوم یہ بتا دیتے ہیں کہ عبادت مقبول ہوئی یا مردود ۔ ہم آگے ان کا بیان کریں گے ۔

ائمۂ مذاہب علم فقہ و علم حقیقت دونوں کے ماہر تھے ان لوگوں کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علم وعمل دونوں کے اعتبار سے بہت بلند تھے ۔ یہ پانچ امام ہیں ۔

امام شافعی ، امام مالک ابوحنیفہ ، امام احمد بن حنبل اور امام سفیان ثوری ۔

ہر امام زہد وعبادت و علم حقیقت میں اسی طرح یگانہ تھا جیسے علوم فقہیہ میں ۔ انھوں نے سوائے رضائے الٰہی کے اور کچھ نہیں چاہا ۔ ان میں پانچ خصوصیتیں تھیں ۔

عبادت ، زہد ، حقیقت شرعیہ کا علم ، تفقہ اور خلوص نیت ۔

بعد میں آنے والے فقہاء نے ان پانچ خصوصیتوں میں سے ان کی ایک خصوصیت کی اتباع کی یعنی فقہی جزئیات کی نشر و اشاعت میں ان کی پیروی کیونکہ یہ خصوصیت دنیا و آخرت دونوں میں کارآمد تھی باقی چار تو صرف آخرت ہی میں کارآمد ہو سکتی ہیں ۔

میں ان بزرگوں کی باقی چار خصوصیتوں کا مختصراً ذکر کیے دیتا ہوں ۔

امام شافعی بڑے عبادت گزار تھے انھوں نے رات کو تین حصّوں میں تقسیم فرمایا تھا ۔ ایک حصّہ علم کے لیے ، ایک نفل نماز کے واسطے اور ایک آرام کے لیے ۔ ربیع بیان کرتے ہیں کہ رمضان میں امام شافعی نماز میں ساٹھ ختم قرآن کیا کرتے تھے اور ان کے ایک ساتھی بویطی ہر رات ایک ختم کرتے تھے ۔ حسین کرابیسی کہتے ہیں " مجھے امام شافعی کے ساتھ رات بسر کرنے کا بارہا اتفاق ہوا ، وہ تقریباً ایک تہائی رات نماز پڑھتے جن میں صرف پچاس یا زیادہ

سے زیادہ سو آیتیں پڑھتے۔ جب کوئی آیت رحمت آتی تو اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے طلب رحمت فرماتے اور آیت عذاب آتی تو اپنے اور سارے مومنوں کے لیے نجات کی دعا مانگتے" صرف پچاس آیتیں پڑھنا اس امر پر دلیل ہے کہ انھیں اسرار قرآن پر عبور تھا۔ فرماتے ہیں" میں نے سولہ سال سے کبھی شکم سیر کھانا نہیں کھایا کیونکہ اس سے جسم بھاری ہو جاتا ہے، سنگ دلی پیدا ہوتی ہے اور ذہانت کم ہو جاتی ہے، نیند زیادہ آتی ہے اور عبادت میں سستی پیدا ہو جاتی ہے۔"

فرماتے ہیں" میں نے کبھی سچی یا جھوٹی قسم نہیں کھائی۔" ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ سے کسی نے کوئی مسئلہ دریافت کیا تو آپ خاموش رہے۔ لوگوں نے پوچھا کیا آپ جواب دینا نہیں چاہتے؟ فرمایا" میں یہ سوچ رہا تھا کہ خاموشی بہتر ہے یا جواب۔" احمد بن یحیٰ کہتے ہیں" ہم ایک دن سوق قنادیل میں شافعی کے ساتھ گئے وہاں کوئی شخص کسی عالم کو برا بھلا کہہ رہا تھا آپ نے فرمایا جس طرح تم لوگ اپنی زبانوں کو بری باتوں سے محفوظ رکھتے ہو، کانوں کی بھی حفاظت کرو کیونکہ سننے والے بھی بولنے والے کے شریک ہوتے ہیں، یہ کمینے سب سے بری چیز اپنے پاس سے نکال کر تمھاری طرف پھینک رہے ہیں اگر بری باتیں واپس کی جا سکیں تو واپس کرنے والا اتنا ہی خوش قسمت ہوتا جتنا بولنے والا بد قسمت ہے۔"

فرماتے ہیں" ایک دانا نے ایک دانا کو لکھا تمھیں علم دیا گیا ہے اسے گناہوں کی سیاہی سے آلودہ نہ کرو ورنہ جس روز علم والے علم کی روشنی میں چل رہے ہوں گے تم سیاہی میں پڑے ہو گے۔"

آپ کا زہد و تقویٰ مشہور تھا۔ فرماتے ہیں:۔
" جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ مجھے دنیا اور خدا دونوں سے محبت ہے وہ جھوٹا ہے۔"
ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ گھوڑے پر سوار جا رہے تھے چابک ہاتھ سے چھوٹ گیا تو کسی نے اٹھا کر دے دیا آپ نے اسے پچاس دینار دیئے، آپ کی سخاوت کا بڑا شہرہ تھا۔
اللہ تعالیٰ سے وہ کس قدر ڈرتے تھے اس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے ایک دفعہ انھوں نے حضرت سفیان بن عیینہ کو حدیث روایت کرتے دیکھا تو آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ لوگوں نے کہا آپ انتقال فرما گئے، حضرت سفیان نے فرمایا" اگر ایسا ہی ہے تو آج اس دور کا سب سے بڑا عالم وفات پا گیا۔"

Marfat.com

ایک دفعہ یوم لا ینطقون والی آیت جو قیامت کے بارے میں ہے کہ لوگ اس کے ہول سے بول نہ سکیں گے تلاوت کی گئی تو آپ کا رنگ زرد پڑ گیا، جسم پر رعشہ طاری ہو گیا۔ بالآخر بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے تو یوں دعا فرمانے لگے۔

"اے خدا میں جھوٹوں کے مقام اور غافلوں کے اعراض سے پناہ مانگتا ہوں، تیرے حضور میں عارفوں کے دل جھکتے ہیں اور تیری ہیبت کے سامنے اہلِ شوق کی پیشانیاں ٹکتی ہیں اے خدا مجھے اپنی عطا سے حصہ دے، سایۂ رحمت میں جگہ دے، میری مدد فرما اور میری کوتاہیوں کو اپنے کرم سے معاف فرما دے۔" آپ قلب اور اسرار و احوال قلب سے کس قدر آگاہ تھے اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ کسی نے ریا کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا "یہ ایک فتنہ ہے جس نے علماء کے دلوں کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے، یہ لوگ نفسانی خواہشات کے تحت دیکھتے ہیں، اس طرح ریا سے ان کے اعمال سوخت ہو جاتے ہیں۔"

آپ کا قول ہے جب کبھی غرور و تکبر کی کیفیت کا احساس کرو تو فوراً خیال دوڑاؤ کہ تم کس کس کی رضا کے طالب ہو، کن کن نعمتوں کی تمنا رکھتے ہو، کون سے ایسے اعمال ہیں جن کی سزا سے بچنا چاہتے ہو، کون کون سی عافیتیں ہیں جن کے شکر گزار ہو اور کیا کیا مصیبتیں ہیں جن کی یاد تمھیں ستا رہی ہے۔

فقہ و مناظرہ سے آپ کا مقصود شہرت یا سامان عز و حاصل کرنا نہ تھا، فرماتے ہیں:۔

"میں یہ چاہتا ہوں کہ لوگ اس علم سے مستفید ہوں اور میری طرف اس سے کچھ بھی منسوب نہ کیا جائے۔"

آپ کا قول ہے "میں نے مناظرہ میں کبھی یہ نہیں چاہا کہ فریق مخالف غلطی کرے بلکہ ہمیشہ یہ تمنا رہی کہ وہ صحیح بات کہے اور عنایت خداوندی کا مستحق ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی زبان سے ورنہ میری زبان سے سچائی کا اظہار کرا دے۔"

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:۔

"میں ہر نماز کے بعد چالیس سال سے شافعی کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہوں۔"

حضرت امام مالک میں بھی مندرجہ بالا پانچوں خصوصیتیں بدرجۂ کمال موجود تھیں، ایک دفعہ ان سے کسی نے علم کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: "یہ حسن و جمیل ہے ہر دم تمھارے ساتھ ہے۔ تم بھی اس کا ساتھ نہ چھوڑو۔"

Marfat.com

شافعی فرماتے ہیں کہ مالک سے چالیس سوال کیے گئے جن میں سے بتیس کے بارے میں فرمایا مجھے معلوم نہیں، ایسا محتاط آدمی کہاں ملے گا۔ ان کا زہد و تقویٰ اور خوفِ خدا اس قدر مشہور و معروف ہے کہ حاجت بیان نہیں۔

یہ پانچوں خصوصیتیں امام اعظم میں کس حد تک تھیں اس کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے آپ آدھی رات عبادت کیا کرتے تھے، کسی کو کہتے سُنا کہ وہ آپ کے بارے میں کہہ رہا ہے یہ ساری رات عبادت کرتے ہیں لہٰذا اس دن سے آپ ساری رات عبادت کرنے لگے، فرمانے لگے مجھے شرم آتی ہے کہ لوگ میری طرف ایسی بات منسوب کریں جو مجھ میں نہ ہو۔

یہی حال احمد بن حنبل اور سفیان ثوری کا تھا ان کا زہد و تقویٰ اور خوفِ خدا محتاجِ بیان نہیں۔ ہماری اس کتاب میں کہیں ایسی روایتیں آئیں گی جن سے ان بزرگوں کے حالات پر روشنی پڑے گی۔

اس دور میں جو لوگ ان پانچوں کی پیروی کے دعویدار ہیں۔ انھیں دیکھو کہ وہ کس حد تک اپنے دعووں میں سچے ہیں۔

ہر علم قابلِ تعریف نہیں ہے

جادو، طلسم، نجوم اور فلسفہ وغیرہ قابلِ تعریف علوم نہیں ہیں، کیونکہ جادو سے مختلف قسم کے نقصانات پہنچتے ہیں، علم نجوم کی رسول اللہ نے ممانعت فرمائی ہے فرماتے ہیں، نجوم کا ذکر ہو تو خاموش رہو۔ ایسا آپ نے اس لیے فرمایا ہے کہ انسان معاملات کو ظاہری اسباب کی طرف منسوب کرتا ہے جو صرف واسطہ کا درجہ رکھتے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو لوگ مسبب الاسباب کو چھوڑ کر ستاروں کو کارساز سمجھ بیٹھیں۔

فلسفہ خلافِ شرع مسائل تک پہنچاتا ہے البتہ علمِ ریاضی سے انکار نہیں کیا جا سکتا لہٰذا بقدر ضرورت سیکھ لو زیادہ کی طرف التفات نہ کرو اسی طرح علومِ طبعیہ میں سے طب، ہیئت میں سے منازل و دلائل قبلہ کی معرفت کافی ہے۔

آداب معلم و متعلم

طالبِ علم کے آداب و فرائض بہت سے ہیں جنھیں ہم سات کلیات میں بیان کرتے ہیں۔

١۔ بُرے اخلاق و عادات کا ترک، رسول کریم نے فرمایا ہے۔

"دین کی بنیاد پاکیزگی پر ہے"۔

اس سے صرف کپڑوں ہی کی صفائی مراد نہیں ہے دل کی صفائی بھی مقصود ہے قرآن شریف

میں ہے۔

انما المشرکون نجس۔ مشرک نجس ہیں۔

اس آیت سے واضح ہے کہ نجاست صرف کپڑوں ہی میں نہیں ہوتی۔ جب تک کہ کسی شخص کا باطن پاک نہ ہو وہ ایسا علم قبول نہیں کر سکے گا جو دین میں نفع بخشے، ایسا شخص علم کی روشنی سے فائدہ نہیں حاصل کر سکتا۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود فرماتے ہیں:۔

"علم، کثرت روایت کا نام نہیں، وہ تو ایک نور ہے جو دل کو روشن کرتا ہے۔"

بعض محققین کا قول ہے:۔

"ہم نے اللہ کو چھوڑ کر علم حاصل کیا تھا مگر علم نے خدا کے علاوہ کسی دوسرے سے رشتہ جوڑنے سے انکار کر دیا۔" مطلب یہ کہ علم تو ہمیں نہیں ملا البتہ الفاظ و عبارت مل گئی حقیقت تک رسائی نہیں ہو سکی۔

۲۔ تعلقات کو مختصر رکھے، وطن سے دور رہے تاکہ حصول علم کے لیے فرصت مل سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی کے سینے میں دو دل نہیں رکھے۔ کہتے ہیں۔ "علم اس وقت تک اپنا جزو نہیں دیتا جب تک کہ تم اُسے اپنا کل نہ دے دو۔"

۳۔ تحصیل علم کے لیے تکبر کو راہ نہ دے اپنے استاد کے ساتھ حاکمانہ انداز اختیار نہ کرے بلکہ جس طرح مریض خود کو طبیب کے حوالے کر دیتا ہے اس طرح اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دے استاد سے کسی خاص علم کی تحصیل کے لیے تحکمانہ لہجہ اختیار نہ کرے بلکہ اس کی خدمت میں لگا رہے۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ زید بن ثابت نماز جنازہ پڑھانے کے بعد روانہ ہونے لگے تو ان کے لیے سواری لائی گئی، ابن عباس نے بڑھ کر رکاب تھام لیا تو حضرت زید نے فرمایا آپ رسول خدا کے بھائی ہیں ایسا نہ کریں، انھوں نے فرمایا ہمیں علماء اور بزرگوں کے ساتھ ایسا ہی کرنا چاہیئے، زید نے حضرت ابن عباس کا ہاتھ چوم لیا اور کہا "ہمیں بھی اہل بیت کے ساتھ ایسا برتاؤ کا حکم دیا گیا ہے۔"

رسول اللہ نے فرمایا ہے "بندہ مومن کے اخلاق میں خوشامد کو راہ نہیں البتہ طلب علم کے لیے جائز ہے۔"

۴۔ علماء کے اختلافات کی طرف التفات نہ کرے کیونکہ دماغ پریشان ہو جاتا ہے ابتدائے کار

Marfat.com

ہیں تو تعطل اور بے توجہی پیدا ہو جاتی ہے۔ مبتدی کے لیے منتہی کی اقتدا مفید نہیں اسی لیے بعض علماء نے کہا ہے، جس نے ہم سے ابتدائی دور میں ملاقات کی وہ ہمارا دوست بن گیا اور جس نے ہم سے ابتدائی دور میں ملاقات کی وہ ہمارا دوست بن گیا اور جس نے انتہائی دور میں ملاقات کی وہ گم راہ ہو گیا۔ وجہ یہ ہے کہ انتہائی عمر میں انسان کے اعضاء سست پڑ جاتے ہیں لہذا بزرگوں نے فرائض کی ادائیگی پر کفایت کی اور نوافل کی جگہ سیر روحانی نے لے لی لہذا انھیں حضورِ قلب حاصل ہو گیا، عام لوگ سمجھے کہ وہ تعطل میں پڑ گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

وترى الجبال تحسبها جامدة وهي تمر مر السحاب

تم پہاڑوں کو خیال کرو گے کہ وہ اپنی جگہ جمے ہوئے ہیں حالانکہ وہ بادلوں کی طرح رواں دواں ہیں۔

۵- علوم محمودہ کے ہر فن پر غور کرے تاکہ ان کا صحیح مقصد معلوم ہو جائے پھر اگر عمر وفا کرے تو ان سب کی تحصیل کرے ورنہ اہم فنون کو لے لے، سارے فنون سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد ہی اہم کا انتخاب ہو سکتا ہے۔

۶- ساری توجہ اہم علوم کی طرف رکھے، سب سے زیادہ اہم علم آخرت کا علم ہے۔ میری مراد معاملہ و مکاشفہ سے ہے، معاملہ سے اور مکاشفہ سے معرفت حاصل ہوتی ہے جو ایک نورانی شعاع ہے ذکی القلب انسان کے دل پر عبادت و مجاہدہ کے بعد اللہ کی طرف سے پڑتی ہے اور حضرت صدیق اکبر کے ایمان پر مشتمل ہوتی ہے، ایمان صدیقی کے بارے میں حدیث میں آتا ہے۔

"اگر تمام دنیا کا ایمان ایک پلے میں اور ابو بکر کا دوسرے میں رکھا جائے تو ابو بکر کے ایمان کا پلہ جھکا رہے گا، یہ ایک راز کی وجہ سے ہے جو حضرت ابو بکر کے سینے میں جاگزیں ہے۔ ایمان کا یہ مقام منطقی و عقلی دلائل سے نصیب نہیں ہوتا، لوگ صوفیہ سے ایسی باتیں سنتے ہیں تو اسے بکواس سے تعبیر کرتے ہیں حیرت ہے کہ اس قسم کی احادیث کے ہوتے ہوئے لوگ کیا کیا کہتے ہیں، یہ اپنا ایمانی سرمایہ برباد کرتے ہیں ان سے بچو۔

اس راز کے دریافت کی سعی کرو جو فقہا، و متکلمین کی پہنچ سے بالا ہے سچی طلب تمہاری رسائی کر سکتی ہے۔ اچھی طرح جان لو کہ بہترین علم وہ ہے جس کا مقصد معرفت الٰہی ہو یہ ایک

بھرنا بیکنار ہے اس کا بڑے سے بڑا مقام انبیا، اولیا کے لیے ہے اور پھر ان لوگوں کے لیے جو اس مقام سے قریب ہوں۔

کہتے ہیں دو عبادت گزار حکما کے ہاتھوں میں یہ رقعہ تھا "اگر تم نے سب کچھ جان لیا ہے تب بھی یہ خیال نہ کرو کہ تم سب کچھ جان گئے ہو جب تک کہ تم اللہ تعالیٰ کو نہ پہچان لو اور یہ نہ جان لو کہ وہی مسبب الاسباب اور وہی موجد اشیاء ہے۔"

دوسرے عابد کے ہاتھ میں جو رقعہ تھا اس میں لکھا تھا "مجھے معرفت خداوندی سے پہلے پیاس لگتی تھی اور میں پیا کرتا تھا۔ جب عرفان حاصل ہوگیا تو بغیر پیے سیراب ہوگیا۔"

۷۔ تحصیل علم کا یہ مقصد ہونا چاہیئے کہ خدا تک رسائی ہو، باطن کو اس طرح آراستہ کرے کہ ملائے اعلیٰ میں جگہ ملے۔ دنیوی جاہ و مال کے لیے طلب علم نہ کرنی چاہیئے۔

اُستاد کے فرائض

مرشد معلم کو اس قول کا مصداق ہونا چاہیئے "جس نے تحصیل علم کی اور عمل کیا عالم ملکوت میں صاحب عظمت کا لقب پایا۔"

اُستاد کو سوئی کی طرح نہ ہونا چاہیئے کہ دوسروں کی تن پوشی کرتی ہے اور خود ننگی رہتی ہے یا چراغ کی بتی کی طرح نہ ہو کہ خود تو جلتی ہے مگر روشنی دوسروں کو مہیا کرتی ہے۔

صرت کانی ذبالۃ نصبت   تضیئ للناس وھی تحترق

میں بتی کی طرح سے ہوگیا ہوں   کہ لوگوں کو روشنی دیتی ہے اور خود جلتی ہے۔

جو شخص معلمی کا پیشہ اختیار کرتا ہے وہ ایک بڑی بھاری ذمہ داری لیتا ہے اُسے چاہیئے کہ اس منصب کے فرائض و آداب کی پابندی کرے۔

پہلا فرض

طالب علموں کو اپنی اولاد کی طرح سمجھے۔ شفقت کا برتاؤ کرے رسول اللہ نے فرمایا ہے:

"میں تمہارے لیے باپ کی طرح ہوں۔" اُستاد حقیقی باپ ہے کیونکہ باپ فانی زندگی کا سبب ہے اور استاد حیات باقی کا، یہی وجہ ہے کہ اُستاد کا حق ماں باپ کے حق سے زیادہ ہے۔ دُنیا کے واسطے تعلیم دینا طالب علموں کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اگر تعلیم اللہ کے لیے ہوگی تو ضروری ہے کہ طالب علموں میں محبت و رفاقت کا جذبہ پیدا ہو کیونکہ علماء

Marfat.com

اور آخرت کے متلاشی راہِ خدا کے مسافر ہیں، سال و ماہ اس راہ کی منزلیں ہیں۔

جب دو مسافر ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے ہیں تو ان میں رفاقت و محبت پیدا ہو جاتی ہے تو جو لوگ اللہ اور جنت الفردوس کی طرف سفر کرنے والے ہوں گے ان میں کیسے محبت پیدا نہ ہو گی۔ وہ جنت جہاں عدم گنجائش کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ طالب علموں میں مخالفت و منافست کا جذبہ نہ ہونا چاہیئے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

انما المومنون اخوۃ — مومن بھائی بھائی ہیں

دُوسرا فرض

رسُول اللہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لا نرید منکم جزاء ولا شکورا۔ — ہم تم سے اس تعلیم پر نہ شکریہ چاہتے ہیں نہ صلہ۔

اُستاد کو چاہیئے کہ تعلیم کی کوئی اجرت نہ لے کیونکہ اگر استاد کا طالب علموں پر یہ احسان ہے کہ انہیں علم و ایمان کی تعلیم دی تو طالب علموں کا بھی معلم پر یہ احسان ہے کہ ان کی وجہ سے اُستاد کو قربِ الٰہی میسر آیا اور اس سے ایک بڑی نیکی کا عمل صادر ہوا۔

تیسرا فرض

نصیحت کا کوئی حصہ زمانۂ مابعد کے لیے اٹھا نہ رکھے جیسے کسی مرتبہ سے طالب علموں کو قبل از استحقاق روکنا یا علم جلی میں کمال سے پہلے علم خفی میں غور و خوض سے باز رکھنا۔

چوتھا فرض

طالب علموں کو بُری باتوں سے صراحتہً نہیں اشارۃً روکے کیونکہ صراحت سے نصیحت کرنے سے شرم زائل ہو جاتی ہے۔ استاد کو چاہیئے کہ خود اپنے اعمال کو درست رکھے پھر طالب علموں کو اس طرف دعوت دے ورنہ نصیحت بیکار جائے گی۔ اعمال کی پیروی اقوال کی اقتدار سے زیادہ باثر ہوتی ہے۔

آفاتِ علم، علماءِ آخرت، علماءِ سوٗ

رسُولِ کریم نے فرمایا ہے "قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس عالم پر ہو گا جس کے علم سے خود اسے فائدہ پہنچا ہو۔"

نیز فرمایا:۔

"جس شخص کا علم زیادہ ہوا اور راست روی زیادہ نہ ہوئی اُسے اللہ سے دُوری زیادہ ہوتی جائے گی۔"

Marfat.com

اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ تفکر و تدبر کی وجہ سے صاحب علم ایک پر خطر مقام پر کھڑا ہوتا ہے اس کے لیے صرف دو ہی صورتیں ہوتی ہیں یا سعادت ابدی یا ہلاکت دائمی۔

خلیل بن احمد فرماتے ہیں۔ لوگ چار طرح کے ہوتے ہیں۔

۱۔ جو شخص کچھ علم رکھتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ عالم ہے، یہ درحقیقت عالم ہے اس کا اتباع کرو۔

۲۔ جو شخص کچھ علم رکھتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ وہ جانتا ہے وہ محو خواب ہے۔ اسے جگاؤ۔

۳۔ جو شخص کچھ نہیں جانتا اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ نہیں جانتا یہ طالب ہدایت ہے اسے علم سکھاؤ۔

۴۔ جو شخص کچھ نہیں جانتا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ نہیں جانتا وہ جاہل ہے اس سے پرہیز لازم ہے۔

حضرت سفیان ثوری کا قول ہے:۔

"علم، عمل کو دستک دیتا ہے اگر عمل نے جواب دیا تو فبہا ورنہ علم رخصت ہو جاتا ہے۔"

اللہ تعالے فرماتے ہیں:۔

واقل علیھم نبأ الذی آتینا آیاتنا فانسلخ منھا۔	سنا دو انھیں اس شخص کا حال جسے ہم نے اپنی آیات و نشانیاں دیں پھر وہ ان سے دور جا پڑا۔

علمائے آخرت وہ ہیں جو آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی کمائی کے پیچھے نہیں پڑتے اور آخرت کے مقابلہ میں دنیا نہیں خریدتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ آخرت قیمتی ہے اور دنیا بے قیمت۔

جس شخص نے دنیا و آخرت کے تضاد کو نہ پہچانا وہ عالم نہیں ہو سکتا اور جس نے اس حقیقت سے انکار کیا اس نے ایک ایسی سچائی سے انکار کیا جس پر قرآن، حدیث، آسمانی صحیفے اور تمام انبیاء کے اقوال شاہد ہیں۔ اور جس نے یہ بات جانتے ہوئے عمل نہ کیا وہ شیطان کے ہاتھوں اسیر ہے۔ اسے خواہشات نفس نے ہلاک کر دیا ہے اور بدقسمتی اس پر غالب ہے جو کوئی ایسے عالم کا اقتدار کرے گا ہلاک ہوگا، اول تو وہ عالم کہلانے کا مستحق ہی نہیں۔

Marfat.com

حضرت داؤد علیہ السلام کی مناجات میں ہے :۔

"کیا تمھیں معلوم ہے کہ جب کسی عالم پر ہماری محبت کے مقابلہ میں خواہش نفس غالب آجاتی ہے تو ہم اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں۔ اے داؤد ! ہم اسے اپنی ہم کلامی سے محروم کر دیتے ہیں۔ اے داؤد ! ہم سے کسی ایسے عالم کے لیے کبھی سوال نہ کرنا جیسے دُنیا کے نشہ سے سرشار کر رکھا ہو، وہ تجھے ہماری محبت سے روک دے گا، ایسے لوگ ہمارے بندوں کے رہزن ہیں۔ اے داؤد ! جب تم کسی کو علم کی طلب میں مشغول دیکھو تو اس کے خادم بن جاؤ، جو کوئی دوڑ کر میری طرف آتا ہے میں اسے شہیدوں میں لکھ دیتا ہوں اور اُسے ہرگز جہنم کا عذاب نہیں دیتا۔"

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں۔" علماء کی سزا دل کی موت ہے اور دل کی موت، آخرت کے اعمال کے ذریعہ دُنیا کی طلب کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔"

حضرت عمر فرماتے ہیں :۔

"جب کسی عالم کو محبت دُنیا میں مبتلا دیکھو تو اپنے دین کے بارے میں اُسے وہمی ہی سمجھو کیونکہ ہر شخص اسی بات پر غور کرتا ہے جس سے اسے محبت ہوتی ہے۔"

یحییٰ بن معاذ رازی علمائے دُنیا کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"اے علم والو ! تمھارے محل قیصری ہیں، تمھارے مکان کسروی، تمھارے دروازے ظاہری، تمھارے جوتے جالوتی، تمھاری سواریاں قارونی، تمھارے برتن فرعونی، تمھارے تعویذ جاہلی اور تمھارے مذہب شیطانی ہیں۔ کہاں تم، کہاں شریعتِ محمدیہ۔

وراعی الشاۃ یحمی الذئب عنھا	فکیف اذا الرعاۃ لھا ذئاب
چرواہے بکریوں کو بھیڑیوں سے بچاتے ہیں۔	اگر چرواہے بھیڑیئے بن جائیں تو کیا ہو گا
یا معشر القراء یاملح البلد	مایصلح الملح اذا الملح فسد
اے علماء ! اے نمکِ عالم	اگر نمک خراب ہو جائے تو نمک کی کون اصلاح کرے گا۔

عقل و شرفِ عقل

عقل، منبع علم ہے، اس کے شرف پر یہ حدیث دلیل ہے :۔

"اللہ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا اور کہا سامنے آ تو وہ سامنے آئی پھر کہا واپس جا تو وہ واپس ہو گئی، فرمایا مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ! میں نے مجھ سے

۱۹۷۷۵ 66000

بہتر کوئی چیز پیدا نہیں کی، میں تیرے ہی ذریعہ لوں گا اور دوں گا۔ تیرے ہی واسطے سے جزا و سزا دوں گا۔"

رسول کریم نے فرمایا ہے :۔

"میں نے جبریل سے پوچھا، سیادت کی بنیاد کیا ہے؟

کہا عقل۔"

عقل کی حقیقت پوشیدہ ہے۔ اس کے وسیلہ سے نظریات کا علم ہوتا ہے وہ نور باطن ہے اور اک کی استعداد مہیا کرتا ہے اور مختلف طبیعتوں میں مختلف درجہ پر ہوتا ہے۔

○

دُوسرا باب

عقائد

عقیدۂ اہلِ سُنت پہلا حکم

اہل سُنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں بے مثیل و نظیر ہے، طاق ہے اس کا جفت نہیں، یکتا ہے کوئی شریک نہیں، قدیم ہے اس کی کوئی انتہا نہیں، ہمیشہ سے ہے اس کا آخر نہیں، ہمیشہ رہے گا۔ اس کا کوئی اختتام نہیں۔ قیوم ہے اس کا کوئی اختتام نہیں، دائم ہے اس کا کوئی اور چھور نہیں، ہمیشہ صفات جلال سے متصف رہے گا۔ نہ ختم ہوگا نہ انتہا ہوگی، نہ اختتام کی گھڑی آئے گی، وہی اول، وہی آخر، وہی ظاہر وہی باطن۔

تنزیہ

وہ جسم نہیں کہ اس کی کوئی صورت ہو، جوہر نہیں کہ حد و مقدار ہو، نہ وہ پیمائش و انقسام کو قبول کرتا ہے۔ نہ جوہر ہے نہ جوہر اس میں حلول کرتے ہیں نہ عرض ہے نہ عرض اس میں حلول کر سکتے ہیں، وہ کسی موجود کی طرح نہیں اور نہ کوئی چیز اس کی طرح ہے، پیمائشی حدود اسے گھیر نہیں سکتے نہ اطراف و جہات اُسے محیط ہو سکتے ہیں، نہ زمین و آسمان کی وسعتیں اُسے اپنے اندر سما سکتی ہیں، وہ عرش پر اس طرح متمکن ہے جیسے اُس نے کہا۔

Marfat.com

اور جو کچھ اس نے مراد لیا، تماس، استقرار، تمکن، حلول اور انتقال کے ہر مفہوم سے بالا ہے عرش اُسے اٹھائے ہُوئے نہیں ہے بلکہ عرش اور حاملین عرش اس کی قدرت سے قائم ہیں اور اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں، وہ عرش کیا ہر چیز کے اُوپر ہے۔ نہ وہ عرش و فلک سے قریب تر ہے نہ زمین و تحت الثریٰ سے بعید تر ہے بلکہ عرش سے بلند و بالا ہے جس طرح کہ ثریٰ سے بلند ہے، اس کے باوجود ہر موجود سے قریب ہے، ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے ہر چیز پر حاضر و ناظر ہے۔ اس کی قربت جسموں کی قربت کے مشابہ نہیں ہے جیسے اس کی ذات اجسام کی ذات کے مشابہ نہیں ہے۔ وہ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا نہ کوئی شئے اس میں حلول کرتی ہے۔ زمان و مکان سے برتر ہے زمان و مکان اس کی حد بندی نہیں کر سکتے کیوں کہ وُہ زمان و مکان کے پیدا کرنے سے پہلے موجود تھا، جیسا پہلے تھا ویسا ہی اب بھی ہے اور ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ مخلوق جیسی صفات اس میں نہیں ہیں۔ اس کی ذات میں اس کے سوا کوئی نہیں نہ اس کی ذات کسی ماسوا میں ہے۔ عوارضات، تغیرات اور انتقالات سے پاک ہے حوادث و عوارض اس پر طاری نہیں ہوتے ہمیشہ سے موصوف بہ صفت جلال ہے۔ زوال سے منزہ ہے، اپنی صفاتِ کمالیہ میں کسی تکمیل کا محتاج نہیں۔ عقل کے ذریعہ ہم نے اس کی ذات کو پہچانا اور آخرت میں اس کے دیدار سے مشرف ہوں گے یہ اولیاء کے لیے اس کی عنایت ہوگی تا کہ اس کے دیدار سے تکمیلِ لذت و نعمت ہو۔

حیات و قدرت

وہ حیّ و قادر، جبّار و قاہر ہے، کمی، عجز، نیند اور غفلت سے پاک ہے، اسے فنا اور موت نہیں ہے، اُسے ملکیت اور مالکانہ اقتدار حاصل ہے، خالق و آمر ہے، سارے آسمان اس کے دستِ قدرت میں ہیں، خلق و اختراع میں یکتا ہے، ایجاد و ابداع میں یگانہ ہے اس نے مخلوقات اور اعمال کو پیدا کیا ان کی روزی مقرر کی، موت کا وقت معین کیا، اس کی قدرت کا شمار نہیں اور معلومات کا حد و حساب نہیں۔

علم

زمین کی پستی اور آسمان کی بلندی پر جو کچھ ہے سب پر اس کا علم احاطہ کیے ہُوئے ہے، ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔ تاریک رات میں سیاہ چٹان پر کالی چیونٹی کی چال تک کا علم رکھتا ہے ذرہ ذرہ کی حرکت سے واقف ہے اور پوشیدہ سے پوشیدہ بات بھی جانتا ہے، دلوں کے حال، خطراتِ قلب اور پوشیدہ اسرار سے آشنا ہے، اس

Marfat.com

کا علم قدیم و ازلی ہے جو ہمیشہ سے حاصل ہے، بطور حدوث و حلول و انتقال حاصل نہیں ہُوا۔

ارادہ وہ صاحب ارادہ و تدبیر ہے، اس کی ملکیت تامہ میں کوئی قلیل و کثیر، صغیر و کبیر، شر و خیر، ضرر و نفع، کفر و ایمان، انکار و عرفان، فوز و خسران، زیادتی و نقصان، طاعت و عصیان ایسا نہیں ہو سکتا جو اس کے ارادے، اس کی قضا، اس کی حکمت و قدرت اور اس کی مشیت سے باہر ہو۔ اس کی مشیت کے بغیر پلک نہیں جھپک سکتی اور نہ دل دھڑک سکتا ہے، جو کچھ وہ چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ پہلے بھی اُسی نے پیدا کیا اور دوبارہ بھی وہی پیدا کرے گا جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اس کے حکم کو روک نہیں سکتا نہ اس کے فیصلے کو ملتوی کر سکتا ہے، کسی کو اس کی نافرمانی کی مجال نہیں اور نہ اطاعت کا یارا، جب تک کہ اس کی مشیت و توفیق شامل حال نہ ہو۔ اگر سارے جن و انس، ملائکہ و شیاطین متحد ہو کر یہ چاہیں کہ ایک ذرہ کو حرکت دے دیں تو بغیر اس کی مشیت کے حرکت نہیں دے سکتے۔ اس کا ارادہ ہمیشہ سے اس کے صفات کی طرح اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ ازل سے صاحب ارادہ ہے، جس چیز کے لیے اُس نے جو ارادہ کر لیا ہے وہ اپنے مقرر وقت پر ہوتی رہتی ہے اور ارادے میں تسلسل بغیر تقدم و تاخر کے باقی رہتا ہے۔ اس نے سارے کاموں کی تدبیر کر رکھی ہے اور بغیر ترتیب افکار و ترتیب زمان کے کر رکھی ہے لہٰذا اُسے ایک کام دُوسرے کام سے غافل نہیں کرتا۔

سمع و بصر وہ سمیع و بصیر ہے سُنتا اور دیکھتا ہے ہلکی سے ہلکی آواز اور باریک سے باریک چیز کو سُن لیتا اور دیکھ لیتا ہے دُوری و نزدیکی کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا بغیر آنکھوں اور پلکوں کے دیکھتا ہے اور بغیر کانوں اور پردوں کے سُنتا ہے بغیر قلب کے علم رکھتا ہے، بغیر ہاتھ کے پکڑتا اور بغیر آلات کے بناتا ہے، اس کی صفات مخلوق کی سی صفات نہیں ہیں جیسے اس کی ذات مخلوق جیسی ذات نہیں ہے۔

کلام وہ متکلم، آمر، مانع اور وعدہ و وعید کرنے والا ہے، اس کا کلام ازلی و قدیم ہے جو اس کی ذات میں ہے، اس کا کلام مخلوق کا سا کلام نہیں، اس کی آواز ایسی نہیں جو ہوا اور اجسام کے ٹکراؤ سے پیدا ہوتی ہے، اس کے تکلّم میں حروف نہیں ہیں جو لبوں کے ملنے اور زبان کی حرکت سے پیدا ہوتے ہیں۔

قرآن، تورات، انجیل و زبور، اللہ کا کلام ہیں یہ وہ کتابیں ہیں جو اس نے اپنے رسُولوں پر اتاریں۔ قرآن زبانوں سے پڑھا جاتا ہے، اوراق پر لکھا جاتا ہے، دلوں میں محفوظ رہتا ہے پھر بھی

Marfat.com

قدیم ہے اور ذات خداوندی میں قائم ہے قابلِ افتراق وانفصال نہیں ہے۔ اگرچہ قلوب واوراق میں منتقل ہوگیا ہے۔

حضرت موسیٰ نے بغیر آواز وحروف کے اللہ کا کلام سُنا جیسے اولیاء اللہ بغیر جوہر وعرض کے ذاتِ خداوندی کو دیکھ لیتے ہیں، معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کی بعض صفات یہ ہیں:

حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر اور کلام لہٰذا وُہ ان صفات کی وجہ سے حی، عالم، قادر، مرید، سمیع، بصیر اور متکلم ہے، مجرد ذات نہیں ہے۔

افعال اس کے سوا کوئی موجود نہیں ہے، اس کے افعال نت نئے ہیں، پُورے کمال وعدل ونظم کے ساتھ نظام عالم کو چلا رہا ہے۔ اس کے افعال حکیمانہ اور عادلانہ ہیں۔ اس کے عدل کو بندوں کے عدل پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ سب کچھ اس کی ملکیت ہے البتہ بندہ دوسروں کی ملکیت میں تصرف کرتا ہے لہٰذا ظلم ہو جاتا ہے۔ اسی نے بغیر کسی ساجھی کے سارے عالم کو وجود بخشا۔ جن وانس، ملائکہ وشیاطین، آسمان وزمین، حیوانات ونباتات، جمادات، جوہر وعرض، مدرک ومحسوس ہر ایک کو اُسی نے نیست وہست کیا، ازل میں صرف وہی موجود تھا اور کوئی نہ تھا، اس کے بعد اپنے ارادے کی تکمیل اور اظہارِ قدرت کے لیے پردۂ عدم سے سب کچھ پیدا کیا۔ ایسا اس نے کسی ضرورت کی بنا پر نہیں کیا کیونکہ وہ ضرورت واحتیاج سے بالا ہے، وہ خلق واختراع کرتا ہے مگر ایسا کرنا اس کے لیے ضروری نہیں ہے۔ انعام واکرام کرتا ہے مگر اس پر ایسا کرنا اس کے لیے ضروری نہیں ہے۔ انعام واکرام کرتا ہے مگر اس پر ایسا کرنا واجب نہیں ہے اگر وہ ساری مخلوق پر عذاب نازل کر دے تب بھی عدل ہی ہوگا ظلم نہ ہوگا، وہ ہماری بندگی پر اپنے کرم سے ثواب عطا فرماتا ہے، یہ اس پر لازم نہیں ہے۔ اپنے بندوں پر اس نے پیغمبروں کے ذریعہ جو طاعت لازم کی ہے وہ ان پر واجب ہے چاہے کسی کی عقل میں نہ آئے، اس نے پیغمبروں کو بھیجا اور ان کے معجزات کو صداقت کی نشانی ٹھیرایا، پیغمبروں نے اس کے اوامر ونواہی اور وعدہ ووعید کو مخلوق تک پہنچا دیا، مخلوق پر ان کی تصدیق لازم ہے۔

پہلے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے یہ معنیٰ ہیں۔

دُوسرا کلمہ دُوسرے کلمہ یعنی رسالتِ محمدی کے اقرار کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے امی نبی، ہادئ برحق قریشی وہاشمی کو اپنی رسالت دے کر سارے عرب وعجم اور جن وانس کے لیے بھیجا، ان کی شریعت سے ساری پچھلی شریعتوں کو

کو منسوخ کر دیا اور جن احکامات کو باقی رکھنا تھا باقی رکھا ۔ اللہ نے آپ کو سیدالبشر اور افضل الانبیاءؑ قرار دیا ہے اور حکم دے دیا ہے کہ جب تک لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ رسالت محمدی کا اقرار نہ کیا جائے گا ایمان کامل نہ ہو سکے گا ۔ مخلوق پر لازم کر دیا ہے کہ آپ دنیا و آخرت کے بارے میں جو کچھ بتائیں اس کی تصدیق کرے ۔

کسی انسان کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ رسول اللہ کی دی ہوئی خبر مابعد الموت پر ایمان نہ لائے ان میں سب سے پہلے نکیرین کا سوال ہے ۔

منکر و نکیر دو ہیبت ناک فرشتے ہیں ، وہ قبر میں روح و جسم کے ساتھ ہر مردے کو سیدھی طرح بٹھا کر توحید و رسالت کے بارے میں سوالات کرتے ہیں ، پوچھتے ہیں ۔ تیرا پروردگار کون ہے ؟ دین کیا ہے ؟ نبی کون ہے ؟ نکیرین ، امتحان قبر اور ان کے سوال و جواب پر ایمان رکھنا چاہیئے ۔ ایمان رکھنا چاہیئے کہ عذاب قبر برحق ہے اور حکمت و عدل پر مبنی ہے ، عذاب جسم و روح پر ہو گا ، موت کے بعد زندہ کیا جائے گا اور پھر اٹھایا جائے گا جس طرح اُس نے پہلی بار پیدا کیا ۔ اسی طرح ہڈیوں کے چونا بن جانے کے بعد بھی دوبارہ پیدا کر دے گا اور مرنے سے پہلے جسم کی جو حالت تھی اسی طرح روح اس میں داخل کر دی جائے گی اور پوری شخصیت پھر سے پیدا ہو جائے گی ۔ میزانِ عدل قائم ہو گی اس کے دونوں پلڑے اتنے بڑے ہوں گے جیسے زمین و آسمان ، اس میں اعمال تولے جائیں گے باٹ ذروں اور رائی کے برابر ہوں گے تاکہ پوری طرح تول ہو سکے نیکیوں کے صحیفے نور کے پلڑے میں ڈالے جائیں گے ، اللہ کے نزدیک جو ان نیکیوں کی قدر و منزلت ہو گی اس کے مطابق پلڑا جھک جائے گا ۔ بدی کے صحیفے ظلمت کے پلڑے میں ڈال دیئے جائیں گے اور وہ عدل خداوندی کے بموجب ہلکے پڑیں گے ۔ قیامت اور صراط پر ایمان لانا ضروری ہے صراط ، جہنم کے اوپر ایک پل ہے تلوار سے تیز اور بال سے باریک اس پر کافروں کے قدم ڈگمگائیں گے اور وہ جہنم کی راہ لیں گے ۔ مگر ایمان والے آسانی سے گزر کر جنت کی راہ لیں گے ۔

ایمان رکھنا چاہیئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حوض ہے جس پر صراط سے گزر جانے اور جنت میں داخل ہونے سے پہلے مومنین وارد ہوں گے جو بھی اس سے ایک بار پی لے گا کبھی پیاسا نہ ہو گا اس حوض کی چوڑائی ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہو گی اور اس کا شربت دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہو گا ۔ اس کے ارد گرد پیالے دھرے ہوں گے جو ستاروں کی تعداد سے بھی زیادہ ہوں گے اس حوض میں دو دھارے کوثر سے گرتے ہوں گے ۔

Marfat.com

ایمان رکھنا چاہیئے کہ حساب لیا جائے گا کسی سے سخت کسی سے نرم، اور بعض لوگوں کو بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اللہ جن پیغمبروں سے چاہے گا تبلیغِ رسالت کے بارے میں سوال کرے گا اور جن کافروں سے چاہے گا ان کی تکذیب کے بارے میں پوچھ گچھ کرے گا۔ اہلِ بدعت سے سُنتوں کے چھوڑنے کے بارے میں سوال ہوگا اور اہلِ ایمان سے اعمال کے بارے میں دریافت کیا جائے گا۔ ایمان رکھنا چاہیئے کہ ہر موحّد سزا پانے کے بعد جہنم سے نکال لیا جائے گا اور کوئی بھی دوزخ میں باقی نہیں رہے گا۔

ایمان رکھنا چاہیئے کہ انبیاء، علماء، شہداء اور پھر سارے اہلِ ایمان حسبِ مرتبہ شفاعت کریں گے اور جو بھی ایمان والا اس کے بعد بھی جہنم میں رہ جائے گا وہ اللہ کے فضل سے دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ جس کے دل میں ذرا بھی ایمان ہوگا جہنم سے نکال لیا جائے گا۔

ایمان رکھنا چاہیئے کہ رسُول اللہ کے بعد سب سے افضل صدیق اکبر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی۔ سارے صحابہ کے بارے میں حسنِ ظن رکھے اور ان کی تعریف کرے جیسے کہ اللہ اور رسُول نے ان کی تعریف کی ہے۔

یہ ساری باتیں حدیثوں سے ثابت ہیں اور آثارِ صحابہ سے مؤید ہیں جو شخص ان پر اعتقاد رکھے گا وہ اہلِ حق اور متبعِ سُنت ہوگا۔ اور گمراہی سے دُور رہے گا۔

ہم اللہ سے دُعا کرتے ہیں کہ ہمیں اور سارے مُسلمانوں کو ایمان و ثباتِ دین عطا فرمائے وہ ارحم الراحمین ہے۔

ارشاد کے مدارج

اچھی طرح سمجھ لو کہ ہر بچہ ابتدائے عمر میں فطرتِ الٰہی پر ہوتا ہے وہ ہر بات کو بغیر کسی دلیل کے قبول کر لیتا ہے لہٰذا یہ مناسب ہے کہ اسے عقائد سے آگاہ کر دیا جائے پھر وہ تھوڑا تھوڑا یاد کرتا رہے گا اور دل میں جاگزیں کرتا رہے گا۔ اُسے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ البتہ اہلِ عقل کو کبھی دلیل کی ضرورت پڑ جاتی ہے کہ کہیں اشکال پیدا ہو جاتا ہے تو اسے دفع کرنے کے لیے غور وخوض کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔

علم کلام کے مسائل میں ابتدا ہی میں غرق ہو جانا بُرا ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص دریا میں اک دم تیرنے کے خیال سے کُود پڑے۔ ہو سکتا ہے کہ علم کلام کی بحثوں میں اُلجھ کر اپنے اعتقاد ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ہاں اُمت میں ایسے لوگ ضرور رہنے چاہئیں جو لوگوں کے شبہات

Marfat.com

کو دُور کر سکیں اور بدعتوں کا ازالہ کر سکیں۔

اسلام و ایمان

اسلام کے معنی یقین و تسلیم کے ہیں اور ایمان کے معنی دل سے قبول کرنے کے۔ قرآن مجید میں ایک جگہ ان دونوں کو ایک ہی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

فاخرجنا من کان فیھا من المومنین فما وجدنا فیھا غیر بیت من المسلمین	ہم نے وہاں سے ایمان لانے والوں کو نکال لیا تو سوائے مسلمانوں کے ایک گھر کے اور نہ پایا۔

حالانکہ یہ صرف ایک ہی گھرانہ تھا، دوسری جگہ دونوں کو مختلف معانی میں استعمال کیا ہے۔

قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولاکن قولوا اسلمنا	بدوؤں نے کہا ہم ایمان لے آئے آپ کہہ دیجئے تم پر ایمان نہیں لائے۔ البتہ یہ کہو کر مسلمان ہو گئے ہو۔

مطلب یہ کہ تمھیں یقین تو آ گیا مگر تمھیں پوری طرح اطمینان قلبی نصیب نہیں ہوا۔

○

تیسرا باب

اسرارِ طہارت

رسُول اللہ نے فرمایا ہے" وضو ایمان کا ایک جزو ہے" نیز فرمایا" دین کی بنیاد پاکیزگی پر ہے" اور فرمایا" نماز کی کنجی طہارت ہے" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

فیہ رجال یحبون ان یتطھروا	ان میں ایسے لوگ ہیں جو پاکیزگی سے محبت کرتے ہیں۔

Marfat.com

طہارت کے چار مرتبے ہیں۔

۱۔ ظاہر کی پاکیزگی۔ ۲۔ اعضائ کا گناہوں سے پاک ہونا۔

۳۔ قلب کا برائیوں سے پاک ہونا ۴۔ باطن کا ماسوا اللہ سے پاک ہونا۔

یہ انبیاء و صدیقین کی طہارت ہے۔ طہارت اپنے ہر مرتبہ میں اس مرتبہ کے مطابق اعمال کا آدھا حصہ ہوتی ہے اس لیے کہ ہر مرتبہ میں کچھ صفائی اور تزئین ہے یعنی کچھ ترک ہے اور کچھ اختیار، اس طرح ترک نصف عمل ہے لیکن اختیار (یعنی تزئین) کا دار و مدار بھی ترک یعنی صفائی پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف اس طرح اشارہ فرمایا ہے:۔

قل اللہ ثم ذرھم اللہ کہو اور پھر سب کو چھوڑ دو

اس آیت میں "ذرھم" سے ماسوا اللہ کے ترک کی طرف اشارہ ہے۔

قلب کی صفائی بھی ضروری ہے کہ بُرے اخلاق سے پاک ہو پھر اچھے اخلاق سے اسے مزین کیا جائے، اعضاء کے گناہوں سے پاک کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد طاعت سے ان کی تزئین ہوگی، ان چاروں میں سے ہر ایک اپنے بعد والے مرتبے کے لیے شرط کی مانند ہے یعنی پہلے طہارت ظاہری پھر طہارت روح پھر طہارت قلب اور پھر طہارت باطن۔

یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ طہارت سے مراد صرف ظاہری طہارت ہے ورنہ مقصد ہاتھ سے جاتا رہے گا، یہ بھی خیال نہ کرنا چاہیے کہ صرف آرزو کرنے سے کام بن جائے گا اور تن آسانی و سہل انگاری سے مطلب برآری ہو جائے گی اس لیے کہ اگر ساری عمر بھی جد وجہد کرو گے تو شاید صحیح طہارت کا ایک حصہ تمہیں مل جائے اور یہ بھی بڑی کامیابی ہے۔

طہارتِ ظاہر

ظاہری طہارت پہلے استنجاء اور پھر وضو، غسل و تیمم سے حاصل ہوتی ہے لہٰذا پہلے ہم طہارت ظاہری کے آداب و سنن بیان کریں گے مگر قضائے حاجت سے ابتداء کریں گے کیونکہ اس کے بعد وضو ضروری ہو جاتا ہے۔

قضائے حاجت کے آداب

اگر کھلے میدان میں جانا پڑے تو لوگوں کی نظروں سے دُور چلے جاؤ اور اگر آڑ مل سکے تو کسی چیز کے پیچھے بیٹھ جاؤ۔ کپڑوں کو اس وقت تک نہ اٹھاؤ جب تک کہ ٹھیک مقام پر نہ پہنچ جاؤ قبلہ کی طرف منہ یا پشت نہ کرو چاند یا سُورج کا سامنا نہ کرو البتہ اگر کسی بیت الخلاء کے اندر ہوں تو

مجبوری ہے مگر وہاں بھی اس سے پرہیز کرنا چاہیے، ٹھیرے پانی میں پھل دار درخت کے نیچے یا پتھر پر پیشاب نہ کرو، نہ سخت جگہ اور ہوا کے رُخ پر پیشاب کرو کیونکہ چھینٹیں پڑیں گی، بیت الخلا میں داخلے کے وقت پہلے بایاں پاؤں اور پھر دایاں رکھو اور جب نکلو تو اس کا اُلٹا کرو، کھڑے ہو کر یا جائے غسل میں پیشاب نہ کرو۔ رسُول اللہ نے فرمایا ہے غسل خانے میں پیشاب کرنے سے وسواس پیدا ہوتے ہیں۔ پاخانے میں ایسی کوئی شئے نہ لے جاؤ جس پر اللہ رسول کا نام لکھا ہو، کھُلے سر نہ جاؤ، پاخانہ میں قدم رکھنے سے پہلے یہ دُعا پڑھو۔

بسم اللہ اعوذ باللہ من	بنام خدا، اللہ سے خبیث وخبائث
الخبث والخبائث (یا)	سے پناہ مانگتا ہوں (یا) خبیث
من الخبیث الشیطان الرجیم	شیطان ملعون سے۔

باہر نکلنے پر یہ دعا پڑھو۔

الحمد للہ الذی اذھب	حمد اس خدا کی جس نے تکلیف
عنی ما یوذینی والبقیٰ	کو دُور کیا اور فائدہ دینے والی چیز
فیّ ما ینفعنی۔	کو باقی رکھا۔

بیت الخلاء آتے جاتے باہر ہی یہ دُعا پڑھے، بیٹھنے سے پہلے کپڑوں کو اچھی طرح سکیڑلے اور پاخانے پر آب دست نہ کرے۔ اگر قطرے گرنے کا شبہ ہو تو پانی کے چھینٹے مار دے، روایت ہے کہ رسُول اللہ پیشاب کے قطروں کے شبہ کے وقت لنگی پر پانی چھڑک لیا کرتے تھے، گوبر یا ہڈی سے استنجا نہ کرے، اگر ڈھیلے سے استنجا کرے تو تین لے اور بہتر ہے کہ بعد ازاں پانی استعمال کرے۔

وضو

آپ ہمیشہ باوضو رہتے تھے، فرمان ہے کہ وضو پر صرف مُسلمان ہی قائم رہتا ہے۔ پہلے مسواک کرے، ارشاد ہے کہ مسواک کر کے نماز پڑھنا بے مسواک کیے نماز پڑھنے سے پچھتر درجہ بلند ہے، وضو کے لیے بیٹھے تو بسم اللہ پڑھے، فرمایا جس نے اللہ کا نام نہیں لیا اس کا وضو نہیں ہوا، وضو کے لیے یہ دُعا پڑھے۔

اعوذ بک من ھمزات	خدایا شیطان کے وسوسوں سے
الشیطان واعوذ بک	پناہ مانگتا ہوں اور ان کے پاس
رب ان یحضرون۔	آنے سے پناہ چاہتا ہوں۔

Marfat.com

پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھوں کو تین بار دھولے اور یہ دعا پڑھے۔

اللھم انی اسئلک الیمن	اے اللہ میں برکت و سعادت
والبرکۃ واعوذ بک	چاہتا ہوں اور بدبختی و ہلاکت سے
من الشوم والھلکۃ۔	پناہ مانگتا ہوں۔

نیت کرے کہ پاک ہو کر نماز پڑھوں گا یہ نیت منہ دھونے تک باقی رکھے۔ دائیں ہاتھ سے چلو میں پانی لے کر تین بار کلی کرے اگر روزے سے ہو تو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ نہ کرے ورنہ خوب کلی کرے اور پانی ڈالے پھر یہ دعا پڑھے۔

اللھم اعنی علی قرآۃ کتابک	اے اللہ قرآن کے پڑھنے اور
وکثرۃ الذکر لک۔	کثرت ذکر میں میری مدد فرما۔

اس کے بعد ایک چلو پانی لے اور ایک ہی چلو سے تین بار ناک میں پانی ڈالے اور ناک صاف کرے تو یہ دُعا پڑھے۔

اللھم اوجد لی رائحۃ الجنۃ	اے اللہ جنت کی خوشبو عطا فرما۔
وانت عنی راض۔	درآنحالیکہ تو راضی ہو۔

ناک سُنکنے پر یہ دعا پڑھے۔

اللھم انی اعوذ بک من	اے اللہ! جہنّم کی بدبُو اور
روائح النار ومن	بُرے ٹھکانے سے تیری پناہ
سوء الدار۔	چاہتا ہوں۔

پھر چلو میں پانی لے کر پیشانی سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور کان سے دُوسرے کان تک منہ دھوئے، کان کے اُوپر والا حصّہ چونکہ سر کا حصّہ ہے لہٰذا اس کا دھونا ضروری نہیں ہے البتہ کانوں کی لو تک پانی پہنچانا چاہیئے۔ چار مقامات پر بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچائے، مونچھیں، بھویں، کلے اور پلکیں اگر داڑھی گھنی نہ ہو تو پانی بہا لینا کافی ہے ورنہ اچھی طرح پہنچائے آنکھوں کو اچھی طرح دھوئے، خُوب صفائی کرے اور یہ دعا پڑھے۔

اللھم بیض وجھی بنورک	اے اللہ میرے چہرے کو منوّر کر جس
یوم تبیض فیہ وجوہ	دن تیرے دوستوں کے چہرے
اولیائک ولا تسود وجھی	منوّر ہوں گے، میرے چہرے کو

Marfat.com

بظلمات یوم تسود	سیاہ نہ کر جس دن تیرے دشمنوں
وجوہ اعدائک۔	کے چہرے کالے پڑ جائیں گے۔

داڑھی میں خلال کرنا مستحب ہے۔ پھر تین بار ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوئے انگوٹھی پہنے ہو تو اُسے گھمادے۔ پہلے داہنے ہاتھ کو دھو کر یہ دعا پڑھے۔

اللھم اعطنی کتابی بیمینی	اے اللہ مجھے اعمالنامہ داہنے ہاتھ
وحاسبنی حسابا یسیرا۔	میں دینا اور حساب آسان لینا۔

اس کے بعد بائیں کو دھوئے اور یہ دُعا پڑھے۔

اللھم اعوذبک ان تعطینی	اے اللہ! پناہ مانگتا ہوں کہ میرے
کتابی بشمالی او من وراء	بائیں ہاتھ میں میرا اعمال نامہ دیں یا
ظھری۔	پس پشت سے۔

بعد ازاں پورے سر کا مسح کرے، ہاتھوں کو بھگو کر، دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے سرے بائیں کے سروں کو ملا کر سر کے اگلے حصے پر رکھے اور پچھلے حصے تک لے جائے پھر اسی طرح واپس لائے تین بار کرے اور یہ دُعا پڑھے۔

اللھم غشنی برحمتک	اے اللہ! اپنی رحمت سے ڈھانپ
وانزل علی من برکتک	لے اپنی برکت نازل کر اور اپنے
واظلنی تحت عرشک	عرش کے نیچے جگہ دینا جس روز
یوم لا ظل الا ظلک۔	تیرے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ
	ہوگا۔

اس کے بعد اپنے دونوں کانوں کا مسح کرے کہ انگشت شہادت کانوں میں ڈال کر گھمائے اور انگوٹھے کان کے اُوپر پھیرے، اس کے بعد ہتھیلی کان پر رکھے اور تین بار یہ عمل کرے بعد ازاں یہ دعا پڑھے۔

اللھم اجعلنی من الذین	اے اللہ مجھے اچھی بات سُن کر عمل
یستمعون القول فیتبعون	کرنے والوں میں سے بنا دے،
احسنہ، اللھم اسمعنی	اے اللہ نیکوں کے ساتھ جنت کے
منادی الجنہ مع الابرار۔	منادی کی آواز سُنوں۔

Marfat.com

اس کے بعد گردن کا مسح کرے، حضورؐ نے فرمایا ہے گردن کا مسح قیامت کے دن عذاب سے امن دلائے گا، یہ دعا تین بار پڑھے۔

اللھم اعتق رقبتی من النار واعوذبک من السلاسل والاغلال۔	اے اللہ! میری گردن کو آگ سے بچائیں طوق وسلاسل سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

پھر داہنا پاؤں تین بار دھوئے اور بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرے، داہنے پاؤں کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور بائیں کی چھوٹی پر ختم کرے۔ یہ دعا پڑھے۔

اللھم ثبت قدمی علی الصراط یوم تزل الاقدام فی النار۔	اے اللہ میرے قدم صراط پر قائم رکھ جس دن نار جہنم میں قدم لڑکھڑائیں گے۔

بائیں پاؤں کو دھوتے ہی یہ دعا پڑھے۔

اللھم انی اعوذبک ان یزل قدمی من الصراط یوم تزل اقدام المنافقین۔	اے اللہ پناہ مانگتا ہوں کہ قدم صراط سے لڑکھڑائیں جس دن منافقوں کے پاؤں ڈگمگائیں گے۔

آدھی پنڈلی تک پانی پہنچائے۔ وضو سے فارغ ہونے پر یہ دعا پڑھے۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔	گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بے شریک ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

پھر یہ دعا پڑھے۔

سبحانک اللھم وبحمدک لا الہ الا انت عملت سوءً وظلمت نفسی استغفرک واتوب الیک فاغفرلی وتب علی انک انت التواب الرحیم اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین واجعلنی من عبادک الصالحین واجعلنی صبورا

Marfat.com

شکورا واجعلنی اذکرک ذکرا کثیرا و اسبحک بکرۃ و اصیلا۔

اس طرح وضو کرنا صحت کی ضمانت ہے اس کو عرش کے نیچے تسبیح کرنے کی جگہ ملے گی اور قیامت تک اس کے اعمال نامہ میں ثواب لکھا جاتا رہے گا۔

کسی عضو کو تین بار سے زیادہ دھونا مکروہ ہے۔ زیادہ پانی نہ بہانا چاہیے۔ ہاتھ جھٹک کر چھینٹیں نہ اڑانی چاہئیں وضو میں باتیں بھی نہ کرنی چاہئیں۔

غسل

استنجا اور وضو سے مذکورہ بالاطریق پر فارغ ہولے، البتہ پاؤں غسل کے بعد دھوئے دائیں اور پھر بائیں پہلو پر تین تین بار پانی بہائے، بدن کو ملے، بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچائے کیونکہ ان کے نیچے ناپاکی ہوتی ہے اگر کسی عورت کو یقین ہو کہ بالوں کی جڑوں تک پانی نہیں پہنچے گا تو چوٹی کھول دے ورنہ نہیں۔ اس امر کا خیال رکھے کہ عضو مخصوص کو نہ چھوئے کیونکہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، غسل کے بعد بدن کو صاف کرلے۔

ابتدائے غسل میں نیت کو نہ بھولے، وضو میں نیت، منہ دھونے کے وقت واجب ہے اور چار چیزیں فرض ہیں، منہ، کہنیوں تک ہاتھ اور دونوں پاؤں کو دھونا اور سر کا مسح کرنا۔ چار غسل واجب ہیں منی نکلنے پر، عورت کے اعضائے مخصوصہ کے ملنے پر، اختتام حیض پر، نفاس کے بند ہوجانے پر، ان کے علاوہ سارے غسل سنت ہیں جیسے عیدین، جمعہ کا غسل، احرام باندھنے کا غسل اور وقوف عرفہ و مزدلفہ کا غسل، مکہ میں حاضری کا غسل ایام تشریق کے تین غسل، طواف وداع کے غسل، کافر کے اسلام لانے پر غسل، مجنون کے افاقہ پانے پر غسل مردے کو غسل دینے پر۔ یہ سب مستحب ہیں، اچھی طرح سمجھ لو، فائدہ ہی پہنچے گا۔

تیمم

اگر کوئی شخص پانی استعمال کرنے پر قادر نہ ہو خواہ وجہ کوئی بھی ہو جیسے پانی بہت دور ہو، پانی تک پہنچ ممکن نہ ہو، درندہ کا خوف ہو یا ناقابل عبور رکاوٹ ہو یا پانی ہو مگر صرف پینے کی ضرورت کے مطابق ہو یا کسی ایسے شخص کے پاس ہو جو بہت قیمت طلب کرتا ہو یا بیمار کو عذر ہو کہ بیماری، زخم یا درد میں اضافہ ہو جائے گا یا کسی اور نقصان کا خطرہ ہو تو ضروری ہے کہ نماز کے وقت کا انتظار کرے۔ اور کسی پاک جگہ پر جہاں مٹی یا غبار اس قدر ہو کہ ہاتھوں کو لگ جائے دونوں ہاتھوں کو اس پر مارے، انگلیاں کھلی ہوئی نہ ہوں یہ نیت کرے کہ نماز کے جائز ہونے کے لیے تیمم کر رہا ہوں پھر دونوں ہاتھوں منہ پر پھیرے، بالوں کی جڑوں تک مٹی کا پہنچانا ضروری نہیں ہے ایک بار سے زیادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ دونوں ہاتھوں

Marfat.com

کی چوڑائی سے چہرے کی چوڑائی زیادہ نہیں ہوتی۔ انگوٹھی کو اتار دینا چاہیئے، بعدازاں دوسری بار ہاتھ مارے اور پہلے دائیں ہاتھ پر کہنیوں تک اور پھر بائیں پر مخالف ہاتھوں کو پھیرے، پہلے انگلیوں کا خلال کرے پھر کلائی کے گرد ہاتھ کو گھمائے پھر کہنیوں تک ہاتھ کو باہر کی جانب سے لائے پھر اندر کی طرف سے انگلیوں تک واپس لے جائے اگر ایک بار میں یہ کام پورا نہ ہو سکے تو دوسری بار مٹی پر ہاتھ مار سکتا ہے۔ تیمم سے صرف ایک ہی وقت کے فرض و سنت وغیرہ پڑھے جا سکتے ہیں دوسرے وقت کے لیے نئے تیمم کی ضرورت ہے۔

صفائی

سر، کان، ناک اور انگلیوں کی صفائی ضروری ہے۔ ناخنوں کو زیادہ دنوں تک صاف نہ کرنا مکروہ ہے۔ چالیس دن سے زیادہ بغل اور موئے زیر ناف کو چھوڑے رکھنا مکروہ ہے۔ حمام میں نہانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اپنے یا دوسرے شخص کے ستر پر نظر پڑنے کا اندیشہ نہ ہو۔ حمام میں اس نیت سے جائے کہ نماز کے لیے صفائی مطلوب ہے داخل ہوتے وقت وہی دعا پڑھے جو بیت الخلاء میں جاتے ہوئے پڑھتے ہیں۔ اور وہی پڑھے جو نکلتے وقت پڑھتے ہیں۔ ناخن تراشنے میں داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرکے انگوٹھے پر ختم کرے اور بعدازاں بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کرکے انگوٹھے پر ختم کرے۔ سرمہ لگائے تو طاق تعداد رکھے۔ رسول خدا دائیں میں تین اور بائیں میں دو بار سلائی لگاتے تھے تاکہ تعداد طاق رہے۔

اپنے کسی کام کو نظم و ضبط اور زینت سے خالی نہ رکھو، حیوان و انسان میں یہی فرق ہے، جانور جیسے چاہتا ہے کرتا ہے اور آدمی حکم کے مطابق عمل کرتا ہے۔

بچوں کی ختنہ سات دن کے بعد کرنی چاہیئے تاکہ یہودیوں کے رواج کے خلاف ہو۔

رسول اللہ نے فرمایا ہے مردوں کے لیے ختنہ سنت ہے اور عورتوں کے لیے عزت ہے۔ امام نخعی کہتے ہیں مجھے لمبی داڑھی والوں پر حیرت ہوتی ہے داڑھی کو درمیانی حالت میں ہیں کیوں نہیں رکھتے ہر کام میں میانہ روی محمود ہے۔ داڑھی پر سیاہ خضاب لگانا یا دوا سے سفید کرنا یا بالوں کو ریا یا بزرگی کے اظہار کے لیے بڑھانا یا گھٹانا مکروہ ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "آخری زمانے میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو داڑھیوں کو کبوتر کی دم کی طرح بنالیں گے اور جوتوں کو تیتلیوں کی طرح کھڑکائیں گے، ان لوگوں میں کوئی بھلائی نہ ہوگی۔"

Marfat.com

چوتھا باب

آدابِ نماز، اسرار و ضروریات

فضیلت اذان

رسولِ اللہ نے فرمایا ہے" بروزِ قیامت تین لوگ معطر مشک کے ٹیلے پر ہوں گے، نہ حساب دیں گے نہ حیران و پریشان ہوں گے۔ ایک وہ جس نے رضائے خداوندی کے لیے قرآن پڑھا، دوسرا وہ جو غلامی میں مبتلا ہوتے ہوئے آخرت کے اعمال سے غافل نہ رہا۔ تیسرا مؤذن "

نیز فرمایا:۔

"جب تک اذان دینے والا اذان دیتا رہتا ہے اللہ کا ہاتھ اس کے سر پر رہتا ہے۔"

کہتے ہیں مندرجہ ذیل آیت سے مراد مؤذن ہیں۔

ومن احسن قولاً ممن	اس سے بہتر قول والا کون جس نے
دعا الی اللہ۔	اللہ کی طرف بلایا ہو۔

اذان سنو تو جو کچھ مؤذن کہے اُسے دہراؤ مگر حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہو، قد قامت الصلوٰۃ کے جواب میں کہو اقامہا اللہ وادامہا مادامت السموات والارض۔ تثویب کے جواب میں صدقت و بررت کہو، اذان کے بعد یہ دعا پڑھو۔

اللھم رب ھذا الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ آت محمدا الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ والمقام المحمود الذی وعدتہ۔

فرض نمازوں کی فضیلت

حدیث میں آیا ہے" نمازیں ایک نماز سے دوسری نماز کے درمیانی وقفے کے گناہوں کا

Marfat.com

کفارہ ہیں بشرطیکہ گناہ کبیرہ سے پرہیز کیا جائے۔"

آپ نے فرمایا ہے :۔

"ہم میں اور منافقوں میں صبح و عشا کی نماز حد فاصل ہے وہ ان دونوں نمازوں کی پابندی نہیں کر سکتے۔"

فرمان نبوی ہے :۔

"نماز دین کی بنیاد ہے، جس نے نماز چھوڑ دی دین کی بنیاد گرا دی"۔ روایت ہے کہ اعمال میں سب سے پہلے نمازوں کو دیکھا جائے گا۔ یہ مکمل ہیں تو نمازیں بھی قبول اور اعمال بھی قبول اور اگر یہ ناقص ہیں تو نمازیں بھی مردود اور اعمال بھی۔"

فضیلت ارکان نماز

حضور نے فرمایا ہے، فرض نمازوں کی کیفیت ترازو ایسی ہے جس نے پورا تولا پورا پایا۔"

ارشاد ہے :۔

میری امت کے دو فرد نماز پڑھنے کھڑے ہوتے ہیں دونوں کے رکوع و سجود ایک جیسے ہوتے ہیں مگر نمازوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔"

اس حدیث میں اشارہ خشوع و خضوع کی طرف ہے۔

فرماتے ہیں :۔

بدترین چور وہ ہے جس نے اپنی نمازوں میں سے چوری کی۔"

جماعت کی فضیلت

حضور نے فرمایا ہے :۔

"جماعت کی نماز بلا جماعت کی نماز سے ستائیس درجے بہتر ہے۔"

حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے :۔

"جس شخص نے مؤذن کی اذان سنی اور اسے قبول نہیں کیا، اس نے بھلائی کا ارادہ نہیں کیا، اس کے ساتھ بھلائی نہیں کی جائے گی۔"

ارشاد نبوی ہے :۔

"جس نے چالیس دن تک جماعت سے نماز پڑھی اور پہلی تکبیر نہ چھوڑی اسے اللہ تعالیٰ دو چیزوں سے نجات دے گا، نفاق سے اور دوزخ سے۔"

Marfat.com

سجدہ کی فضیلت

رسُول اللہ نے فرمایا ہے :۔
" بندے کو اللہ سے قریب تر کرنے والی بے ریا سجدے سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ہے " روایت ہے کہ آپ سے کسی نے عرض کیا " یا رسُول اللہ دُعا کیجیے کہ مجھے آپ کی شفاعت نصیب ہو اور جنت میں رفاقت میسّر آئے " تو آپ نے فرمایا " کثرت سجود سے شفاعت میں میری اعانت کرو "

حضرت ابو ہریرہ نے کہا ہے ۔
" انسان، پروردگار سے سب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے، ایسے وقت زیادہ دعائیں کیا کرو "

فضیلت خشوع

حکم خداوندی ہے :۔

واقم الصلوٰۃ لذکری ۔ مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو۔

فرمانِ نبوی ہے :۔
" نماز ، اظہارِ عاجزی ، تاسف اور ندامت کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ میرے اللہ، میرے اللہ کہہ کر پکارو، جس نے ایسا نہیں کیا اس کی نماز بے کار ہے۔"

نیز فرمایا ۔
" نماز پڑھو تو الوداعی انداز میں پڑھو" یعنی نفس کو چھوڑ دو، خواہشات کو ترک کر دو اور مولیٰ کی طرف بڑھو۔

حدیث شریف میں آتا ہے :۔
" جسے نماز نے بے حیائی اور بُری باتوں سے نہیں روکا ، وُہ اللہ سے دُور تر ہی ہوتا گیا ۔"

نماز اللہ سے سرگوشی کرنے کا نام ہے اور سرگشی غفلت کے ہوتے نہیں کی جا سکتی ۔

آپ نے فرمایا ہے :۔
" اللہ تعالیٰ نماز کی طرف التفات ہی نہیں کرتا جب تک کہ بندہ بدن کے ساتھ قلب کو بھی حاضر نہ کرے ۔"

جب حضرت ابراہیم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو دو میل سے ان کے دل کی دھڑکن

Marfat.com

سنی جاتی تھی۔

تعمیر مسجد

رسُول اللہ نے فرمایا ہے :۔
"جس نے راہِ خدا میں مسجد بنائی خواہ وہ چڑیا کے گھونسلے کے برابر ہو، اللہ اُس کے لیے جنّت میں محل بنوا دے گا۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔
"زمین پر ہمارا گھر مسجدیں ہیں، ان میں رہنے والے اور انھیں آباد کرنے والے میرے ملاقاتی ہیں، بشارت ہو اس شخص کو جو اپنے گھر میں طہارت کرکے ہماری ملاقات کے لیے آیا، ہر شخص اپنے ملاقاتی کی تعظیم کرتا ہے۔"

رسُول اللہ نے فرمایا ہے :۔
"جب کسی شخص کو دیکھو کہ اُس نے مسجد کو اختیار کرلیا ہے تو گواہ رہو کہ وہ ایمان لے آیا ہے۔"

حضرت انس سے روایت ہے کہ جس نے مسجد میں چراغ جلایا فرشتے حاملین عرشِ اعظم اُس کے لیے دُعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ چراغ کی روشنی قائم رہتی ہے۔

نماز کے ظاہری اعمال

وضو کر لینے اور ظاہری و باطنی ناپاکی سے پاک ہو لینے، نماز کی جگہ کی پاکیزگی اور بدن کو گھٹنوں تک ڈھانپ لینے کے بعد، قبلہ رو کھڑے ہوجانا چاہیئے، اپنے دونوں پاؤں کے درمیان مناسب فاصلہ دے باہم ملانہ دے اس لیے کہ رسُول اللہ نے صَفَن اور صَفَد سے منع فرمایا ہے، صَفَد دونوں پاؤں کے ملانے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔ مقرنین فی الاصفاد اور صفن ایک پاؤں کے اٹھا لینے کو بولتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اذ عرض علیہ بالعشی — جب اُس کے سامنے قدم اٹھائے
الصافنات الجیاد۔ — ہوئے اچھے گھوڑے پیش کیے گئے۔

نمازی کو سر جھکا کر مصلّے پر نظر رکھنی چاہیئے اور شیطان سے محفوظ رہنے کے لیے اگر سورۂ ناس پڑھ لے تو مضایقہ نہیں، نیت ضروری ہے مثلاً نیت اس طرح کرے "اللہ کے لیے فرض ظہر پڑھ رہا ہوں" اس طرح نیت کر لینے سے یہ نماز دوسری نمازوں سے ممتاز ہوگئی۔ کوشش کرنی چاہیئے کہ نیت آخرِ تکبیر تک بدستور قائم رہے۔

Marfat.com

بعدازاں اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کندھوں کی طرف اس طرح اٹھائے کہ انگوٹھے کانوں کی لو تک اور انگلیاں کانوں کے سرے تک رہیں، ایسا کرنے سے ساری روایتوں پر عمل ہوجائے گا۔ بہ تکلف انگلیوں کو پیوستہ یا منتشر رکھنے کی ضرورت نہیں پھر حضور قلب کے ساتھ اللہ اکبر کہے۔ اس کے بعد ہاتھوں کو چھوڑ دے اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر بائیں ہاتھ کے اوپر رکھے اور ہاتھوں کو سینے سے نیچے اور ناف سے اوپر باندھ لے اس طرح کہ دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بائیں ہاتھ کی کلائی کے گرد ہو گویا اسے اٹھائے ہوئے ہے۔ شہادت کی انگلی درمیانی انگلی کے ساتھ بائیں ہاتھ کی پشت پر کھلی ہوئی ہو۔ بعدازاں نماز کی افتتاحی دعائیں پڑھے بہتر ہے کہ اللہ اکبر کے بعد اللہ اکبر کبیرا اور الحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا کہے اس کے بعد کہے۔ انی وجھت وجھی للذی فطر السموٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین اس کے بعد کہے سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک

بعدازاں اعوذ باللہ کے بعد سورۂ فاتحہ تلاوت کرے۔ تلاوت میں سارے حرکات وسکنات، مخارج حروف درست ہوں کوشش کرے کہ ضاد اور ظاء میں فرق ہو آخر میں آمین کو ذرا کھینچ کر کہے مگر ولا الضالین کے ساتھ ملا کر نہ کہے۔

نماز فجر میں بڑی بڑی سورتیں پڑھے، مغرب میں چھوٹی اور باقی میں درمیانی جیسے سورۂ طارق و بروج یا اس طرح کی دوسری سورتیں۔ سفر میں نماز فجر میں قل یا ایھا الکافرون اور سورۂ اخلاص پڑھے اسی طرح فجر کی سنتوں، طواف، تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد کی رکعتوں میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھے۔

رکوع

قرأت کے بعد رکوع کرے رکوع میں چند باتوں کا خیال رکھے اللہ اکبر کہے، ہاتھ اٹھائے اور تکبیر کہتے ہی رکوع میں چلا جائے رکوع میں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر ٹیک دے، انگلیوں کو نیچے کے رخ پر کھلا چھوڑ دے پیٹھ سیدھی رکھے ایسے کہ پیٹھ، گردن اور سر ایک تختہ کی طرح ہوجائیں۔ عورتیں کہنیوں کو سمیٹ لیں اور مرد کہنیوں کو پہلوؤں سے الگ رکھیں۔

رکوع میں تین بار تسبیح پڑھے اگر اس سے زیادہ پڑھے اور تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو بہتر ہے،

بعدازاں سیدھا کھڑا ہوجائے اور کہے سمع اللہ لمن حمدہ پھر یہ دعا پڑھے ربنا لک الحمد ملأ الارض وملأ ما شئت من شئی بعد۔

Marfat.com

صبح کی نماز میں قنوت کے لیے قیام و قومہ طویل کرے ۔

سجدہ

بعد ازاں سجدہ کے لیے تکبیر کہتا ہوا جھکے تکبیر کو اتنا کھینچے کر سجدہ میں جانے تک سلسلۂ تکبیر جاری رہے۔ سجدے میں اپنے دونوں گھٹنے ہتھیلیوں کی طرف سے دونوں ہاتھ اور پیشانی زمین پر رکھے پہلے گھٹنے ٹیکے پھر ہاتھ رکھے پھر ناک اور پیشانی زمین پر ٹیک دے۔ دونوں پہلوؤں سے کہنیوں کو جدا رکھے مگر عورت ملائے رکھے، پیروں کو جوڑے نہیں۔ کھلے رہیں، البتہ عورت ذرا کھلی کھلی نہ رہے، ہاتھوں کو مونڈھوں کے برابر رکھے، انگلیوں کو پھیلائے نہیں، ہاتھوں کو کتے کی طرح زمین پر نہ بچھائے ایسا کرنا منع ہے۔ سجدے میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہے، اگر تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو زیادہ بار کہہ سکتا ہے۔ پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدے سے سر اٹھائے اور اطمینان کے ساتھ بائیں پاؤں کو بچھا کر دائیں پیر کو کھڑا کر کے بیٹھے، ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ لے، انگلیوں کو ملانے کی کوشش نہ کرے پھر یہ دعا پڑھے ۔

رب اغفرلی وارحمنی وارزقنی واھدنی وعافنی واعف عنی

اسی نہج پر دوسرا سجدہ کرے اس کے بعد ذرا سا آرام کر کے کھڑا ہو جائے تکبیر کو کھڑے ہونے تک جاری رکھے ۔

تشہد

دو رکعتوں کے بعد بدستور تشہد کے لیے بیٹھے تشہد کے بعد درود پڑھے ، دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بند رکھے سوائے انگشت شہادت کے، جب بوقت تشہد لا الٰہ الا اللہ کہے تو انگشت شہادت سے اشارہ کرے آخری رکعت کے تشہد میں تشہد کے بعد کوئی دعا پڑھے اور بائیں پیر پر بیٹھنے کی بجائے بائیں کولھے پر بیٹھے، نماز سے فارغ ہونے پر دائیں بائیں سلام پھیرے اس طرح کر گال نظر آسکے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے، دل سے نماز سے فارغ ہونے کی نیت کرے ، دونوں طرف سلام پھیرتے ہوئے فرشتوں اور مسلمانوں پر سلام کی نیت رکھے، سلام کو بہت کھینچ کر نہ کہے ۔

مندرجہ بالا باتوں میں سے بارہ چیزیں فرض ہیں ۔

۱۔ نیت ۲۔ تکبیر

۳۔ قیام ۴۔ فاتحہ

۵۔ رکوع میں اتنا جھکنا کہ ہتھیلیوں سے گھٹنے چھو جائیں ۔

۶۔ رکوع سے باطمینان کھڑا ہو۔

Marfat.com

۷۔ سجدہ اطمینان کے ساتھ کرنا۔
۸۔ سجدہ سے اٹھ کر بیٹھنا۔
۹۔ آخری تشہد کے لیے بیٹھنا۔
۱۰۔ تشہد۔
۱۱۔ رسُول اللہ پر درود بھیجنا۔
۱۲۔ ایک طرف سلام پھیرنا۔

نماز کے باطنی اعمال

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھا کرو۔" رسول اللہ فرماتے ہیں "بہت سے نمازی ایسے ہیں کہ انھیں سوائے تکان کے کچھ بھی نہیں ملتا۔"

درحقیقت نماز یادِ خدا، قرأت و مناجات اور اللہ سے گفتگو کے سوا کچھ نہیں، یہ باتیں بغیر حضورِ قلب کے ممکن نہیں، قرأت کو سمجھے بغیر اللہ کی عظمت و ہیبت، امید و بیم و ذلت کی کیفیت قلب پر طاری کیے بغیر اس کی تکمیل کیسے ہو سکتی ہے۔ بقدر فہم و علم اللہ کا خوف زیادہ ہوگا اور حضورِ قلب بڑھے گا۔

اذان کی آواز سنو تو قیامت کے منادی کو یاد کرو اور ظاہر و باطن سے موذن کی آواز پر لبیک کہنے کے لیے تیار ہو جاؤ بروزِ حشر ایسے ہی لوگ قیامت کے دن نرمی سے بلائے جائیں گے اگر موذن کی اذان سُن کر دل خوش ہوتا ہے اور تیزی سے اس طرف قدم بڑھانے کو تیار ہوتا ہے تو قیامت کے دن بھی منادی کی آواز پر یہی کیفیت ہو گی، رسُول خدا نے بلال کو اذان کا حکم دیتے ہُوئے فرمایا "اے بلال! ذرا ہمیں خوش کر دو۔" رسُول اللہ کی مسرت نماز میں تھی اس لیے آپ نے فرمایا۔

طہارت دراصل باطن کی ماسوا اللہ سے طہارت ہے اور اسی سے نماز کی تکمیل ہوتی ہے۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ ظاہر کی پوشیدگی تو کپڑوں سے کر لوگے مگر باطن کو اللہ سے کیسے چھپاؤ گے۔ لہٰذا اُس کے سامنے ادب و احترام سے آؤ اور یقین رکھو کہ وہ دلوں کے اسرار پر مطلع ہے، اس لیے ظاہر و باطن سے اس کے سامنے عاجزی کرو، سوچو اگر تم کسی بادشاہ کے آگے کھڑے ہو تو کیا کیفیت ہو گی حالانکہ دنیوی بادشاہ اس کے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہیں یہ تو سب اس کے بندے ہیں۔

نماز پڑھنے لگو تو خیال رکھو تم نے انی وجھتُ (میں تیری ہی طرف متوجہ ہوتا ہوں) کا اقرار کیا ہے۔ اپنے حنیف و مسلم ہونے اور مشرک نہ ہونے کا اقرار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ان صلاتی ونسکی (میری عبادت و نماز حیات و موت اللہ ہی کے لیے ہے) دیکھو یہ سارے اقرار جھوٹے نہ ثابت ہوں ورنہ سببِ ہلاکت بن جائیں گے۔ رکوع و سجدہ میں اس کی کبریائی کا خیال رکھو اور یقین جانو کہ تم اس سے باتیں کر رہے ہو، اس کی بارگاہ میں اُدب اور حضورِ قلب میں کوتاہی نہ ہو۔

رسول اللہ نے فرمایا ہے :۔

• انسان نماز پڑھتا ہے اور اُس کی نمازمیں سے نصف، ثلث، ربع، خمس، سدس حتی کہ دسواں حصہ بھی نہیں لکھا جاتا۔" نمازی کی نماز سے صرف اسی قدر لکھا جاتا ہے جتنا کہ وہ سمجھ کر پڑھتا ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے "انسان نماز پڑھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اللہ کا قرب حاصل کر رہا ہوں، حالانکہ وہ ایک ہی سجدے سے اتنے گناہ سمیٹ لیتا ہے کہ اگر اس کے شہر کے سارے باشندوں پر یہ گناہ تقسیم کر دیا جائے تو سب ہلاک ہو جائیں۔" لوگوں نے پوچھا، یہ کیسے؟ فرمایا، "وہ خدا کو سجدہ کرتا ہے مگر دل باطل میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے جس میں وہ ہمیشہ غرق رہتا ہے۔"

امامت

رسول اللہ نے فرمایا ہے، "کہ امام مقتدیوں کی نماز کا ضامن ہے۔" ایسے شخص کو نماز نہ پڑھانی چاہیئے جس سے لوگ نفرت کرتے ہوں، بہتر یہی ہے کہ جب تک کوئی شخص مؤذن بننا پسند کرتا ہو امام نہ بنے مگر امامت یقیناً افضل ہے بشرطیکہ اس سے سبکدوش ہو سکے رسول اللہ نے ہمیشہ امامت فرمائی۔

امام کو اوقات نماز کا خیال رکھنا چاہیئے۔ نماز اوّل وقت میں پڑھے اس لیے کہ یہ رضائے خدا کا وقت ہے اور آخری وقت عفو کا ہے اور رضا عفو سے بہتر ہے۔

امام کو چاہیئے کہ نماز کے دَوران تین وقفے کرے حضور سے ایسا ہی مروی ہے پہلا وقفہ نماز کی ابتدائی دعاؤں کے شروع کرنے سے پہلے، دُوسرا سورۂ فاتحہ کے بعد اور قرأت سے پہلے، یہ وقفہ پہلے سے آدھا ہو اور تیسرا ختم قرأت پر رکوع میں جانے سے پہلے، یہ وقفہ قلیل ہونا چاہیئے۔

مقتدی پر لازم ہے کہ امام سے پہلے سجدہ و رکوع نہ کرے، جب تک امام رکوع کے لیے نہ

Marfat.com

جھکے مقتدی نہ جھکے سارے ارکان میں ایسا ہی کرے۔ کہتے ہیں: "ایک جماعت سے لوگ تین قسم کی نمازیں ختم کرکے نکلتے ہیں۔ کچھ لوگ پچیس نمازیں لے کر، یہ وہ ہیں جو امام کے بعد رکوع و سجود کرتے ہیں۔ کچھ لوگ ایک نماز لے کر، یہ وہ ہیں جو امام کے ساتھ ساتھ ادائے ارکان کرتے ہیں، کچھ لوگ بغیر نماز کے نکلتے ہیں یہ وہ ہیں جو امام سے پہلے ارکان ادا کرتے ہیں۔"

اس بارے میں اختلاف ہے کہ رکوع میں امام بعد میں آنے والے لوگوں کا انتظار کرے یا نہ کرے، اگر ایسا خلوص نیت سے ہے تو کوئی حرج نہیں جبکہ بظاہر تفاوت معلوم نہ ہو۔

صبح کی نماز میں جب امام دعائے قنوت پڑھے تو انک تقضی ولا یقضی علیک تک پڑھنے کے بعد مقتدیوں کو چاہیئے کہ یا تو آہستہ آہستہ دُعا پڑھیں یا صرف اشہد کہہ دیں۔

نمازِ جمعہ

رسُول اللہ نے فرمایا ہے:۔

"جس نے تین جمعہ بغیر عذر کے چھوڑ دیئے اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔" دُوسری روایت میں ہے، "اس نے اسلام کو پیچھے ڈال دیا۔"

انس روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا:۔

"میرے پاس جبریل آئے ان کے ہاتھ میں ایک سفید آئینہ تھا، انھوں نے کہا، یہ جمعہ ہے جسے اللہ آپ پر فرض کر رہا ہے تاکہ آپ کے اور آپ کے بعد والوں کے لیے عید ہو۔ میں نے کہا ہمارے لیے اس میں کیا ہے؟ کہا اس دن میں ایک ساعت ایسی ہے جس میں دعائے خیر کی جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے قبولیت کا فیصلہ کیا جا چکا ہے اگر اسی وقت نہ دیا جائے گا تو بہتر اجر محفوظ کر لیا جائے گا ہم لوگ اسے آخرت میں یوم المزید کہتے ہیں، میں نے کہا یہ کیوں؟ کہا اللہ نے جنت میں ایک وادی مشک ابیض سے بھی زیادہ معطر بنا رکھی ہے۔ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے مقامِ بلند سے اس وادی میں جلوہ افروز ہوتے ہیں حتیٰ کہ لوگ دیدار سے مشرف ہوتے ہیں۔"

اچھی طرح جان لو کہ جمعہ اس وقت تک منعقد نہیں ہو سکتا جب تک کہ کم سے کم چالیس مرد آزاد، بالغ اور مقیم وہاں موجود نہ ہوں یہ ایسے باشندے ہوں جو گرمی یا جاڑے کے موسم میں یہاں سے کہیں چلے نہ جاتے ہوں۔

ایک نماز جمعہ کے بعد دُوسری نہیں ہو سکتی البتہ اگر کسی بستی کے آدمی اتنے زیادہ ہوں

Marfat.com

کہ ایک مسجد میں نہ سما سکتے ہوں تو پھر کئی مسجدوں میں نماز قائم کرنا جائز ہے۔ نماز جمعہ کے دونوں خطبے فرض ہیں، دونوں میں کھڑا ہونا فرض ہے دونوں کے درمیان بیٹھنا فرض ہے پہلے خطبہ میں چار فرض ہیں

۱- حمدِ خدا، چاہے صرف ایک ہی جملہ ہو جیسے الحمد اللہ۔

۲- رسُول پر درود۔

۳- نصیحت تقویٰ۔

۴- کسی آیتِ قرآن کا پڑھنا۔

دوسرے خطبے میں چار فرض ہیں۔ تین پہلے مذکورہ بالا اور چوتھے دُعا بجائے آیتِ قرآن کے۔ خطباتِ جمعہ کا سُننا واجب ہے۔

روزِ جمعہ کے سنن و مستحبات یہ ہیں، جب زوال کے بعد مؤذن اذان دے اور امام منبر پر بیٹھ جائے تو سوائے تحیۃ المسجد کے کوئی نماز نہ پڑھے، جب امام خطبہ شروع کر دے تو گفتگو نہ کرے، غسل کرنا مستحب ہے، سفید کپڑے پہنے، خوشبو لگائے اور مسجد کی طرف سبقت کرے، رسُول اللہ نے فرمایا ہے :۔

٭ جمعہ کے دن پہلی ساعت میں جو شخص مسجد میں آگیا گویا اس نے ایک اُونٹ قربان کیا، جو دُوسری میں آیا اُس نے گائے قربان کی، جو تیسری میں آیا اس نے مینڈھا، جو چوتھی میں آیا اُس نے مرغی اور جو پانچویں میں آیا اُس نے انڈے کی قربانی دی جب امام مسجد میں آ گیا تو دفتر لپیٹ لیے گئے، قلم اُٹھا لیے گئے اور سارے فرشتے منبر کے پاس جمع ہو کر ذکرِ خدا سُننے لگے، اس کے بعد جو شخص آیا حقِ نماز ادا کرنے آیا، اس سے زیادہ اجر کا وہ مستحق نہیں۔

ساعاتِ جمعہ

روزِ جمعہ کی ساعت مندرجہ ذیل ہیں :۔

(۱) صبح صادق سے طلوعِ آفتاب تک۔

(۲) آفتاب کے بلند ہو جانے تک۔

(۳) آفتاب کی دھوپ پھیل جانے تک۔

(۴،۵) تمازتِ آفتاب کے بعد سے زوالِ آفتاب تک۔

جامع مسجد میں لوگوں کی گردنوں سے پھلانگ کر نہ گزرے نہ کسی نماز پڑھنے والے کے

Marfat.com

سامنے سے گزرے۔ ایسی جگہ بیٹھے کہ دُوسرے اس کے سامنے سے نہ گزریں، جہاں تک ہو پہلی صف میں بیٹھے، نماز کے بعد بکثرت ذکر کرے اور ساعت جمعہ کا اطمینان سے انتظار کرا ور بکثرت درود پڑھے۔

حضور نے فرمایا ہے:۔

"شب فروزاں اور شاداب دن میں مجھ پر کثرت سے درود پڑھو" مطلب یہ کہ پنجشنبہ و جمعہ کی درمیانی رات اور جمعہ کے دن۔

خصوصی طور پر روز جمعہ صدقہ مستحب ہے اور یہ بھی مستحب ہے کہ مسجد میں بیٹھنے سے پہلے چار رکعت پڑھے جن میں دو سو بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ اگر ہوسکے تو جمعہ کے دن کو آخرت کے لیے مخصوص کر دے، دُنیا کا کوئی کام نہ کرے، جس نے ایسا کرلیا پچھلے ہفتہ کے گناہوں کا کفارہ دے دیا۔ روایت ہے کہ جس نے جمعہ کی رات میں سفر شروع کیا، جمعہ کے فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔ جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد سفر حرام ہے البتہ اگر ساتھیوں کے چھوٹ جانے کا خطرہ ہو تو جائز ہے۔

نوافل

نوافل کو ترک نہ کرنا چاہیئے کیونکہ یہ فرائض کا تکملہ ہیں، فرائض بمنزلہ نفع کے ہیں اور فرائض رائس المال ہیں۔ رواتب کو نہ چھوڑے جیساکہ ہم ذکر کر چکے ہیں، چاشت کو ترک نہ کرے اس کی دو یا چار رکعتیں ہیں جتنی چاہے پڑھ لے تہجد کو بھی ترک نہ کرے، نماز عشاء سے پہلے نفل ضرور پڑھے، فجر کی دو رکعتیں دُنیا و مافیہا سے بہتر ہیں ان کا وقت طلوع صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے۔

عیدین

عیدین کی نمازیں سُنت مؤکدہ ہیں اور شعار اسلام ہیں۔ ان میں چند باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔

۱۔ تین تکبیریں ایسی ترتیب و نظم سے ساتھ یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا لاالٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ مخلصین لہ الدین ولوکرہ الکافرون۔

تکبیروں کی ابتدا عید الفطر کی رات سے کرے اور عید کی نماز تک جاری رکھے۔ عید الاضحیٰ کی تکبیریں یوم عرفہ کی نماز صبح کے بعد سے شروع کی جاتی ہیں اور آخر ایام تشریق یعنی ۱۳ ذی الحجہ کی شام تک جاری رہتی ہیں، یہ تکبیریں ہر فرض نماز کے بعد اور بعض کے نزدیک نوافل کے بعد بھی کہی جاتیں۔

Marfat.com

عید کے دن غسل کرنا اور نماز کے لیے زیب و زینت کرنا مستحب ہے نماز کے لیے بچے اور بوڑھے بوڑھیاں بھی جائیں۔ ایک راستے سے جانا اور دوسرے سے واپس لوٹنا مستحب ہے، مکہ، بیت المقدس وغیرہ شہروں میں نماز کے لیے کھلے میدانوں میں جانا چاہیئے البتہ ایسے شہر میں جہاں بارش ہو مساجد کے اندر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

طلوعِ آفتاب سے زوال تک نماز کا وقت ہے اور قربانی کا وقت دس ذی الحجہ کی صبح سے تیرھویں کی شام تک ہے۔ دسویں کو آفتاب کے طلوع ہوجانے کے بعد جب دو رکعت اور دو خطبوں کے بقدر وقت گزر جائے تب قربانی کے وقت کا آغاز ہو جاتا ہے۔ عید الاضحیٰ کی نماز جلدی پڑھنا مستحب ہے تا کہ قربانی جلد کی جاسکے اور عید الفطر کی دیر کرکے پڑھنا مستحب ہے تاکہ نماز سے پہلے صدقۂ فطر پوری طرح ادا ہوجائے، عیدین کے دن لوگوں کو چاہیئے کہ تکبیریں کہتے ہوئے گھروں سے نکلیں، جب امام عیدگاہ میں پہنچ جائے تو نہ تو بیٹھے نہ نفل پڑھے بلکہ نماز کے لیے کھڑا ہوجائے اگر لوگ نفل پڑھ رہے ہوں تو جلدی سے ختم کر دیں، چاہیئے کہ کوئی شخص بلند آواز سے پکار دے الصلوٰۃ جامعۃ۔

اس کے بعد امام دو رکعت نماز پڑھائے، پہلی میں تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع کے علاوہ سات تکبیریں زائد کہے اور دو تکبیروں کے درمیانی وقفہ میں سُبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہے، پہلی کے بعد انی وجہت وجھی پڑھے اس کے بعد ساری زائد تکبیریں تمام کرنے پھر اعوذ باللہ، سورۃ فاتحہ اور سورۃ قٓ پڑھے، دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد اقتربت الساعۃ پڑھے اور پانچ تکبیریں زائد کہے، نماز کے بعد دو خطبے پڑھے جن کے درمیان تھوڑی دیر کے لیے بیٹھے۔

جس شخص کی عید کی نماز چھوٹ جائے قضا پڑھے نماز سے فارغ ہونے کے بعد جلدی قربانی کرے، رسُول اللہ نے مینڈھے کی قربانی دی تھی اور فرمایا تھا "بسم اللہ اللہ اکبر یہ قربانی میری طرف سے ہے اور میری اُمّت میں سے جس نے قربانی نہ دی ہو اس کی طرف سے ہے"۔

فرمانِ نبوی ہے ذی الحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد اگر کسی کا ارادہ قربانی کا ہے تو ناخن یا بال نہ ترشوائے۔

نماز کسوف

رسُول اللہ نے فرمایا ہے:۔

"چاند اور سورج اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، ان میں کسی کے مرنے

Marfat.com

جینے کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا، گرہن ہو تو اللہ کی یاد اور نماز کی طرف بڑھو۔ گرہن لگے تو ایک آدمی الصلوٰۃ جامعۃ پکار دے پھر امام دو رکعت پڑھائے اور بجائے ایک کے دو رکوع کرے، پہلا رکوع دوسرے سے طویل ہو، بلند آواز سے قرأت کرے مستحب یہ ہے کہ نماز کو اتنا طول دے کہ گرہن کا وقت ختم ہو جائے۔

نماز استسقاء اگر بارش بند ہو جائے اور طلب باراں کے لیے استسقاء کی ضرورت پڑے تو امام کو چاہیئے کہ لوگوں کو تین روزے رکھنے کی ہدایت کرے زیادہ سے زیادہ عبادت، توبہ و استغفار کی تاکید کرے اور ظلم و حق تلفی سے پرہیز کرنے کی تلقین کرے، چوتھے دن بوڑھوں بچوں سمیت شہر سے باہر نکلے، لوگ صاف ستھرے، پھٹے پرانے کپڑے پہن کر نکلیں، عیدین کی طرح شان و شوکت سے نہ نکلیں بلکہ عاجزی و مسکنت کا اظہار ہو۔ عیدین کی نماز کی طرح امام دو رکعت پڑھا کر دو خطبے دے، دونوں کے درمیانی وقفہ میں بیٹھے دونوں خطبوں میں توبہ و استغفار اور طلب عفو و غفران بہت زیادہ ہو، دوسرے خطبے میں لوگ قبلہ رخ ہو کر بیٹھ جائیں اور بدن کی چادر کو الٹا کر اوڑھ لیں اسے تحویل ردا کہتے ہیں۔ رسُول کریم نے ایسا ہی کیا تھا، چادر کا دایاں کنارا بائیں طرف اور بایاں دائیں طرف کر دیں اوپر والے حصے کو نیچے اور نیچے والے کو اُوپر کر دیں، اسی حالت میں امام و مقتدی دعا کریں مگر آہستہ آہستہ پھر امام خطبہ ختم کر دے، چادروں کو اسی طرح رہنے دیں البتہ جب کپڑے اتاریں۔ تو چادروں کو بدل دیں، آخر میں یہ دعا پڑھیں۔

اللھم کما امرتنا بدعائک ووعدتنا باجابتک فقد دعوناک کما امرتنا فاجبنا کما وعدتنا اللھم فامنن علینا بمغفرۃ ذنوبنا واجابتک فی سقیانا وسعۃ رزقنا برحمتک یا ارحم الراحمین۔

پانچواں باب

زکوٰۃ و اسرارِ زکوٰۃ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ۔	جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے۔

اس آیت میں ان لوگوں کے لیے وعید ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ زکوٰۃ اسلام کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد اور پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ ابو ذر غفاری سے روایت ہے کہ میں ایک بار رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ سایہ کعبہ میں تشریف فرما ہے تھے مجھے دیکھ کر فرمایا: ابوذر جن لوگوں کے پاس بہت کچھ ہے قسم خدا کی وہی گھاٹے میں ہیں، میں نے عرض کیا وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا، وہ لوگ جن کے پاس مال بہت ہے یہی نقصان میں رہیں گے البتہ وہ نقصان میں نہیں رہیں گے جو کھلے ہاتھوں خرچ کرنے عادی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے داہنے بائیں آگے اور پیچھے مال لٹانے کی طرف اشارہ فرمایا پھر فرمانے لگے ایسے بہت ہی کم ہیں۔ جس شخص کے پاس اونٹ ہوں، گائے ہوں، بکریاں ہوں اور زکوٰۃ نہ دے تو روزِ حشر یہ جانور بڑے بڑے اور بہت موٹے لائے جائیں گے، وہ اسے اپنے سینگوں سے ماریں گے، اپنے کھروں سے روندیں گے، یکے بعد دیگرے اور مسلسل ایسا ہی ہوتا رہے گا حتیٰ کہ حساب ختم ہو جائے۔ یہ حدیث صحیحین میں ہے۔

مسائلِ زکوٰۃ جانوروں کی زکوٰۃ۔ سونے چاندی کی زکوٰۃ۔ مالِ تجارت کی زکوٰۃ۔ خزانوں کی زکوٰۃ۔ زکوٰۃ عشری۔ اور صدقۂ فطر ہر ایک کا بیان درج ذیل ہے۔

جانوروں کی زکوٰۃ خواہ کسی قسم کی بھی زکوٰۃ ہو، یہ صرف آزاد مسلمان پر واجب ہے عاقل و بالغ ہونے کی شرط نہیں ہے کیونکہ پاگل اور بچے کے مال پر بھی زکوٰۃ عاید ہوتی ہے۔ جانوروں کی زکوٰۃ کے لیے پانچ شرطیں ہیں۔

Marfat.com

۱۔ صرف اُونٹ، گائے اور بکری پر ہی زکوٰۃ ہے، بکری اور ہرن کی مشترکہ نسل اور گھوڑے وغیرہ کی مشترکہ نسل پر زکوٰۃ نہیں۔ بشرطیکہ بقدرِ نصاب پُورے سال ملکیت میں رہیں اور چَرنے کے لیے جاتے ہوں۔

۲۔ جو جانور باہر چرنے نہ جاتے ہوں ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

۳۔ پُورا نصاب ہو، مقررہ تعداد سے کم نہ ہو۔

۴۔ پُورا سال ملکیت پر گزرا ہو۔

۵۔ مکمّل قبضہ ہو، کسی کی امانت یا قبضۂ ناقصہ نہ ہو۔

اونٹوں کی زکوٰۃ

چار پر کچھ نہیں، پانچ پر یک سالہ بکری، دس پر دو بکریاں، پندرہ پر تین، بیس پر چار، پچیس پر یک سالہ اونٹ، چھتیس پر دو سالہ، چھیالیس پر تین سالہ، اکسٹھ پر چار سالہ، چھہتر پر دو سالہ اُونٹ اور دو راس۔ اکانوے پر تین سالہ اونٹ دو راس، ایک سو اکیس پر دو سالہ اُونٹ اور تین راس، ایک سو تیس پر ہر چالیس کے اُوپر ایک دو سالہ اور ہر پچاس پر ایک سہ سالہ اُونٹ واجب ہے۔

گایوں کی زکوٰۃ

انتیس تک زکوٰۃ نہیں، تیس پر دو سالہ گائے، چالیس پر تین سالہ، ساٹھ پر یک سالہ دو راس، پھر ہر چالیس پر تین سالہ اور ہر تیس پر تین سالہ۔

بکریوں کی زکوٰۃ

انتالیس تک کچھ نہیں، چالیس سے ایک سو بیس تک یک سالہ بکری، اس سے اُوپر دو سو تک دو بکریاں، دو سو سے اوپر تین سو ننانوے تک تین، چار سو سے اُوپر ہر سو پر ایک بکری۔

عشری زکوٰۃ

جو فصل بارش سے تیار ہوئی ہو اس کے آٹھ سو من پر دسواں حصّہ لیا جائے گا۔

سونے چاندی کی زکوٰۃ

مکّی درہم کے حساب سے دو سو درہم چاندی پر پانچ درہم زکوٰۃ ہے اور بیس مکّی درہم سونے پر زکوٰۃ ہے بیس پر ایک چوتھائی درہم۔ سونے چاندی میں قدر نصاب پر جس قدر اضافہ ہوگا اسی قدر زکوٰۃ بڑھ جائے گی۔ پکّی چاندی اور غیر مستعمل زیور پر زکوٰۃ ہے معدنیات میں سے صرف سونے چاندی پر زکوٰۃ ہے باقی پر نہیں ان سب کا حکم عام مالیات کا سا ہے یعنی چالیسواں حصّہ زکوٰۃ واجب ہوگی۔

Marfat.com

صدقۂ فطر

حسب فرمانِ مصطفوی ہر مسلمان پر صدقہ فطر واجب ہے ۱/۲ من جو غلہ خود کھاتا ہے وہی دے، بوڑھے، بچے، لونڈی، غلام سب کی طرف سے ادا کرے جو پاکستانی حساب سے ایک سیر سات چھٹانک بنتا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے جن کے تم کفیل ہو ان سب کی طرف سے فطرہ ادا کرو۔

ادائے زکوٰۃ و شرائط

ادائے زکوٰۃ کی نیت کرنا سب سے پہلی شرط ہے، پاگل اور بچے کی طرف سے اس کے ولی کی نیت کافی ہے اور مالک کی طرف سے اس کے مختار و مجاز کی۔

صدقۂ فطر کو عید کے بعد والے دن کے لیے بچا نہ رکھے، اس کا صحیح وقت رمضان کی آخری تاریخ کو غروبِ آفتاب سے شروع ہو جاتا ہے، اگر وقت سے پہلے ادا کرنا ہو تو سارے رمضان میں جب چاہے ادا کر دے۔

اگر کسی شخص کو مال پر تصرف حاصل تھا مگر اس نے وقت پر زکوٰۃ ادا نہ کی کہ مال ضائع گیا تو زکوٰۃ اس کے ذمہ باقی رہے گی البتہ اگر کسی وجہ سے زکوٰۃ ادا کرنا ممکن نہ تھا اور پھر مال ضائع گیا تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

مستحقین زکوٰۃ آٹھ ہیں، ان میں سے جتنے قسم کے آدمی اس کی بستی میں ہوں ان پر مناسب طور پر تقسیم کر دے۔ مستحقین زکوٰۃ میں سے مولفۃ القلوب اور عاملین زکوٰۃ اکثر ملکوں میں معدوم ہو چکے ہیں۔ چار قسمیں یعنی فقرا، مقروض، مسافر اور مساکین ہر جگہ موجود ہیں، غزاۃ و مکاتب بعض ملکوں میں ہیں بعض میں نہیں ہیں۔

ان قسموں میں سے جو بھی قسم مل جائے ان میں سے ہر طبقے کے تین تین کو مالِ زکوٰۃ دے دے، سب کو برابر دینا ضروری نہیں ہے۔ اگر ممکن ہو تو نیک لوگوں کو زکوٰۃ دے اگر عزیزوں میں سے کسی کو متقی پرہیزگار ضرورت مند دیکھے تو پوشیدہ طور پر ضرور دے، اگر زکوٰۃ لینے والوں میں یہ خوبیاں ہوں تو قبولیت کی زیادہ توقع ہے۔

مستحقین زکوٰۃ

مستحق زکوٰۃ وہ آزاد مسلمان ہے جو ہاشمی یا مطلبی نہ ہو، مجنون و نابالغ کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں، اس کی طرف سے اس کا سرپرست زکوٰۃ قبول کرے۔ مستحقین زکوٰۃ کی آٹھ قسمیں ہیں۔

۱۔ فقیر :۔ جس کے پاس مال نہ ہو اور نہ کمانے کی صلاحیت رکھتا ہو ۔

۲۔ مسکین :۔ جس کی آمد ضروریات کے لیے کافی نہ ہو ۔

۳۔ عاملین :۔ جو مالِ زکوٰۃ کی وصول یابی پر متعین ہوتے ہیں ۔

۴۔ مؤلفۃ القلوب :۔ وہ شریف کافر جو مسلمان ہو گیا ہو اور اس کے دینے سے اس کی قوم کو اسلام کی طرف رغبت ہو ۔

۵۔ مکاتب :۔ وہ غلام جس کے آقا نے آزاد کرنے کے لیے کوئی رقم طلب کی ہو مگر آقا اُسے زکوٰۃ نہیں دے سکتا ۔

۶۔ مدیون :۔ وہ جس نے جائز ضرورت سے قرض لیا ہو اور ادا نہ کر سکتا ہو ۔

۷۔ غزاۃ :۔ راہِ خدا میں جہاد کرنے والے جنھیں حکومت سے تنخواہ نہ ملتی ہو خواہ وہ مال دار ہی کیوں نہ ہوں ۔

۸۔ مسافر :۔ جس کے پاس سفر میں ضرورت پوری کرنے کے لیے مال نہ ہو اگرچہ وہ اپنے گھر پر کتنا ہی مال دار کیوں نہ ہو، ان لوگوں میں سے فقیر، مسکین، مسافر اور غازی کا صرف کہہ دینا قابل اعتبار ہے کسی دلیل کے طلب کرنے کی ضرورت نہیں البتہ اگر مسافر یا غازی شرط سفر یا شرط جہاد کو پورا نہ کریں تو ان سے رقم واپس لے لی جائے، رہیں باقی چار قسمیں انھیں تحقیقات کے بعد ہی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے ۔

نفل صدقات

رسُولِ خدا نے فرمایا ہے :۔

"جہنم سے بچو خواہ کھجور کی ایک پھانک ہی دے دو یہ بھی نہ ملے تو اچھی بات ہی کہہ دو۔"

فرماتے ہیں :۔

"جب کوئی شخص اچھا صدقہ دیتا ہے تو اللہ اس کی اولاد کو اچھا جانشین بنا دیتا ہے۔"

فرمانِ نبوی ہے :۔

"صدقہ، شر اور برائی کے ستر دروازوں کو بند کر دیتا ہے۔" کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ سب سے اچھا صدقہ کونسا ہے؟ فرمایا، اس کا دیا ہُوا جب کہ تم درست ہو، اپنے زندہ رہنے کی اُمید ہو، مال کی ضرورت ہو اور فقر کا ڈر بھی ہو، صدقے کو اس گھڑی تک کے لیے نہ اٹھا رکھو جب کہ تمھاری رُوح حلقوم میں آ جائے اور کہو فلاں کو اتنا فلاں کو اتنا دے دینا۔"

Marfat.com

صدقہ کو پوشیدہ دینا یا ظاہر دینا دونوں درست ہیں جیسے چاہے عمل کرے۔

حضرت ابراہیم الخواص اور جنید بغدادی کی رائے یہ ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے سے صدقہ وصول کرنا زیادہ اچھا ہے۔ پہلی صورت میں فقراٗ کی حق تلفی ہوتی ہے اور اس کی بہت سی شرطیں ہیں جو اکثر پوری نہیں ہوتیں۔"

بعض کی رائے ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنا زیادہ اچھا ہے کیونکہ اس طرح لوگوں کو ادائے واجب پر تیار کرنا ہوتا ہے اور نفس کا غرور ذلت کے ساتھ ختم ہوجاتا۔ غور کرو تو دونوں باتیں ایک ہی جیسی ہیں۔

چھٹا باب

روزہ اور اس کے اسرار

اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ بیان فرماتے ہیں:۔

"ہر نیکی کا بدلہ دس گنا سے سات سو گنے تک ملتا ہے مگر روزے کا کیونکہ یہ صرف میرے لیے اور میں خود ہی اس کی جزا دوں گا۔" فرمان رسول ہے۔

"اس ذات پاک کی قسم ہے جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے۔"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس بندے نے میرے لیے کھانا پینا اور نفسانی خواہشات کو چھوڑا، روزہ صرف میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزا ہوں۔"

حضور نے فرمایا ہے:۔

"شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے بھوک سے اس کی راہ کو تنگ کرو۔"

حضور نے حضرت عائشہؓ سے کہا تھا، ہمیشہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹاتی رہو انھوں نے دریافت کیا، کیسے؟ فرمایا بھوک سے۔

Marfat.com

حدیث میں ہے :۔

۔ اگر شیطان اولادِ آدم کے دل کے اردگرد چکر نہ لگاتا رہتا تو لوگ عالمِ ملکوت کی کیفیت دیکھ لیتے ۔"

روزہ شہوتوں کو توڑتا ہے ، ہم کسرِ شہوتین کے بارے میں اس کا ذکر کریں گے ۔

موجبات و مفسدات

رمضان کے چاند کے ثبوت کے لیے ایک عادل شخص کی گواہی کافی ہے ، لیکن ہلالِ عید کے لیے کم از کم دو عادل آدمیوں کی گواہی ضروری ہے ، خواہ قاضی نے اس بارے میں فتویٰ صادر کر دیا ہو یا نہ کیا ہو ایسی صورت میں ہر شخص اپنے گمانِ غالب کے مطابق عمل کرے ۔ رمضان کے روزے کے لیے رات ہی کو نیت کرنا ضروری ہے ، اگر رات کو شک کی بنا پر روزے کی نیت کر لی کہ اگر رمضان ہوا تو رکھوں گا ۔ اس طرح نیت کرنا درست نہیں ہے ۔

کسی چیز کے حلق سے نیچے نہ اتارنے کا نام روزہ ہے لہٰذا کھانے پینے ، ناک سے کچھ چڑھانے اور حقنہ لینے سے فاسد ہو جاتا ہے ، فصد ، پچھنے لگوانے ، سرمہ لگانے ، عضوِ تناسل کے سوراخ یا کان میں سلائی ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا البتہ اگر کوئی قطرہ مثانہ میں پہنچایا جائے تو فاسد ہو جائے گا بلا ارادہ کسی چیز کے حلق سے اتر جانے جیسے گرد غبار یا مکھی وغیرہ کے چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ، کلی کرنے یا ناک میں پانی ڈالتے اگر کچھ تھوڑا سا پانی خود بخود چلا گیا تو روزہ فاسد نہیں ہوا ، اگر ارادے سے قے کرے گا تو فاسد ہو جائے گا اور اگر بلا ارادہ قے آئی یا سینہ کا جما ہوا بلغم چلا گیا تو فاسد نہیں ہوا ، بھول کر کھانے پینے یا جماع کرنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا ۔

بحالت روزہ بالقصد جماع کرنے سے کفارہ لازم آتا ہے کسی اور طریق پر اخراجِ منی سے کفارہ لازم نہیں آتا نہ کھانے پینے سے کفارہ لازم آتا ہے ۔

ایک غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا کفارہ ہے ، اگر ایسا نہیں کر سکتا تو دو مہینے کے روزے رکھے ، اگر ایسا بھی نہیں کر سکتا تو فی کس ایک ایک مد (سوا سیر) کے حساب سے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے ۔

روزے کے درجے

روزے کے تین درجے ہیں ۔

(۱) صوم عموم (۲) صوم خصوص (۳) صوم خاص الخاص ۔

صوم عموم یہ ہے کہ شکم و جسم کو قضائے شہوت سے روک لے، صوم خصوص یہ ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں اور زبان کو گناہوں سے محفوظ رکھے اور صوم خاص الخاص یہ ہے کہ دل کو دینوی افکار، مہمات اور ماسوا اللہ کے تصور سے محفوظ رکھے۔ تینوں قسم کے روزے ان باتوں سے ٹوٹ جاتے ہیں جن کی اُوپر ممانعت کی گئی ہے۔

رسُول اللہ نے فرمایا ہے :۔

" پانچ باتیں روزے دار کا روزہ توڑ دیتی ہیں، جھُوٹ، غیبت، چُغلی، جھوٹی قسم اور شہوت سے دیکھنا " لہٰذا صوم خواص میں اعضا کو گناہوں سے بچائے رکھنا ضروری ہے۔

امید و بیم

کم کھانا چاہیئے بہت زیادہ کھانا اللہ کو پسند نہیں ہے روزے میں امید و بیم کی کیفیت طاری رکھے کہ قبول ہوتا ہے یا صرف بھوک پیاس اور تھکان ہی نصیب ہوتی ہے اس لیے کہ روزے کا مقصد شہوت نفسانی سے محفوظ رہنا ہے تو خیال کرے شاید غیبت، چغلی، جھوٹ یا شہوت کی نظر کا ارتکاب ہو گیا ہو اور ان میں سے ہر بات روزے کو توڑ دیتی ہے۔

مستحب روزے

سوائے ممنوعہ ایّام کے مستحب روزے ہمیشہ رکھے جا سکتے ہیں مگر ان میں سے ایام فاضلہ کے روزوں کی تاکید ہے ایام فاضلہ یعنی فضیلت والے دن بعض ہر سال، بعض ہر ماہ اور بعض ہر ہفتہ آتے ہیں مثلاً سالانہ آنے والے دنوں میں علاوہ رمضان کے روزوں کے یوم عرفہ، یوم عاشورا، ذی الحجہ اور محرم کے عشرۂ اوّل کے روزے بلکہ سارے شہور حرام کے روزے ہیں۔ رسُول خدا شعبان میں اس کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے کہ جیسے رمضان کا مہینہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے،

" رمضان کے بعد سب سے افضل روزے محرم کے ہیں۔

رسُول اللہ نے فرمایا ہے :۔

" رمضان میں ایک دن کا روزہ دُوسرے دنوں کے تیس روزوں سے افضل ہے اور شہور حرام کا ایک روزہ دُوسرے دنوں کے تیس روزوں سے افضل ہے۔ جس کسی نے شہور حرام کی جمعرات، جمعہ اور سنیچر کو روزے رکھے اللہ اُس کے اعمال نامہ میں سات سو سال کی عبادت کا اجر لکھ دیتا ہے۔

شہور فاضلہ، رجب، شعبان، ذی الحجہ اور محرم ہیں اور شہور حرام ذی قعدہ، ذی الحجہ،

Marfat.com

محرم اور رجب ہیں۔ ہر ماہ لوٹنے والے ایام فاضلہ ابتدائے ماہ، وسط ماہ یعنی ۱۳، ۱۴، ۱۵ ہیں۔ جنھیں ایام بیض کہتے ہیں، ہر ہفتہ میں آنے والے ایام فاضلہ دوشنبہ، پنجشنبہ اور جمعہ ہیں۔ صوم دہر میں یہ تمام روزے شامل ہیں لیکن صوم دہر کے مکروہ ہونے پر اختلاف ہے، رسول خدا نے فرمایا ہے، "سب سے افضل روزہ میرے بھائی داؤد کا ہے" شاید رسول اللہ کی مندرجہ ذیل حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے۔

"میرے سامنے زمین کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئی لیکن میں نے واپس کر دیں اور کہا ایک دن بھوکا رہوں گا اور ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں گا، جس دن سیر ہوں گا تیری حمد کروں گا اور جس دن بھوکا ہوں گا تیرے سامنے عجز و زاری کروں گا۔"

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان شریف کے روزوں کے سوا اور کبھی کسی مہینے کے پورے روزے کبھی نہیں رکھے۔

○

ساتواں باب

حج اور اس کے اسرار

اللہ تعالیٰ سورۂ حج میں فرماتے ہیں :۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔	آج مَیں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے دین اسلام سے راضی ہوا۔

Marfat.com

رسُول اللہ نے فرمایا ہے :۔

"جس نے حج نہیں کیا اور مرگیا تو چاہے وہ یہودی مرا ہو یا نصرانی۔

حج کی فضیلت

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

واذن فی الناس بالحج	لوگوں میں حج کا اعلان کر دو تمہارے
یاتوک رجالا ۔	پاس دُور دُور سے لوگ آئیں گے۔

رسُول خدا کا فرمان ہے :۔

"عرفہ کے دن شیطان بڑا مغموم و ذلیل ہو جاتا ہے اتنا کہ ایسا اور کسی دن نہیں دیکھا گیا۔"

فرماتے ہیں :۔

"جو شخص گھر سے حج یا عمرہ کے لیے نکلا اور مرگیا اسے قیامت تک حج یا عمرہ کا ثواب ملتا رہے گا۔"

بعض بزرگوں کا قول ہے "اگر عرفہ کے دن جمعہ پڑ جائے تو اللہ میدان عرفات میں جمع ہونے والے سب کی بخشش فرما دیتا ہے۔ اور یہ دُنیا کا افضل ترین دن ہے۔"

اسی دن آپ نے حجۃ الوداع کیا تھا، آپ میدان عرفات ہی میں تھے جب آیت

الیوم اکملت لکم دینکم	آج تمہارے لیے میں نے دین کو مکمل کر دیا۔

نازل ہوئی۔

یہود و نصاریٰ نے کہا "اگر ہمارے ہاں ایسی کوئی آیت نازل ہوتی تو ہم اسے عید کا دن مقرر کر لیتے، تو حضرت عمر نے فرمایا، "ہمارے ہاں یہ آیت دوہری عید کے دن نازل ہوئی تھی اور یوم عرفہ میدان عرفات میں قیام فرمانے تھے۔"

رسُول اللہ نے دُعا کی ہے "اے اللہ حاجی کی بخشش فرما اور اس کے لیے بھی جس کے لیے حاجی نے مغفرت کی ہے۔"

کہتے ہیں حضرت علی بن موفق نے رسُول اللہ کی طرف سے کئی حج ادا کیے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسُول اللہ کو خواب دیکھا، فرمایا اے ابن موفق کیا تو نے میری طرف سے حج کیے ہ

میں نے عرض کیا، جی حضور! فرمایا تُو نے میری طرف سے لبیک کہی۔ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا اچھا اس کا صلہ میں تجھے قیامت میں دوں گا، لوگ ابھی حساب کتاب کی پریشانی میں ہوں گے کہ میں تجھے ہاتھ پکڑ کر جنت میں پہنچا دوں گا۔"

فضیلت مکہ و کعبہ

رسول نے فرمایا ہے :۔

" اللہ تعالیٰ نے کعبہ سے وعدہ کر رکھا ہے کہ ہر سال چھ لاکھ افراد حج کریں گے جب کبھی تعداد اس سے کم ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیج دیتے ہیں۔"

روزِ حشر، کعبہ ایک عروس کی طرح لایا جائے گا اور حاجی اس کے پردوں سے لگے ہوں گے اس کے اردگرد طواف کر رہے ہوں گے یہاں تک کہ کعبہ جنت میں چلا جائے اور یہ سب لوگ بھی ساتھ چلے جائیں گے۔

روایت ہے کہ "حجرِ اسود جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت ہے، حشر کے دن اسے دو آنکھیں اور ایک زبان عطا کی جائے گی۔ جس کسی نے اسے حق و صداقت سے چوما ہو گا وہ اس کے لیے گواہی دے گا۔"

رسُول اللہ بکثرت حجرِ اسود کا بوسہ دیا کرتے تھے ایک دفعہ حضرت عمر نے اس کا بوسہ دیا اور فرمایا، "مجھے معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ اگر رسُولِ خدا کو بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو کبھی بوسہ نہ دیتا۔"

بعد ازاں آپ رونے لگے، پیچھے دیکھا تو حضرت علی کھڑے ہیں، علی نے کہا ایسا نہ کہیے آپ نے فرمایا ابوالحسن یہاں آنسو نہیں تھمتے، علی نے کہا، امیرالمومنین! یہ نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے سوال کیا کیسے؟ فرمایا، جب اللہ نے بنو آدم سے اقرار لیا تھا تو اس کا ایک نوشتہ تیار کیا گیا تھا۔ اسے یہ پتھر نگل گیا اب یہ ایمان والوں کے حق میں وفاداری کی اور کافروں کے حق میں انکار کی گواہی دے گا۔ کہتے ہیں حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہوئے لوگ جو یہ کہتے ہیں، "اے اللہ! تیرے اوپر ایمان لاتے ہوئے، تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے اور تیرے ساتھ کیے ہوئے عہد کی وفاداری میں" اس کا یہی مطلب ہے۔

حسن بصری سے روایت ہے "کہ مکہ میں ایک دن کا روزہ ایک لاکھ روزوں کے برابر ہے اور ایک درہم کا صدقہ ایک لاکھ درہم کے صدقے کے مساوی ہے اور اسی طرح ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کی برابر ہے۔"

Marfat.com

فرمانِ مصطفوی ہے :۔

" بروزِ حشر زمین سے سب سے پہلے میں نکلوں گا پھر اہلِ جنت البقیع کے پاس آؤں گا وہ میرے ساتھ میدانِ حشر میں آئیں گے پھر اہلِ مکہ کے پاس آؤں گا اور ان سب کو حرمین کے درمیان جمع کروں گا ۔"

کہتے ہیں ہر دن کوئی نہ کوئی ابدال طوافِ کعبہ کرتا ہے اور ہر رات کوئی نہ کوئی اوتاد، جس دن یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا کعبہ اٹھا لیا جائے گا ، صبح لوگ دیکھیں گے کہ کعبہ کا کوئی نشان نہیں ، ایسا اس وقت ہوگا جب کہ سات سال گزر جائیں گے اور کوئی بھی حج بیت اللہ کے لیے نہیں آئے گا ، پھر قرآن مجید اٹھا لیا جائے گا ، سفید کاغذ بن جائیں گے جن میں کوئی حرف نہ ہوگا بعد ازاں دلوں سے قرآن اٹھا لیا جائے گا اور کسی کو ایک حرف بھی یاد نہ رہے گا پھر لوگ شعر، گیت ، گانے اور قصوں میں لگ جائیں گے ۔ اس کے بعد دجّال برآمد ہوگا اور پھر حضرت عیسٰی تشریف لائیں گے اور اُسے قتل کریں گے ۔ اس وقت قیامت ایسی ہوگی جیسے پورے مہینوں کی حاملہ ہو کہ ہر لحظہ وضع حمل کی اُمید ہو۔

قیامِ مکہ

بعض لوگ گرانی و گنجانی کی وجہ سے مکہ میں قیام کو ناپسند کرتے ہیں ۔ حضرت عمر حج کے بعد حاجیوں کو واپس کر دیتے تھے کہیں کعبہ سے مانوس ہو کر یہیں نہ رہ پڑیں ، فرمایا کرتے تھے " اے یمنیو ! اپنے یمن واپس چلے جاؤ ، اے شامیو ! اپنے شام چلے جاؤ اور اے عراقیو ! واپس عراق چلے جاؤ "۔

اس طرح کعبہ سے دُور رہ کر دوبارہ جانے کا شوق پیدا ہوتا ہے ، بعض علماء کا خیال ہے کہ وہاں رہ پڑنے سے گناہ سرزد ہو جانے کا خوف ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ وہاں نہ ٹھیرے ، اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے :

مثابۃ للناس و امنا ۔ لوگوں کے لیے ثواب و امن کی جگہ ہے ۔

البتہ جو شخص مکہ میں رہ کر وہاں کا حق ادا کر سکے اس کے لیے وہاں رہنا افضل ہے اس پر رسول اللہ کا یہ فرمان دلیل ہے :۔

" اے مکہ ! تو اللہ کی بہترین زمین ہے ، اللہ کے ملکوں میں سب سے زیادہ تو مجھے پسند ہے ، سب سے زیادہ مجھے تجھ سے محبت ہے اگر مجھے یہاں سے نہ نکالا جاتا تو کبھی نہ نکلتا ۔"

Marfat.com

فضیلت مدینہ

مکہ کے بعد مدینہ سب سے افضل ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے:۔
"میری مسجد کی نماز، مسجدِ حرام کی نماز کے علاوہ، دوسری مسجدوں کی نماز سے ہزار درجہ بہتر ہے"۔

مدینہ شریف کے بعد بیت المقدس کی فضیلت ہے۔ حضور نے فرمایا ہے:۔
"بیت المقدس میں نماز پانسو نمازوں کے برابر ہے"۔ ابن عباس فرماتے ہیں "رسول اللہ نے فرمایا مدینہ میں نماز دس ہزار نمازوں کے برابر، مسجد اقصیٰ میں نماز ایک ہزار نمازوں کی برابر اور مسجد حرام میں نماز ایک لاکھ نمازوں کی برابر ہے"۔

شرائط، ارکان، واجبات ممنوعات

حج کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ حج کرنے والا مسلمان ہو اور حج کا موسم ہو لہٰذا بچہ کا بھی حج ہو سکتا ہے اور بڑے کا بھی، لڑکا ہوشیار ہو تو خود احرام باندھے اور اگر بہت ہی چھوٹا ہو تو اس کا سرپرست باندھے پھر جو کچھ خود کرے اس سے بھی کرائے۔ احرام کا وقت شوال، ذی قعدہ اور نویں ذی الحجہ سے قربانی کے دن کی طلوع فجر تک ہے۔ ان اوقات کے علاوہ اگر احرام باندھا ہے تو وہ عمرہ کا ہوگا۔ اس کے لیے ہر زمانے میں احرام باندھا جا سکتا ہے۔

حج کے فرض ہونے کی پانچ شرائط ہیں، اسلام، آزادی، بلوغ، عقل اور موسم حج، اگر کسی بچے یا غلام نے احرام باندھا اور وہ مقام عرفہ یا مزدلفہ میں بالغ ہو گیا یا غلام تھا اور آزاد ہو گیا اور اس نے پھر سے احرام باندھا تو اگر دسویں ذی الحجہ کی صبح سے پہلے ہی وہ عرفہ میں واپس آ گیا تو اس کا یہ حج، فریضہ حج کی تکمیل کر دے گا کیونکہ درحقیقت حج، قیام عرفہ کا نام ہے مگر ایسی صورت میں اُس پر کوئی قربانی واجب نہیں ہوگی۔ عمرہ کے لیے مذکورہ بالا پانچ شرائط میں سے وقت کے سوا باقی چار شرطیں کافی ہیں۔

اگر کسی دُوسرے کی طرف سے حج بدل کرے تو یہ ضروری ہے کہ پہلے وہ اپنا فریضۂ حج ادا کر چکا ہو۔ نفل حج وہ شخص کر سکتا ہے جو پہلے فریضۂ حج ادا کر چکا ہو یا اگر حالت وقوف عرفہ میں حج کو فاسد کر چکا ہے تو اُسے قضا کر چکا ہو اور اگر حج کی منت مانی ہو تو اُسے پُورا کر چکا ہو اور اگر حج بدل کرنا تھا تو کر چکا ہو، ان کے بعد ہی وہ نفل حج ادا کر سکتا ہے، حج میں مذکورہ بالا ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

حج کے فرض ہونے کی یہ شرط ہے کہ آزاد ہو اور حج کی استطاعت رکھتا ہو یہ دونوں شرائط

Marfat.com

پائی جائیں گی تو حج واجب ہو جائے گا اور عمرہ بھی ۔

اگر کوئی شخص تجارت یا زیارت کے لیے مکہ جاتا ہے تو احرام باندھنا لازم ہے اگر حج کا موسم ہو تو حج کرے، ورنہ عمرہ کرکے واپس ہو

استطاعت دو طرح کی ہے ایک تو خود اپنی طرف سے حج کرنے کی استطاعت، اس کا مطلب یہ ہے کہ تن درست ہو، راہ پر امن ہو، آنے جانے کا پورا خرچ ہو، اپنے اور متعلقین کے لیے ضروری اخراجات کا پورا سامان ہو اور کسی قسم کا قرض اس کے ذمہ نہ ہو۔

استطاعت کی دوسری صورت یہ ہے کہ حج بدل کے لیے بھیجا جا رہا ہو، اس میں یہ ضروری ہے کہ جسے حج کے لیے بھیجے، وہ خود اپنا فریضۂ حج ادا کر چکا ہو اور حج بدل کرانے والے کے پاس ادائے قرض سے فارغ ہو کر حج بدل کی اجرت اور اخراجات کے لیے روپیہ موجود ہو۔

اگر کوئی شخص صاحب استطاعت ہے تو وہ حج کو مؤخر کر سکتا ہے لیکن اگر حج فرض ہو گیا تھا اور تاخیر کرنے کے بعد مر گیا تو گنہ گار ہوگا۔

ارکانِ حج

حج کے پانچ رکن ہیں، احرام، طواف، سعی بین الصفا والمروہ، وقوف عرفہ اور سر منڈانا، عمرہ میں وقوف عرفہ نہیں ہے باقی چار شرطیں اس کے لیے بھی ہیں۔

وہ واجبات جن کی قربانی دینے سے تکمیل ہو جاتی ہے، چار ہیں۔ اگر میقات پر احرام نہ باندھے تو ایک قربانی دے۔ اگر عرفات میں غروب تک نہ ٹھیرے تو ایک قربانی دے، اگر رمی جمار چھوٹ جائے تو ایک قربانی دے۔

حج کی قسمیں

حج کی تین قسمیں ہیں، افراد، قران، تمتع، افراد یہ کہ صرف حج کی نیت کرے، قران یہ کہ حج وغیرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے، تمتع یہ کہ صرف عمرہ کی نیت کرکے داخل حرم ہو اور وہیں رہے پھر حج کرلے۔ افراد سب سے افضل ہے یعنی صرف حج کی نیت کرے اور اس کی تکمیل کرے اس کے بعد حدود حرم سے باہر آئے پھر عمرہ کرے۔

سب سے بہتر یہ ہے کہ جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھے اس کے بعد تنعیم بہتر ہے، اس کے بعد حدیبیہ۔ افراد کرنے والے پر کوئی قربانی واجب نہیں، جی چاہے تو نفلی قربانی دے دے۔

حج کی دوسری قسم قران ہے یعنی حج و عمرہ دونوں کی ایک ساتھ نیت کرنا اس میں طواف

Marfat.com

دوبارہ کرنا پڑتا ہے باقی سارے ارکان ایک جیسے ہیں۔ اگر حاجی مکہ کا باشندہ نہیں ہے اور اس نے قرآن کیا ہے تو ایک قربانی واجب ہے۔

حج کی تیسری قسم تمتع ہے یعنی پہلے عمرہ کی نیت کرے اس سے فارغ ہو کر حج کی نیت کرے اور حج ادا کرے اس کے لیے پانچ شرطیں ہیں۔

۱۔ حاجی مکہ کا باشندہ نہ ہو کہیں اور کا رہنے والا ہو۔

۲۔ عمرہ حج سے پہلے ادا کرے۔

۳۔ عمرہ، حج کے مہینوں میں ادا کرے۔

۴۔ حج ادا کرنے سے پہلے حدود میقات سے آگے نہ جائے۔

۵۔ اگر حج بدل کر رہا ہے تو حج و عمرہ دونوں ایک ہی شخص کی طرف سے ہو،

ان شرائط کے ساتھ تمتع کر سکتا ہے، تمتع کرنے والے پر ایک قربانی واجب ہے اگر قربانی نہ دے سکے تو تین روزے ۹ ذی الحجہ تک اور سات روزے ایام تشریق کے بعد مسلسل یا بغیر تسلسل کے رکھے یعنی دس روزے رکھے۔ سب سے افضل حج، افراد، پھر قرآن پھر تمتع ہے۔

ممنوعات

حج اور عمرہ کے ممنوعات چھ (۶) ہیں:۔

۱۔ سلے ہوئے کپڑے پہننا، عورتوں کو سلے ہوئے کپڑے کی اجازت ہے، البتہ منہ ایسے نہ چھپائیں کہ نقاب چہرے سے لگے، مرد نہ سلے کپڑے پہن سکتے نہ سر ڈھک سکتے ہیں البتہ چھتری وغیرہ کے سائے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۲۔ خوشبو لگانا، جسے بھی خوشبو شمار کیا جائے اس سے پرہیز کیا جائے۔

۳۔ بال یا ناخن کٹوانا، سرمہ لگانے، حمام کرنے، پچھنے لگوانے اور کنگھی استعمال کرنے کی اجازت ہے۔

۴۔ جماع سے پرہیز۔

۵۔ جنسی چھیڑ چھاڑ سے پرہیز۔

۶۔ شکار سے اجتناب۔

اگر ان میں سے کسی بھی چیز کا ارتکاب کر لیا تو قربانی دینا واجب ہو جائے گا، بعض صورتوں میں حج کے فاسد ہونے کا خطرہ ہے، بحالت احرام نکاح پڑھنا یا پڑھوانا منع ہے لیکن اگر کسی نے

Marfat.com

ایسا کیا تو قربانی لازم نہیں۔

ترتیبِ اعمال

پہلا مرحلہ پہلا مرحلہ گھر سے میقات تک ہے یعنی وہ مقام جہاں سے بغیر احرام کے آگے نہیں بڑھ سکتے اس مرحلے میں آٹھ باتیں ضروری ہیں۔

۱۔ گناہوں سے توبہ، حق تلفی کا ازالہ، قرض کا ادا کرنا، گھر والوں کے لیے واپسی تک اخراجات کی فراہمی، امانتوں کی واپسی اور حلال زاد راہ ساتھ لینا۔

۲۔ ایسے رفیق حج کی تلاش کرنا جس سے دینی فائدہ کی توقع ہو۔

۳۔ گھر سے نکلنے سے پہلے دو رکعت پڑھنا جن میں سے پہلی میں سورۂ الکافرون اور دوسری میں اخلاص پڑھے، فارغ ہونے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرے:۔

اللهم انت الصاحب فی السفر وانت الخليفة فی الاهل والمال والولد والاصحاب احفظنا وایاهم من کل آفة وعاهة وبلية۔

گھر کے دروازے پر پہنچے تو یہ دعا پڑھے:۔

۴۔ بسم الله توکلت على الله ولا حول ولا قوة الا بالله رب اعوذبک ان اضل او اضل او ازل او ازل او اظلم او اظلم او اجهل او یجهل علی۔

سوار ہونے لگے تو یہ دعا پڑھے:۔

۵۔ بسم الله وبالله والله اکبر توکلت على الله حسبی الله سبحان الذی سخرلنا هذا وما کنا له مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون۔

۶۔ سنت یہ ہے کہ جب تک دن گرم ہو جائے منزل نہ کرے رات میں سفر کرنا بہتر ہے۔ رسول کریم نے فرمایا ہے، سفر اندھیرے میں کرو کیونکہ رات میں زمین کی طنابیں کھینچ دی جاتی ہیں، دن میں نہیں۔

۷۔ تنہا پیادہ سفر نہ کرے، کہیں کوئی لوٹ نہ لے۔

Marfat.com

۸۔ بلندی پر جائے یا پستی کی طرف آئے یا وحشت وخوف محسوس کرے تو دعائیں پڑھیں۔

دوسرا مرحلہ

دوسرا مرحلہ احرام کا ہے یعنی میقات سے مکہ تک کا ہے، اس میں پانچ امور ضروری ہیں :۔

۱۔ احرام باندھنے کے ارادے سے غسل کرنا، پورا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے حجامت بنوا لے، ناخن ترشوالے اور ہر طرح کی صفائی کرلے۔

۲۔ سلے ہوئے کپڑے اتار دے، خوشبو لگائے، احرام کی حالت میں اگر یہ خوشبو باقی رہ جاتی ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۳۔ احرام کی نیت کافی ہے مگر مسنون یہ ہے کہ نیت کے ساتھ لبیک کہے۔

تلبیہ یہ ہے :۔

لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک

۴۔ احرام باندھنے کے بعد کہے "اے اللہ میں نے حج کا ارادہ کیا ہے۔ اسے میرے لیے آسان کر دے، فرض کی ادائیگی میں میری مدد کر اور اسے قبول فرمالے۔"

تیسرا مرحلہ

تیسرا مرحلہ مکہ میں داخل ہونے سے طواف تک ہے، اس میں چھ باتیں ضروری ہیں :۔

۱۔ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ذی طویٰ میں غسل کرے۔ حج میں نو غسل سنت ہیں، غسل احرام، مکہ میں داخل ہونے سے پہلے، طواف قدوم کا غسل، وقوف عرفہ کا غسل، وقوف مزدلفہ کا غسل، تینوں جمروں کی رمی کے تین غسل، طواف وداع کا غسل، جمرۂ عقبہ کی رمی کے لیے غسل نہیں ہے۔ امام شافعی کے نزدیک طواف زیارت و وداع کے لیے غسل نہیں ہے لہٰذا سات رہ جاتے ہیں۔

۲۔ شہر مکہ میں داخل ہونے سے پہلے دعا کرے۔

۳۔ بالائی گھاٹی سے داخل ہو جسے کدا گھاٹی کہتے ہیں رسولِ خدا نے ایسا ہی کیا تھا اور کُدا گھاٹی کی طرف سے نکلے۔

۴۔ جب راس الردم تک پہنچے تو خانۂ کعبہ پر نظر پڑتے ہی یہ دعا پڑھے :۔

لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللھم انت السلام ومنک السلام ودارک

دار السلام تبارکت یا ذوالجلال والاکرام اللھم ان ھذا بیتک عظمتہ وکرمتہ وشرفتہ اللھم فزدہ تعظیما وزدہ تشریفا وتکریما۔

۵۔ باب بنی شیبہ کی طرف سے مسجد حرام میں داخل ہو اور دعا پڑھے۔

بسم اللہ وباللہ ومن اللہ والی اللہ وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ۔

جب بیت اللہ کے قریب جائے تو دعا پڑھے۔

۶۔ سیدھا حجراسود کی طرف بڑھے بوسہ دے ورنہ دائیں ہاتھ سے مس کرے اور دعا پڑھے۔

اللھم امانتی ادیتھا ومیثاقی تعاھدتہ اشھد لی بالموافاۃ

اگر بوسہ بھی نہ دے سکے تو سامنے کھڑے ہو کر مذکورہ دعا پڑھے اور فوراً طواف قدوم میں لگ جائے البتہ اگر فرض نماز کی جماعت ہو رہی ہو تو پہلے اس میں شریک ہو پھر طواف کرے۔

چوتھا مرحلہ: چوتھا مرحلہ طواف کا ہے، کسی قسم کا بھی طواف ہو چھ باتیں ضروری ہیں۔

۱۔ طواف نماز کی طرح ہے لہٰذا وضو وغیرہ کے جو شرائط نماز کے لیے ہیں، طواف کے لیے بھی ہیں البتہ طواف میں باتیں کر سکتے ہیں، ابتدائے طواف میں اضطباع کرے یعنی چادر کے درمیانی حصے کو داہنی بغل کے نیچے اور دونوں اطراف کو بائیں کاندھے پر ڈال لے۔ طواف شروع کرتے ہی لبیک کہنا بند کر دے اور جو دعائیں ہم آگے لکھیں گے وہ پڑھے۔

۲۔ طواف کا یہ طریقہ ہے کہ دیوار کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ کی طرف کر کے تین قدم چھوڑ کر کعبہ کے اردگرد سات چکر لگائے، ابتدا حجراسود کے چومنے سے کرے دوسری بار کے چومنے تک ایک پھیرا ہوتا ہے، اسی طرح سات بار کرے۔

۳۔ ابتدائے طواف میں یہ دعا پڑھے:۔

بسم اللہ وباللہ واللہ اکبر اللھم ایمانا بک وتصدیقاً بکتابک

Marfat.com

ووفاء بعهدک واتباعا لسنة نبیک محمد۔

۴۔ تین پھیروں میں کاندھے کو ذرا جھٹکا کر چلے، باقی میں معمولی رفتار رکھے، ہر پھیرے میں حجرِ اسود اور رکن یمانی کا چومنا مستحب ہے۔

۵۔ سات پھیرے لگانے سے طواف مکمل ہوجاتا ہے۔ اب ملتزم پر آئے یعنی بعد کی دیوار کا وہ حصہ جو دروازہ و حجرِ اسود کے درمیان واقع ہے یہ قبولیت کی جگہ ہے یہاں پہنچ کر غلافِ کعبہ کو پکڑ کر مُنہ کعبہ سے لگا کر دُعا کرے، حضرت محمدؐ اور رسولوں پر درود بھیجے۔

۶۔ بعد ازاں مقامِ ابراہیم کی طرف آئے اور دو رکعت پڑھے پہلی میں سورۂ الکافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ ہر سات پھیرے کے لیے دو رکعت پڑھنا سُنت ہے۔

پانچواں مرحلہ

طواف سے فارغ ہونے کے بعد مسجدِ حرام کے باب صفا سے نکل کر کوہ صفا پر جائے بقدر قد آدم اس چھوٹی سی پہاڑی پر تھوڑا سا چڑھنا مستحب ہے، رسولِ خدا اتنا چڑھتے تھے کہ کعبہ نظر آنے لگا تھا اس کے دامن میں سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ سعی کی ابتداء دامن کوہ سے بھی کافی ہے۔ لیکن چند سیڑھیاں چڑھ جانا اچھا ہے، یہاں سے کوہِ مروہ کی طرف منہ کر کے سعی شروع کرے جب کوہِ مروہ پر پہنچ گیا اور وہاں چڑھ کر صفا کی طرف مُنہ کر لیا تو ایک پھیرا مکمل ہوگیا پھر کوہِ صفا پر واپس ہوا اور مروہ کی طرف متوجہ ہوا تو دُوسرا پھیرا ہوگیا، اس طرح سات پھیرے مکمل کرے، اب طوافِ قدوم اور سعی سے جو سُنت ہیں فراغت ہوگئی۔ سعی میں بھی پاک اور باوضو ہونا چاہیئے لیکن طواف میں پاک اور باوضو ہونا واجب ہے، اگر سعی قدوم کر چکے تو وقوف عرفہ کے بعد سعی نہیں کرنی چاہیئے، بس یہی سعی رکنِ حج ہے اور کافی ہے۔

چھٹا مرحلہ

چھٹا مرحلہ وقوف عرفہ کا ہے، اگر کوئی حاجی ۹، ذی الحجہ ہی کو پہنچ سکا اور عرفات ہی میں آکر شریک حج ہو سکا تو وقوف عرفہ سے پہلے نہ مکّہ میں داخل ہوا اور نہ طوافِ قدوم کرے۔ اگر اس سے پیشتر مکہ میں آگیا اور طواف کر چکا تو وہ اسی طرح احرام باندھے، ساتویں تک انتظار کرے ساتویں ذی الحجہ کو ظہر کے بعد کعبہ کے قریب خطیب اعلان کرے کل یعنی آٹھویں کو منیٰ جا کر رات بسر کرنے اور نویں کو عرفات جا کر وقوف کرنے کے لیے تیار ہو جائیں عرفات میں وقوف کا وقت نویں کو زوال کے بعد سے لے کر

دسویں کی صبح صادق تک ہے، بس در اصل حج یہی ہے اگر یہ نہیں ہو سکا تو حج نہیں ہوا پھر قربانی دے کر عمرہ سے حلال ہو جانا چاہیئے اور حج کو آئندہ سال کے لیے اٹھا رکھے، یہی وجہ ہے کہ لوگ عرفات میں قیام کرنے کا سب سے زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔ ایام حج کے نام یہ ہیں۔

ساتویں ذی الحجہ یوم الاعلان ۔ آٹھویں یوم الترویہ

نویں یوم عرفہ ۔ دسویں یوم النحر

گیارھویں یوم القرار ۔ بارھویں یوم النفر الاوّل

تیرھویں یوم النفر الثانی

ان دنوں کے اعمال حج یہ ہیں، ترتیب کا خیال رکھنا چاہیئے ورنہ قربانی واجب ہو جاتی ہے۔ آٹھویں کو یوم الترویہ ہے اس دن بعد نماز فجر مکہ سے روانہ ہو کر منیٰ چلے جانا چاہیئے اگر کوئی شخص سات ذی الحجہ کو آجائے تو مضائقہ نہیں۔ یہاں مسجد خیف میں آٹھویں کی ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور نویں کی نماز فجر پڑھنی چاہیئے اگر مغرب کی نماز وہاں نہ پڑھ سکے تو دوسری جگہ پڑھ لے لیکن منیٰ ہی میں رہے۔

یوم عرفہ یعنی نویں کو فجر کی نماز کے بعد عرفات کی طرف چلے جانا چاہیئے اور زوال آفتاب سے پہلے پہنچ جانا چاہیئے، یہاں سوائے وادیٔ عرفہ کے جہاں چاہے ٹھیر جائے، میدان عرفات میں غسل کر کے باوضو داخل ہونا بہتر ہے۔ یہاں زوال کے بعد امام دو خطبے دے گا اور ظہر و عصر کی نماز آگے پیچھے ایک ساتھ پڑھلئے گا۔ عرفات میں مغرب کی نماز کے وقت تک رہے اس کے بعد مزدلفہ روانہ ہو جائے۔ عرفات کے قیام کے بعد سب سے اہم فریضہ ختم ہوا اگر کوئی شخص دسویں کی صبح تک نہیں پہنچ سکا تو اس کا حج نہیں ہوا۔

ساتواں مرحلہ

مزدلفہ میں مغرب و عشا ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھی جاتی ہیں ان کے بعد سنت مغرب، عشاء کی سنتیں اور وتر پڑھے جاتے ہیں۔ رات مزدلفہ میں گزارنی چاہیئے اگر کوئی حاجی آدھی رات سے پہلے وہاں سے روانہ ہو گیا تو قربانی لازم ہو گی۔

یوم النحر یعنی دسویں کو مزدلفہ میں نماز پڑھ کر منیٰ کی طرف روانہ ہو جانا چاہیئے، راہ میں وادیٔ محسر آتی ہے یہاں سے تیزی سے گزرنا چاہیئے۔ مزدلفہ سے روانگی کے وقت چھوٹی چھوٹی سترّ کنکریاں ساتھ لے لینی چاہئیں، ستر کافی ہیں، زیادہ لینے میں مضائقہ نہیں کنکریاں چھوٹی

Marfat.com

ہوں، مشعر حرام تک پہنچے جو کہ مزدلفہ کا آخر ہے تو کھڑے ہو کر دعا کرے، منیٰ سے آگے چل کر راہ پر تین مقامات پر چبوترے کے سے نشان ہیں ان میں سے ہر ایک پر سات سات کنکریاں مارے، ضروری نہیں ہے کہ نشان پر ہی لگیں، طلوع آفتاب کے بعد ایسا کرنا چاہیئے، رمی کے بعد تلبیہ ختم کر کے تکبیر و تحمید کرنی چاہیئے۔ بعد ازاں قربان گاہ پر آکر واجب یا مستحب یا نفل قربانی پیش کرے۔ قران یا تمتع والوں پر قربانی واجب ہے اگر قربانی نہیں کر سکتا تو سات آٹھ اور نو ذی الحجہ کو روزے رکھے اور سات حج کے بعد مکہ میں یا گھر واپس آکر جو لوگ سادہ حج کرتے ہیں ان پر قربانی واجب نہیں ہے۔

قربانی کے بعد مردوں کو چاہیئے کہ وہ بال منڈ والیں اگر بال نہ ہوں تو استرہ پھروالیں عورتوں کو چاہیئے کہ سر کے کسی حصے سے دو تین انچ بال کٹوالیں یا ایک ہی بال کٹوالیں، عورت کے لیے سر منڈوانا روا نہیں۔ بال منڈوانے کے بعد احرام ختم ہو جاتا ہے اب سوائے نکاح اور جماع کے سب کچھ جائز ہو جاتا ہے۔

اسی دن مکہ آکر طواف زیارت کرے یہ طواف رکن و طواف فرض کہلاتا ہے اس کے لیے ۱۲ ذی الحجہ تک کی میعاد ہے لیکن بہتر ہے کہ دسویں ہی کو فارغ ہولے۔ پھر واپس منیٰ آجائے اور رات یہیں گزارے گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں رات یہیں بسر کرنا مسنون ہے، ان دنوں میں زوال کے بعد تینوں جگہ کنکریاں مارنے چلا جایا کرے۔ ۱۳ ذی الحجہ کو عصر کے بعد مکہ آجائے اب حج کی تکمیل ہو گئی۔

آٹھواں مرحلہ عمرہ

مکہ اور مدینہ کی راہ میں تین میل دور تنعیم پڑتا ہے۔ جب تک مکہ میں رہے جتنی بار ہو سکے وہاں جا کر عمرہ کا احرام باندھ لے اور مکہ آکر طواف و سعی کر کے عمرہ کی تکمیل کیا کرے، عمرہ میں مندرجہ ذیل امور واجب ہیں۔ نیت، احرام، طواف، سعی اور سر منڈوانا۔ اس کے بعد عمرہ مکمل ہو جاتا ہے۔

نواں مرحلہ طوافِ وداع

مکہ سے روانگی کے وقت، کعبہ سے رخصت ہو یعنی طوافِ وداع کرے، یہ بھی عام طوافوں کی طرح ہوتا ہے آخر طواف میں جو کہ ساتواں بار ہوتا ہے توبہ و استغفار اور پھر حاضر ہونے کی دعا کرے۔ حج رضائے الٰہی کے لیے ہونا چاہیئے، مخلوق خدا کو نفع پہنچائے، کوئی کاروبار یا تجارت نہ کرے اور دل کو دنیا کے معاملات سے خالی رکھے۔ اچھی طرح سمجھ لو۔

Marfat.com

دسواں مرحلہ، زیارت مدینہ

رسُول اللہ نے فرمایا ہے جس نے میری وفات کے بعد زیارت کی گویا زندگی میں زیارت کی ،
مدینہ کا قصد ہو تو بکثرت درُود پڑھے وہاں پہنچ کر دعا کرے ۔

○

آٹھواں باب

تلاوت

رسول اللہ نے فرمایا ہے :-
" جو شخص قرآن شریف پڑھے اور یہ خیال کرے کہ کوئی اس سے بڑھ کر نعمت بھی ہے تو اُس نے اس نعمت کی تحقیر کی جسے اللہ نے عظیم قرار دیا ہے ۔"

نیز فرمایا :-
اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن قرآن سے زیادہ بڑا کوئی شفیع نہیں ہوگا، نہ کوئی نبی ، نہ فرشتہ نہ اور کوئی دُوسرا ۔"

فرماتے ہیں :-
" مخلوق کے دو ہزار سال پیدا کرنے سے پہلے اللہ نے طٰہٰ اور یٰسین پڑھی فرشتوں نے سُنیں تو کہا قابل مبارک باد ہے وہ قوم جس پر یہ نازل ہوں گی اور مبارک باد کے قابل ہیں وہ سینے جو ان سورتوں کے حامل ہوں گے اور وہ زبانیں قابل مبارک باد ہیں جو ان کی تلاوت کریں گی ۔"

غافلوں کی تلاوت

حضرت انس فرماتے ہیں :-
" قرآن کے بہت سے تلاوت کرنے والے ایسے ہیں جن پر

قرآن لعنت کرتا ہے "

ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں :-

" عذاب کے فرشتے بُت پرستوں سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ ان حاملینِ قرآن کو پکڑیں گے جو قرآن کے ہوتے ہوئے خدا کی نافرمانی کرتے ہیں "

توراۃ میں ہے :-

" اے بندے ! تجھے شرم نہیں آتی ، اگر راہ چلتے بھی تجھے کسی بھائی کا خط ملتا ہے تو اُس کے خط کو پڑھنے بیٹھ جاتا ہے ، اسے بڑی غور سے پڑھتا ہے تاکہ اس کا کوئی حرف تیری نظر سے نہ رہ جائے اور یہ میرا خط ہے جو میں نے تجھ پر نازل کیا ، دیکھ میں نے کتنی تفصیل سے بار بار باتیں بیان کیں تاکہ تو اچھی طرح سمجھ سکے اور خوب غور کرے پھر بھی تو اس سے منہ پھیرتا ہے ، کیا میں تیرے نزدیک تیرے بھائی سے بھی کمتر ہوں ؟ اے بندے ! تجھ سے کوئی آدمی ایک بات بیان کرتا ہے تو دل سے اس کی بات سُنتا ہے ، ایسے میں اگر کوئی اور شخص باتیں کرنے لگتا ہے یا کوئی کام آن پڑتا ہے تو اشارہ کرتا ہے کہ ٹھیر جاؤ اور اِدھر یہ حال ہے کہ میں تجھ سے باتیں کر رہا ہوں ، تیری طرف ملتفت ہوں اور تو مجھ سے مُنہ موڑ کر دُوسری طرف دل لگائے ہوئے ہے ، کیا تُو نے مجھے دُوسرے آدمیوں سے بھی کمتر سمجھا ہے ؟

اللہ تعالیٰ اس بات سے بدرجہا بلند ہے ،

آدابِ تلاوت

تلاوت باوضو باادب بیٹھ کر کرنی چاہیئے یا احترام کے ساتھ کھڑے ہو کر ، سب سے بہتر یہ ہے کہ تلاوت نماز میں ہو تلاوت میں جلدی نہ کرے کیونکہ رسُول اللہ نے فرمایا ہے :-

" جس نے تین دن سے کم میں قرآن ختم کیا ، اُس نے سمجھ کر نہیں پڑھا "

ایک رات میں ختم کرنے کو اچھا نہیں سمجھا گیا ، ایک ہفتہ میں ایک ختم بہتر ہے ،

تلاوت میں ترتیل مستحب ہے ، حضور نے فرمایا ہے :-

" قرآن دردمندی کے ساتھ نازل ہوا لہذا پڑھو تو دردمندی کے ساتھ پڑھو " دورانِ تلاوت میں آیاتِ سجدہ کا خیال رکھے خواہ خود تلاوت کر رہا ہو یا کسی سے سُن رہا ہو ، اگر باوضو ہو تو فوراً سجدہ کرے ، قرآن میں چودہ سجدے ہیں ، دو سجدے سورۂ حج میں ہیں اور سورۂ ص

Marfat.com

میں کوئی سجدہ نہیں ہے۔

تلاوت کے وقت عظمت خداوندی کا خیال رہے، سمجھ کر پڑھے، یہ اللہ کی عنایت ہے کہ اپنے کلام کو مقام جلالت سے اُتار کر ایسا کر دیا کہ بندے اُسے سمجھ سکتے ہیں۔ اگر اس کی صفت کلام، حروف میں پوشیدہ نہ ہوتی تو عرش بھی عظمت کلام کو برداشت نہ کر سکتا۔ اگر خدائے تعالیٰ موسیٰ کو نہ سنبھالتے تو وہ تاب کلام نہ لا سکتے۔ تلاوت کرتے ہوئے یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ ذوالجلال والعظمہ رب علا اُس سے ہم کلام ہے۔

رسول اللہ نے فرمایا ہے:۔

"قرآن کا ایک ظاہر ہے، ایک باطن، ایک شروع ہے اور ایک آخر۔"

حضرت علی فرماتے ہیں۔

"اگر قرآن کی تفسیر سے ستر اونٹ بھی بھر لو تو اسرار ختم نہ ہوں اور اس کے عجائبات تمام نہ ہوں۔"

جس قدر دل پاک ہوگا معانی کھلیں گے، قرآن کی طرح تفسیر کا تعلق نقل و سماع سے نہیں ہے دیکھو رسول خدا نے ابن عباس کو دعا دی تھی۔ "اے خدا اسے دین میں سمجھا عطا کر اور تاویل کا علم دے۔" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

یعلمه الذین یستنبطونه — اسے وہ لوگ جانتے ہیں جو استنباط کرتے ہیں۔

اس سے اہل علم کے لیے استنباط کا حق ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صرف نقل و سماع تک معانی قرآن کو محدود نہ سمجھنا چاہیئے۔

Marfat.com

نواں باب

ذِکر و دُعا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

ادعونی استجب لکم	مجھے پکارو میں جواب دوں گا ۔

نیز فرماتے ہیں :۔

فاذا قضیتم الصلوٰۃ	جب نماز ختم کر چکو تو اللہ کو
فاذکروا اللہ قیاما وقعودا	اُٹھتے بیٹھتے لیٹتے یاد کرتے
وعلی جنوبکم	رہا کرو ۔

رسُول اللہ کا ارشاد ہے :۔

غافلوں کے درمیان ذکرِ خدا کرنے والا ایسا ہے جیسے مُردوں میں زندہ ہو۔"

نیز فرمایا :۔

"غافلوں میں خدا کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے سوختنی لکڑیوں میں سرسبز و شاداب شاخ ۔"

فرماتے ہیں :۔

"جب کوئی گروہ اللہ کا ذکر کرنے لگتا ہے تو اُسے فرشتے گھیر لیتے ہیں ، اُن پر رحمت چھا جاتی ہے اور اللہ مقربین میں ان کا ذکر کرتا ہے ۔"

فرمانِ نبوی ہے :۔

"جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھے اور ذکرِ خدا نہ کیا نہ اللہ کے رسُول پر درود بھیجا تو یہ مجلس روزِ محشر ان کے لیے افسوس کا سبب ثابت ہوگی ۔"

ارشاد ہے :۔

"میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے جو سب سے بہتر بات کہی وہ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔"

حدیثِ رسول ہے :۔

"جس کسی نے ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ تینتیس بار الحمد للہ اور تینتیس بار اللہ اکبر کہا پھر ایک بار لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد یحی ویمیت وھو علی کل شئی قدیر کہہ کر سو کا عدد پورا کر دیا، اُس کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے خواہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں"

روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا۔ اے رسولِ خدا دنیا نے مجھ سے منہ موڑ لیا ہے اور میرے پاس کچھ بھی نہیں رہا ہے تو آپ نے فرمایا تم فرشتوں کے درود اور خلائق کی اس تسبیح سے کیوں فائدہ نہیں اُٹھاتے جس کے ذریعہ لوگوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا ہے؟ فرمایا، طلوعِ فجر سے نمازِ صبح تک سو بار سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ استغفر اللہ پڑھا کر و دنیا تمہارے پاس جھک کر آئے گی، اس کے ہر کلمہ سے اللہ ایک فرشتہ پیدا کرے گا جو قیامت تک اس کی تسبیح کرتا رہے گا اور تمہیں اس کا ثواب ملتا رہے گا۔ فرمایا :۔

"جب کوئی بندہ الحمد للہ کہتا ہے تو ارض و سما بھر جاتے ہیں پھر دوبارہ کہتا ہے تو ساری کائنات بھر جاتی ہے اور جب تیسری بار کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے، مانگ کیا مانگتا ہے دیا جائے گا۔"

فرمانِ نبوی ہے :۔

"یہ کلمات نہ مٹنے والی نیکیاں ہیں لا الٰہ الا اللہ وسبحان اللہ واللہ اکبر والحمد للہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔"

ارشاد فرماتے ہیں :۔

"یہ وہ کلمات ہیں کہ جس کسی نے کہے اُس کے گناہ بخش دیئے گئے خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔" (ابنِ عمر)

Marfat.com

اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ جتنے بھی ذکر ہیں سب میں حضور قلب نافع ہے ورنہ فائدہ قلیل ہے اس لیے کہ ان کا مقصد اللہ سے مانوس ہونا ہے اور اللہ کے ساتھ وہی مانوس ہو سکتا ہے جس کا دل حاضر ہو۔ اسی کے ذریعہ تم برے خاتمے سے محفوظ رہو گے۔

آدابِ دُعا

دُعا کے لیے خاص اوقات کو نگاہ رکھے، باوضو، قبلہ رو ہو، آواز پست اور عاجزی و انکساری کا اظہار ہو، قبولیت کا یقین ہو اور الحاح و زاری کے ساتھ دعا مانگی جائے۔ دعا مانگنے سے پہلے مظالم کی تلافی کرے اور پہلے حمدِ خدا پھر درود بھیجے پھر دعا کرے۔

درُود کی فضیلت

روایت ہے ایک دن آں حضرت تشریف لائے تو علاماتِ بشارت چہرے پر ظاہر تھے، فرمایا :۔

"میرے پاس بھائی جبریل آئے اور کہا اے محمدؐ! کیا یہ بات آپ کو پسند نہیں کہ آپ کی اُمت کا کوئی فرد ایک بار درود بھیجے تو میں اس پر دس بار درود بھیجوں"۔

فرماتے ہیں

"جو مجھ پر درود بھیجے گا فرشتے اس پر دس بار درود بھیجیں گے اب چاہے کم بھیجو یا زیادہ"

نیز فرمایا :۔

"جس کسی نے کسی تحریر میں درود لکھا فرشتے اس لیے دعائے مغفرت کریں گے، جب تک کہ میرا نام اس تحریر میں موجود ہے"۔

فضیلت استغفار

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

والذین اذا فعلوا فاحشۃ	جنھوں نے کوئی بے حیائی کا کام کیا
اوظلموا انفسھم ذکروا اللہ	یا اپنے اوپر ظلم کیا پھر اللہ کو یاد کیا
فاستغفروا لذنوبھم	اور گناہوں کی معافی چاہی۔

قرآن میں ہے :۔

والمستغفرین بالاسحار	جو صبح صبح استغفار کرتے ہیں۔

رسول اللہ نے فرمایا ہے :۔

"میں دن رات میں ستر بار استغفار کرتا ہوں اور اللہ سے توبہ کرتا ہوں"۔

Marfat.com

نیز فرمایا :-

"جس نے دن بھر میں ستر مرتبہ استغفار کی اس نے بھی کچھ زیادہ نہیں کیا۔"

فرمان نبوی ہے :-

"جس نے گناہ کیا اور یہ جان لیا کہ خدا آگاہ ہے اس کا گناہ بخش دیا جائے گا۔ اگرچہ اس نے استغفار نہ کیا ہو۔"

فرماتے ہیں :-

"اللہ فرماتا ہے اے بندو! تم سب گنہگار ہو سوائے ان کے جنھیں معاف کر دوں۔ مجھ سے مغفرت چاہو معاف کر دوں گا۔ جس نے یقین کیا کہ میں بخشنے کی قدرت رکھتا ہوں میں اسے بخش دیتا ہوں اور ذرا بھی پرواہ نہیں کرتا۔"

حدیث رسول ہے :-

"جس کسی نے سبحانک ظلمت نفسی وعملت سوءً فاغفرا نہ لا یغفر الذنوب الا انت کہا اس کے گناہ بخش دیئے گئے اگرچہ چیونٹیوں کی برابر ہوں۔"

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں :-

"ترک معاصی کے بغیر استغفار جھوٹوں کی توبہ ہے۔"

بہتر یہ ہے کہ دعا کی ابتدا ان الفاظ سے کرے :-

سبحان ربی العلی الاعلی الوھاب لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد یحی ویمیت وھوحی لایموت وھو علی کل شئی قدیر رضیت باللہ ربّا و بالاسلام دینا و بمحمّد نبیاً۔

بعدازاں یہ دعا پڑھے :-

اللّٰھم فاطر السمٰوٰت والارض عالم الغیب والشھادۃ رب کل شئی وملیکہ اشھد ان لا الہ الا انت اعوذبک من شر نفسی ومن شر الشیطان الرجیم وشریکہ، اللّٰھم انی اسألک العفو والعافیۃ فی دینی واھلی ومالی اللّٰھم استر عوراتی وآمن روعاتی۔

دعائیں بہت سی ہیں جن سے حضور قلب میسّر ہوا کرے وہی پڑھ لیا کرو۔

دسواں باب

اوراد

یہ زمین اللہ نے اپنے بندوں کے لیے اس لیے بنائی ہے تاکہ یہاں رہ کر آخرت کا توشہ مہیا کریں۔ جو مصیبتیں پیش آتی ہیں ان سے بچتے رہیں۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ یہ عمر رواں اس طرح ہمیں لیے جا رہی ہے جیسے کشتی۔ ہماری حیثیت مسافر کی سی ہے اس سفر کی پہلی منزل گہوارہ اور آخری گور ہے، اصلی وطن جنت ہے یا دوزخ، اس سفر کی مسافت کا نام عمر ہے۔ سال سفر کی منزلیں ہیں، مہینے فرسنگ اور دن میلیں، سانس قدم، طاقت حق دولت، وقت سرمایہ، شہوتیں وغیرہ راہزن، سفر کا نفع جنت، آسائش جنت اور دیدار خدا ہے اور خسارہ دوزخ، عذاب اور اللہ سے دوری ہے لہذا جو شخص بھی ایک لحظہ غفلت میں گزارتا ہے۔ وہ بڑے بھاری نقصان میں مبتلا ہے جس کی انتہا نہیں اور ایسی ناکامی میں پھنس گیا ہے جس کی کوئی حد نہیں۔

فضیلت، ترتیب، احکام

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

ان لک فی النہار سبحا طویلا واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا۔

آپ کے لیے دن میں طویل تسبیح ہے اپنے رب کے نام کو یاد کرو اور سب کو چھوڑ کر اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

اگر تم ایسی کامیابی چاہتے ہو جس کے بعد ناکامی کا منہ نہ دیکھو تو دن رات طاعت خداوندی میں صرف کرو، رسول خدا کی اگلی پچھلی سب خطائیں معاف کر دی گئی تھیں پھر بھی آپ کو طاعت کا حکم تھا تو اچھی طرح سوچ لو تمھیں کس قدر طاعت کی ضرورت ہے اور

Marfat.com

کتنے خطرے درپیش ہیں - دینوی امور میں بقدر ضرورت وقت صرف کرو باقی آخرت کے لیے رکھو، تہجد کو نہ چھوڑو۔

حضور نے فرمایا ہے :۔

"قیامِ لیل ضرور کرو خواہ اتنی ہی دیر کیوں نہ ہو جتنی دیر ایک بکری دوہی جاتی ہے۔" نرم بستر، استراحت نفس کے لیے تیار نہ کرو، نماز اور ذکرِ الٰہی میں مشغول رہو حتیٰ کہ نیند غالب آجائے۔

رسول خدا نے فرمایا ہے :۔

"جب تم سوتے ہو تو شیطان پیشانی پر تین گرہ لگا دیتا ہے ہر گرہ پر مہر ہوتی ہے تاکہ ساری رات سوتے رہو، اگر اٹھ کر اللہ کو یاد کر لیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر وضو کیا تو دوسری پھر نماز پڑھی تو تیسری بھی۔ ایسا شخص صبح کو خوش خوش اٹھتا ہے ورنہ صبح کے وقت خباثت و تھکان کے ساتھ بیدار ہوتا ہے۔"

حدیث شریف میں آیا ہے :۔

"رسول اللہ کے حضور ایک ایسے شخص کا ذکر ہوا جو ساری رات سوتا رہا، فرمایا اس کے کان میں شیطان پیشاب کر گیا ہے۔"

فرمانِ نبی ہے :۔

"بندہ رات کی تاریکی میں جو دو رکعت پڑھتا ہے وہ دُنیا و مافیہا سے بہتر ہیں اگر مجھے اُمت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو انھیں فرض کر دیتا۔"

فضیلت بھری راتیں

فضیلت والے دنوں کا ذکر گزر چکا اب ہم صاحب فضیلت راتوں کا ذکر کرتے ہیں، یہ سال میں پندرہ ہیں - رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتیں، سترھویں کی رات کیونکہ اس رات کو باطل و حق کے درمیان تفریق ہوئی اور میدان بدر میں دونوں طاقتیں ٹکرائیں۔

رمضان شریف کے علاوہ دوسری راتیں یکم محرم اور عاشورہ کی رات ہے، رجب کی پہلی، پندرھویں اور ستائیسویں یہ شب معراج ہے، اس رات کی نماز کے بارے میں ارشاد رسول ہے اس رات میں نیکی کرنے والے کے لیے سو سال کی نیکی کا اجر ہے۔

شب معراج میں بارہ رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ آتی پڑھے ہر دو رکعت

کے بعد تشہد پڑھے اور سلام پھیرے، سوبار استغفار، سوبار درود پھر جو دعا مناسب سمجھے دینوی ہو یا اُخروی کرے صبح کو روزہ رکھے اللہ اس کی ساری دعائیں قبول کرے گا بشرطیکہ معصیت کی دعا نہ ہو۔

پندرھویں شعبان کی رات میں سو رکعت پڑھے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد دس بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ عیدین کی رات میں جاگنا اور ذکرِ الٰہی کرنا مستحب ہے۔ رسُول اللہ نے فرمایا ہے "جس نے عیدین کی راتوں کو زندہ رکھا اس کا دل اُس دن مردہ نہیں ہوگا جس دن اوروں کے دل مردہ ہوں گے۔" ماہِ ذی الحجہ کی آخری رات کی بھی بڑی فضیلت ہے

○

گیارھواں باب

کھانے پینے کے آداب

کھانا پینا اس ارادے سے کرو کہ قوت حاصل ہو اور خدا کی بندگی کر سکو، صرف حلال غذا کھانی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

یا ایھا الرسل کلوا من	اے پیغمبرو! پاک مال سے کھاؤ
الطیبات و اعملوا صالحا	اور نیک عمل کرو۔

اللہ کے لیے کھاتے ہو تو پہلے ہاتھ پاک کرو: رسُولِ خدا نے فرمایا ہے :۔

"کھانے سے پہلے ہاتھ دھو لینا فقر کو دُور کرتا ہے اور بعد میں دھونا جنون کو"

کھانا دسترخوان پر رکھ کر کھائیے یہ سنتِ رسُول ہے آپ کے سامنے کھانا لایا جاتا تو زمین پر رکھ کر تناول فرماتے اس طرح عاجزی کا اظہار ہوتا ہے۔ فرماتے تھے : "میں تکیہ لگا کر

Marfat.com

نہیں کھاتا، میں ایک بندہ ہوں اور اس طرح کھاتا پیتا ہوں جیسے غلام کھاتے ہیں۔"

آپ کے بعد چار نئی باتیں پیدا ہوگئی ہیں۔ (۱) تپائیاں (۲) چھلنیاں (۳) اشنان (ایک قسم گھاس جو بطور صابن ہاتھ دھونے کے لیے استعمال کی جاتی ہے) (۴) شکم سیری۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ تپائی پر کھانا منع ہے کیونکہ ہر نئی چیز منع نہیں ہوتی۔ دستر خوان پر شروع سے لے کر آخر تک اطمینان سے بیٹھا رہے۔ آپ اسی طرح کرتے تھے، کبھی دونوں گھٹنے موڑ کر بیٹھتے اور کبھی ایک پائے مبارک کو بچھا کر، داہنا پاؤں کھڑا کر کے بیٹھتے۔ لیٹ کر یا تکیہ لگا کر کھانا مکروہ ہے سوائے فواکہ کے کہ ان میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

کھانے میں کم کھانے کا ارادہ رکھنا چاہیئے کیونکہ بسیار خوری سے عبادت نہیں ہوسکتی، رسول اللہ نے فرمایا ہے:۔

"اولادِ آدم نے پیٹ سے بدتر اور کوئی ظرف نہیں بھرا، انسان کے لیے چند لقمے کافی ہیں جن سے اس کی پیٹھ سیدھی رہ سکے اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو ایک تہائی شکم کھانے کے لیے ایک تہائی پینے کے واسطے اور ایک تہائی سانس کے لیے چھوڑ دے۔"

جب تک خوب بھوک نہ لگے نہ کھائے کیونکہ پیٹ بھرے پر پھر پیٹ بھر لینا دل کو سخت کر دیتا ہے، پیٹ بھرنے سے پہلے ہاتھ روک لینا چاہیئے، کھانے پر اچھے سالن اور اچھے کھانے کا انتظار کرنا روٹی کی توہین ہے۔ جہاں تک ہو سکے کھانے والے زیادہ سے زیادہ ہوں۔

کوئی اور نہ ہو تو اپنے اہل وعیال ہی کو شریک کر لینا چاہیئے، بہتر کھانا وہ ہے جس میں کھانے والے زیادہ ہوں، حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور تنہا کھانا تناول نہیں فرمایا کرتے تھے۔

کھانے کا طریقہ

کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھے اور کھا چکے تو الحمدللہ کہے، بہتر ہے کہ ہر لقمہ کے ساتھ بسم اللہ کہے تاکہ یادِ خدا قائم رہے، پہلے پر بسم اللہ، دوسرے پر بسم اللہ الرحمان اور تیسرے پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے، بسم اللہ آواز سے کہے تاکہ دوسروں کو بھی یاد آجائے۔ دائیں ہاتھ سے کھائے، شروع اور آخر میں نمکین چیز کھائے، لقمے چھوٹے لے، ہر لقمہ کو اچھی طرح چبائے، سامنے کا کھانا چھوڑ کر دور کے رکابیوں کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے، کسی کھانے کو برا نہ کہے جو اچھا لگے کھالے جو اچھا معلوم نہ ہو

Marfat.com

چھوڑ دے۔ حضور کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے۔ ایک طرف سے کھانا لے۔ طشت کے بیچ سے نہ لے۔ روٹی یا گوشت کو چھری سے نہ کاٹے۔ اس کی ممانعت آئی ہے۔ روٹی پر پیالہ نہ رکھے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے روٹی کی تعظیم کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ آسمانی برکت نازل فرمائی ہے روٹی سے ہاتھ صاف نہ کرنے چاہئیں۔ اگر لقمہ ہاتھ سے گر جائے تو اُسے اٹھا لینا چاہیئے صاف کر کے کھاؤ شیطان کے لیے نہ چھوڑو کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹ کر صاف کر دو۔ گرم کھانے میں پھونک نہ مارو اس کی ممانعت ہے پھل طاق عدد میں کھاؤ۔ کھجوریں کھا کر گٹھلیاں کھجوروں کے ساتھ برتن میں نہ رکھو۔

پینے کے لیے برتن دائیں ہاتھ میں تھامو، بسم اللہ پڑھو اور آہستہ آہستہ گھونٹ پیو پینے کے بعد یہ دعا پڑھو:۔

الحمد للہ الذی جعلہ عذبا فراتا ولم یجعل ملحا اجاجا بذنوبنا۔

اگر کوئی چیز تقسیم کرو تو داہنی سمت سے شروع کرو۔ کھانے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جمع کر لو، کہتے ہیں جس نے رکابی صاف کی اُسے غلام کی آزادی کے برابر ثواب ملا۔ جب تک دسترخوان نہ اٹھا لیا جائے کھڑے نہ ہو البتہ اگر اور لوگوں کو دسترخوان پر کھانا ہے، تو کھڑے ہو جاؤ اور یہ دعا پڑھو۔

الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات وتنزل البرکات اللھم لا تجعلہ قوۃ علی معصیتک۔

پھر سورۂ اخلاص و ایلاف پڑھے اگر کھانا کسی دوسرے کے گھر کھایا ہو تو کہے اکل طعامکم الابرار وافطر عندکم الصائمون وصلت علیکم الملائکۃ۔

یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وکفانا وآوانا سیدنا ومولانا

اس کے بعد فارغ ہو کر ہاتھ دھوئے۔

اگر کہیں کھانا کھانے کا بہت سے لوگوں کے ساتھ اتفاق ہو تو بڑوں کو ابتدا کرنے دو البتہ اگر وہاں تمہاری حیثیت متبوع و مخدوم کی سی ہو تو تم ابتدا کرو۔ آپس میں اچھی اچھی باتیں کرو، کسی کو کھانے کی قسم نہ دو۔ حضرت حسن بن علی نے فرمایا ہے کھانا قسم سے کم تر ہے، البتہ کھانے کے لیے تین بار اصرار کرنے میں حرج نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص تمہارے سامنے طشت

اٹھا کر پیش کرے تو اس میں سے کچھ نہ کچھ قبول کرلو۔ ایک دفعہ حضرت انس بن مالک اور ثابت بنانی ساتھ کھانے بیٹھے تو انس نے طشت پیش کیا۔ ثابت نے ہاتھ نہ بڑھایا تو حضرت انس نے فرمایا اگر تمہارا کوئی بھائی اکرام کرے تو اسے قبول کرلو اور اس کے اکرام کو واپس نہ کرو، اللہ عزت دیتا ہے۔

سب کو چاہیے کہ ایک ہی برتن میں ہاتھ دھوئیں، حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے اس سے یک جہتی پیدا ہوتی ہے۔ میزبان کو چاہیے کہ وہ پانی ڈالے اور دائیں سے بائیں پانی کا برتن گھمائے۔ دستر خوان پر ایسی حرکتیں نہ کرو جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں جیسے لوگوں کے چہروں کی طرف دیکھنا، ہاتھ کو برتن میں جھٹکنا یا کم خوری دکھانے کے لیے کھانے سے جلدی ہاتھ کھینچ لینا حضرت جعفر بن محمد نے فرمایا ہے، "جب کبھی اپنے بھائیوں کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھو تو دیر تک بیٹھے رہو، یہ ساعتیں تمہاری عمر میں شمار نہ ہوں گی"

حضور نے فرمایا ہے :۔

"فرشتے تم پر اس وقت تک رحمت بھیجتے رہتے ہیں جب تک کہ تمہارے سامنے دستر خوان دھرا رہتا ہے۔"

حضرت حسن فرماتے ہیں :۔

"انسان جو کچھ اپنے اور اپنے ماں باپ پر صرف کرتا ہے اس کا حساب ہوگا لیکن جو اپنے بھائیوں کے کھانے پر صرف کرتا ہے وہ دوزخ کے لیے حجاب بن جائے گا۔"

حضرت علی فرماتے ہیں :۔

"ایک سیر کھانے پر میں اپنے بھائیوں کو جمع کروں یہ بات" ایک غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے۔"

لوگ جب کبھی قرآن کی تلاوت کے لیے جمع ہوتے تو کچھ نہ کچھ کھا پی کر ہی منتشر ہوتے تھے، حدیث شریف میں ہے :۔

"اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے ابن آدم! میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا وہ دریافت کرے گا اے خدا میں کیسے تجھے کھلاتا؟ تو تو سارے عالم کا پروردگار ہے۔ اللہ فرمائے گا تیرا فلاں بھائی بھوکا تھا تو نے اُسے نہیں کھلایا، اگر اُسے کھلاتا تو مجھے ہی کھلاتا۔"

رسول اللہ نے فرمایا ہے :۔

"جنت میں ایسے حجرے بھی ہیں جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی اندر سے

Marfat.com

دکھائی دیتا ہے، یہ ان کے لیے جو نرم گفتگو کرتے ہیں۔ لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور جب لوگ سوتے ہوتے ہیں اس وقت نماز پڑھتے ہیں۔"

دعوت میں بغیر بلائے نہیں جانا چاہیئے البتہ اگر یہ معلوم ہو کہ میزبان اُسے دیکھ کر خوش ہوگا تو کوئی مضائقہ نہیں۔ رسُولِ خدا نے فرمایا ہے۔" جو شخص بغیر بلائے کھانے گیا وہ فاسق کی چال چلا اور اُس نے حرام کھایا سوائے اس شخص کے جسے معلوم ہو کہ میزبان اُسے دیکھ کر خوش ہوگا۔"

رسُول اللہ، ابوبکر اور عمر حضرت ابوایوب انصاری اور ابوالہیثم بن تیہان کے گھر بغیر بلائے کھانے کے لیے گئے وہ بھوکے تھے۔

اگر کوئی شخص کسی عزیز قریب یا دوست کے گھر جائے اور صاحب خانہ موجود نہ ہو اور یہ جانتا ہو کہ وہ خوش ہوگا تو کھا سکتا ہے میزبان سے کسی خاص کھانے کی فرمائش نہ کرنی چاہیئے یہ اچھی بات نہیں ہے، ہوسکتا ہے اس کے لیے دشواری پیدا ہو جائے البتہ اگر یہ یقین ہو کہ میزبان کو کوئی دشواری نہ ہوگی تو جائز ہے۔ اگر میزبان دو چار کھانوں میں سے کسی کو انتخاب کرنے کا اختیار دے تو آسان کو ترجیح دے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ میزبان مہمانوں سے ان کی اپنی اپنی پسند کے بارے میں دریافت کرے۔ یہ تو بڑے ثواب کی بات ہے' حضرت جابر فرماتے ہیں کہ رسُولِ خدا نے فرمایا ہے۔" جس کسی نے اپنے بھائی کو اس کی پسند سے لذت یاب کیا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہزاروں نیکیاں لکھ دیتے ہیں، ہزاروں گناہ بخش دیتے ہیں اور اسے تین جنّتوں سے متمتع کرتے ہیں، جنّتِ فردوس، جنّتِ عدن، جنّتِ خلد۔"

مہمان سے یہ نہ دریافت کرے کہ کھانا لادوں بلکہ سامنے لاکر رکھ دے، پسند آئے گا تو کھالے گا ورنہ اُٹھالے امام ثوری نے ایسا ہی فرمایا ہے۔

آدابِ ضیافت

رسول اللہ نے فرمایا ہے:۔

" مہمان کے لیے تکلف نہ کرو جس نے تکلف کیا اُس نے مہمان سے نفرت کی اور جس نے مہمان سے نفرت کی، خدا سے نفرت کی اور جو خدا سے نفرت کرتا ہے خدا اُس سے نفرت کرتا ہے۔"

ضیافت خواہ امیر کرے یا غریب، قبولیت کرنا مناسب ہے۔

Marfat.com

بعض آسمانی کتابوں میں ہے :۔

"ایک میل چل کر مریض کی عیادت کرو، دو میل تک جنازے کا ساتھ دو اور تین میل چل کر دعوت قبول کرو"

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے :۔

"اگر میں کراع ہیں بھی دعوت پر بلایا جاؤں تو قبول کروں گا" کراع مدینے سے چند میل دور ہے۔ اگر کسی نے نفل روزہ رکھا ہے اور دعوت پر بلایا گیا ہو تو روزہ توڑ دے کیونکہ کسی کے دل کا خوش کرنا اس سے بہتر ہے۔ اگر دعوت کرنے والا فاسق، ظالم، بدعتی، نام و نمود کا خواہاں ہو یا اس کی روزی مشتبہ ہو تو دعوت قبول نہ کرے۔ کہیں دعوت پر جائے تو میزبان کی اجازت سے واپس ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ہم عہد رسالت میں چلتے پھرتے کھاتے اور کھڑے ہو کر پانی پیا کرتے تھے"

جس گھر میں کوئی مر جائے، وہاں کھانا پہنچانا مستحب ہے۔ واللہ اعلم والیہ المرجع والمآب۔

○

بارھواں باب

آدابِ نکاح

اس سلسلہ میں علمأ کے مختلف اقوال ہیں، بعض علماء کا خیال ہے کہ ایک گوشہ میں عبادت کے لیے بیٹھ جانے سے یہ بہتر ہے کہ انسان بیوی بچوں والا ہو۔ بعض کا قول ہے کہ نکاح یقیناً افضل ہے لیکن اگر کسی شخص کو یہ یقین ہو کہ وہ اپنے آپ پر پوری طرح قابو رکھ سکے گا تو نکاح

Marfat.com

نہ کرنا اور گوشہ نشین ہوجانا بہتر ہے۔ اس دور میں چونکہ ذرائع آمدنی مشتبہ ہیں اور عورتوں کے اخلاق بھی اچھے نہیں اس لیے بعض علماء اس دور میں نکاح نہ کرنے کو بہتر کہتے ہیں مگر ترغیب نکاح میں قرآن شریف کی آیات دلیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

وانکحوا الایامیٰ منکم — بیواؤں کی شادی کر دو۔

قرآن میں ہے :۔

والذین یقولون ربنا هب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرة اعین — اے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔

رسول اللہ نے فرمایا ہے :۔

"نکاح میری سنت ہے جو میری پیروی کرتا ہے اسے میری سنت پر چلنا چاہیئے۔"

نکاح سے بچنے پر آپ کا یہ قول دلیل ہے۔

"دو سو سال کے بعد اچھا آدمی وہ ہلکا پھلکا شخص ہوگا جس کے نہ بیوی ہو نہ بچہ۔"

نیز فرمایا :۔

"ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ انسان کی تباہی بیوی، بچے اور والدین کے سبب ہوگی، یہ لوگ عسرت کا طعنہ دے کر ایسے اخراجات میں پھنسا دیں گے جو اس کے بس سے باہر ہوں گے لہٰذا وہ شخص ایسے ذرائع آمدنی اختیار کرے گا جس سے اس کا دین ضائع ہوجائے گا اور وہ برباد ہوجائے گا۔"

مصائب و فوائد نکاح

اس کے بہت سے فائدے ہیں۔ صالح اولاد پیدا ہوتی ہے، شہوت پر قابو رہتا ہے۔ گھر کا نظام درست رہتا ہے، گھر کے افراد بڑھتے ہیں تو اخراجات کے لیے آدمی کوشش کرتا ہے، اس کا ثواب ملتا ہے اگر اولاد صالح ہوئی تو اس کے لیے دعا کرتی ہے اور اگر مرگئی تو اس کے لیے شفیع ہو گی۔

نکاح کے نقصانات یہ ہیں کہ انسان کی آمدنی حلال نہ ہو، اخراجات کی تنگی ہو اور اہل و عیال کی صحیح کفالت نہ ہوسکتی ہو جو کہ واجب ہے، ان کے حقوق ادا نہ ہوسکتے ہوں، اہلِ خانہ

کے ساتھ نرم سلوک ضروری ہے۔ اس پر اعلیٰ کردار کے انسان ہی قادر ہو سکتے ہیں
نکاح کی سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ اہل وعیال کی فکر، ذکرِ الٰہی و امورِ آخرت سے غافل کر دیتی ہے، اکثر و بیشتر انسان بخیل ہو جاتا ہے اور یہ بات انسان کو برباد کر دیتی ہے۔
ہم نے مصائب و فوائد دونوں بیان کر دیئے ہیں، ہر شخص کے حالات مختلف ہیں، اپنی حالت پر غور کر کے جو آخرت کے لیے مناسب ہے کر لو۔

شرائطِ نکاح

عقدِ نکاح کی چار شرطیں ہیں، سرپرست کی اجازت، ایجاب وقبول، عادل گواہوں کی موجودگی اور عورت کی رضامندی۔ اگر ولی نہ ہو تو حاکم کی اجازت ضروری ہے، ایجاب وقبول صاف صاف غیر مشتبہ ہو اور ایسے الفاظ کے ذریعہ ہو جو نکاح وتزویج کے لیے خاص ہیں۔ عادل گواہوں کا یہ مطلب ہے کہ وہ بظاہر عادل ہوں، کوئی بات خلافِ عدل معلوم نہ ہو لہٰذا مستور الحال گواہوں کی گواہی سے نکاح ہو جاتا ہے۔ اگر عورت بالغ بیوہ ہو یا مطلقہ ہو تو صراحتہً اس کی رضامندی ضروری ہے، وکیلِ نکاح یا شاہدِ نکاح عورت نہیں ہو سکتی۔
یہ بات آدابِ نکاح سے ہے کہ پہلے عورت کے سرپرست کو پیغام دیا جائے عدت کے زمانے میں پیغام نہ دیا جائے نہ کسی دوسرے کے پیام پر پیام دیا جائے۔ رسول اللہ نے منع فرمایا ہے، ایجاب وقبول سے پہلے ایک خطبہ پڑھا جائے جس میں حمد وثنا اور درود وسلام ہو اور بوقتِ ایجاب وقبول گواہوں کے علاوہ اچھے لوگوں کی ایک جماعت موجود ہو۔
یہ مستحب ہے کہ کنواری کے سامنے بھی اس کے ہونے والے شوہر کے سارے اخلاق و عادات وغیرہ بیان کر دیئے جائیں اس سے محبت بڑھتی ہے یہ بھی مستحب ہے کہ نکاح سے قبل لڑکی کو دیکھ لے۔ نکاح سے یہ مقصود ہو کہ اس کی نظریں قابو میں رہیں، صالح اولاد پیدا ہو اور اُمّتِ محمدیہ کی وسعت ہو۔
اگر کوئی آزاد مرد، آزاد عورت کے مہر کے ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اسے باندی سے نکاح نہ کرنا چاہیئے، رضاعت سے حرمتِ نکاح اُسی طرح ہو جاتی ہے جیسے نسب سے، اگر کوئی بچہ پانچ گھونٹ دودھ کسی عورت کا پی لیتا ہے تو یہ بات ثبوتِ رضاعت کے لیے کافی ہے، اس سے کم میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔
نکاح کے بعد عورت میں یہ آٹھ باتیں خوش گوار زندگی کے لیے ضروری ہیں۔ دین،

Marfat.com

اخلاق، حسن، مناسب مہر، ولادت، کنوارپن، عمدہ خاندان والی ہونا اور قریبی عزیز نہ ہونا۔

حُسنِ معاشرت

مرد کو چاہیئے کہ نکاح کے بعد ولیمہ کرے فرمانِ نبوی ہے نکاح کرو تو ولیمہ کرو خواہ ایک بکری ہی ذبح کر سکو، شوہر کو بیوی کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آنا چاہیے اور خاطر داری کرنی چاہیئے۔ سزا اور تادیب میں بھی نرم سلوک کرے، وظائف زوجیت کے بارے میں بھی اچھائی سے پیش آئے، عزل یعنی حمل کو روکنا مکروہ ہے۔

بچہ پیدا ہو تو کان میں اذان دے۔ رسول اللہ نے ایسا ہی کیا ہے، اچھا سا نام رکھے آپ کا فرمان ہے:۔

"تم حشر کے روز اپنے ناموں سے پکارے جاؤ گے، اچھے نام رکھو" اگر ناپسندیدہ نام ہو تو اُسے بدل دے حضور نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے میرا نام اور میری کُنیت ایک ساتھ اختیار نہ کرو، بچہ پیدا تو کھجور یا کوئی میٹھی چیز اس کو تالو کو لگا دینی چاہیئے۔

عورت کو مرد کی اطاعت کرنی چاہیئے، ہر حال میں اس کی غمخوار رہے، اس کے مال کی حفاظت کرے، اس کے رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کرے، روایت ہے کہ حضور نے فرمایا:۔

"مجھ سے پہلے شخص جنّت میں داخل نہ ہو سکے گا پھر بھی میں اپنی داہنی طرف دیکھوں گا تو ایسا معلوم ہوگا کہ ایک عورت مجھ سے آگے جا رہی ہے، میں دریافت کروں گا یہ کون ہے جو مجھ سے آگے دروازے کی طرف بڑھی جا رہی ہے جواب دیا جائے گا اے محمدؐ! یہ ایک نیک عورت ہے جس کی نگرانی میں یتیم بچے تھے اس نے ان کی غور و پرداخت کی حتیٰ کہ وہ جوان ہو گئے تو اللہ نے اُسے اس نیکی کا صلہ عطا فرمایا ہے"۔

حضور نے فرمایا ہے:۔

"کسی عورت کے لیے جو خدا و رسول پر ایمان رکھتی ہو یہ جائز نہیں کہ مرنے والے کا سوائے کا شوہر کے تین دن سے زیادہ سوگ منائے، شوہر کا سوگ چار ماہ دس دن ہے، لازم ہے کہ اس مدت میں عورت شوہر کے گھر میں رہے۔"

○

تیرھواں باب

آدابِ کسب رزقِ حلال تلاش کرنے کا حکم ہے، جدوجہد کی فضیلت کے لیے حضور کا یہ قول دلیل ہے :-

"بعض ایسے گناہ ہیں جن کا کفارہ طلبِ معاش میں جدوجہد ہی ہے۔"

فرمانِ نبوی ہے :-

"ایمان دار تاجر بروزِ حشر صدیقوں اور شہدار کے ساتھ ہوگا۔"

حدیثِ نبوی ہے :-

"اللہ تعالیٰ ایمان دار اہلِ حرفہ کو پسند کرتا ہے" آپ کا ارشاد ہے، مجھ پر یہ وحی نہیں آئی کہ مال جمع کرو اور تاجر بن جاؤ بلکہ یہ وحی نازل ہوئی ہے کہ اپنے رب کی بڑائی بیان کروں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤں اور اپنے پروردگار کی عبادت کروں حتیٰ کہ موت آجائے۔"

اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ سوال کرنا بُرا ہے لہٰذا کسب بہتر ہے البتہ اگر کسی شخص کی مصروفیت سے امّت کا نقصان ہو تو یہی بہتر ہے کہ خدمتِ قوم میں لگ جائے اور بقدرِ ضرورت بیت المال سے لے لے، جب حضرت ابوبکر خلیفہ منتخب ہوئے تو لوگوں نے اُن سے تجارت چھڑا کر بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔

معاملات کی درستی بیع تین ارکان سے منعقد ہوتی ہے، بائع اور مشتری، مال اور الفاظِ معاملہ لہٰذا ضروری ہے کہ یہ تینوں واضح اور صاف ہوں مشتبہ نہ ہوں۔

۱۔ بائع اور مشتری کے یہ شرائط ہیں کہ نابالغ، بچہ، پاگل، غلام اور نابینا نہ ہو، کافر سے معاملہ جائز ہے البتہ قرآن اور مسلمان غلام کو اس کے ہاتھ بیچا جا سکتا، اسی طرح برسرِپیکار

کافر کے ہاتھوں سامانِ حرب فروخت کرنا منع ہے۔

۲۔ مال کے یہ شرائط ہیں کہ شراب، ناپاک چربی اور ہاتھی دانت کی خرید و فروخت نہ کی جائے اگر کسی تیل میں کوئی نجس چیز شامل ہوگئی ہو تو خریدار کو مطلع کر کے اُسے فروخت کیا جا سکتا ہے، کتے، حشرات الارض، کھیل کود کے سامان وغیرہ کی بیع و شرا ناجائز ہے۔ باتصویر کپڑے کی بیع جائز ہے کیونکہ اُسے بچھایا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ نے عائشہؓ سے فرمایا تھا اسے بچھا کیوں نہیں لیتی ہو۔ مال کا جائز ملکیت میں ہونا ضروری ہے، یہ بھی ضروری ہے کہ اُسے قبضہ دیا جا سکے اور مال معین اور معلوم ہو۔

۳۔ الفاظِ معاملہ یعنی بیع و شرار کے لیے واضح الفاظ ہونے چاہئیں، فروخت کرنے والا بیچنے کا اعلان کرے اور خریدار اقرار کرے، روزمرّہ کی چیزوں میں اشارہ اور قبضہ کافی ہے۔ سود کی سخت ممانعت اور وعید ہے اس سے بچنا چاہیئے۔ بیع سلم اور اجارہ جائز ہے، اس کی شرائط فقہ کی کتابوں میں مرقوم ہیں، وہاں دیکھ لو۔

معاملات میں عدل

بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ مفتی و قاضی صحت کا حکم لگا دیتے ہیں لیکن دوسرے فریق کی حق تلفی ہو جاتی ہے گو فقہی اعتبار سے معاملہ درست ہی ہو لہٰذا بندہ غضبِ خداوندی کا مستحق ہو جاتا ہے جن معاملات سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں ان میں سے ایک ذخیرہ اندوزی ہے خصوصاً جبکہ کھانے پینے کی چیزوں میں ہو تو بندہ لعنت اور عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے، مال کے عیب کو چھپانا بھی داخلِ خیانت ہے، ناپ تول میں پوری احتیاط ضروری ہے، جو لوگ کم ناپتے تولتے ہیں ان پر سخت عذاب ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

ویل للمطففین — کم تولنے والوں پر افسوس ہے۔

دھوکے اور فریب کی ہر صورت حرام ہے، یہ بھی جائز نہیں کہ جس چیز کی خریداری مقصود نہ ہو خواہ مخواہ اس کی قیمت لگاتا پھرے یا کسی چیز کی بھاری قیمت مانگے تاکہ لوگ متوجہ ہوں، بیع و شرا میں آسان اور بہتر طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔

رسولِ خدا نے فرمایا ہے :۔

"اللہ اس پر رحم فرماتا ہے جو آسانی سے خریدے اور آسانی سے بیچے، آسانی سے فیصلہ کرے اور آسانی سے مطالبہ کرے۔"

اس طرح جو کوئی اللہ اور رسول کی دعا حاصل کرے گا ظاہر ہے دُنیا اور آخرت دونوں میں نفع ہی نفع پائے گا۔ رسُول اللہ نے فرمایا ہے: "جو شخص کسی تنگ دست کو مہلت دے گا یا مطالبہ چھوڑ دے گا۔ اللہ اس سے حساب کتاب آسانی سے لے گا۔"

احسان کا درجہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص معاملہ طے کر کے معاملہ توڑ دینا چاہے تو اسے قبول کر لے۔ حضور نے فرمایا ہے: "جس کسی نے اپنے معاملہ بیع کو کسی نادم شخص سے توڑ دیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی لغزش کو معاف فرمائے گا۔"

ایسا نہ ہو کہ کاروبار دنیا ہی میں لگے رہو اور آخرت کے سرمایہ کو ضائع کر دو لہٰذا خسارہ ہی خسارہ اٹھاؤ، تجارت سے نیت، کسبِ حلال، سوال سے بچنا اور آخرت کا توشہ جمع کرنا ہو۔

ایسے کام جو اپنی جگہ پر عبادت ہیں سلف نے ان پر اجرت لینے کو ناپسند کیا ہے جیسے مُردے کو غسل دینا، میت کو دفن کرنا، نماز و تراویح وغیرہ پڑھانا تجارت کر دلیکن دنیاوی بازار آخرت کے بازار یعنی مسجد سے تمھیں غافل نہ کر دے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

رجال لاتلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله۔	یہ وہ ہیں جنھیں تجارت اور خرید و فروخت خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتے۔

صبح سے طلوعِ شمس تک مسجد کو نہ چھوڑو اس کے بعد بھی نمازوں کے اوقات پر مسجد میں حاضر رہو۔ بعض اہل حرفہ ایسے ہیں کہ اذان کی آواز سُنتے ہی آلات کو ہاتھ سے چھوڑ کر مسجد کی راہ لیتے ہیں۔ بازار میں بھی رہو تو اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو، حدیثوں میں ایسے لوگوں کی بڑی فضیلت آئی ہے، رسول اللہ نے فرمایا ہے:۔

"جو شخص بازار میں آکر یہ دعا پڑھ لے، اللہ اُس کے لیے ہزاروں نیکیاں لکھ دیتا ہے:"

لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحي ويميت وهو حي لا يموت بيده الخير وهو على كل شئ قدير۔

ہمیشہ اس امر کا خیال رہے کہ کسی کا حق تو نہیں مارا جاتا اور کسی ایسی صورت میں تو مبتلا نہیں ہو گیا جس سے قیامت کے دن چھٹکارا ناممکن ہو۔ اللہ زیادہ جاننے والا ہے۔

Marfat.com

چودھواں باب

حلال و حرام

ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا نے فرمایا ہے۔ حلال روزی کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے۔ کاہل انسان یہ سوچ کر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہتا ہے کہ اس دور میں حلال کا ذریعہ ہی کیا رہ گیا ہے۔ ایسا کرنا اور سوچنا جہالت ہے۔ رسُول اللہ نے فرمایا ہے:۔

"حلال واضح ہے اور حرام بھی ظاہر ہے۔ ان دونوں کے درمیان جو اُمور ہیں وہ مشتبہات سے ہیں۔"

حلال کی فضیلت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا۔ — اے پیغمبرو! پاک مال کھاؤ اور نیک کام کرو۔

رسول اللہ نے فرمایا ہے:۔

"جس شخص نے چالیس دن رزق حلال کھایا، اللہ اُس کے دل کو روشن کر دیتا ہے اور حکمت کے چشمے دل سے زبان پر جاری کر دیتا ہے۔"

دوسری روایت میں ہے اللہ تعالیٰ اس کو دُنیا کی آلودگیوں سے محفوظ کر دیتا ہے۔

روایت ہے حضرت سعد نے رسول اللہ سے درخواست کی کہ آپ میرے مستجاب الدعوات ہونے کے لیے دعا فرمائیں تو کہا، حلال کھاؤ دعا قبول ہو گی۔

حضرت ابن عباس رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے جو ہر رات آواز دیتا ہے کہ جو شخص حرام کھائے گا۔ اُس کی طرف سے فرض و نفل کچھ بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔

Marfat.com

فرمانِ مصطفوی ہے :۔

"جس کسی نے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا اور اس میں ایک درہم بھی حرام کا ہوا تو جب تک وہ اس کپڑے کو پہنے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔" یہ بھی فرمایا :۔

"جو گوشت حرام رزق سے اُگتا ہے وُہ دوزخ کے قابل ہوتا ہے۔"

نیز فرمایا :۔

"جو کوئی اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ مال کس طرح کمایا۔ اللہ بھی اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ وہ کس طرح جہنم میں جا گرا۔"

حدیث شریف میں آتا ہے یہ روایت موقوف و مرفوع دونوں طرح سے ہے ،

"عبادت کے دس حصّے ہیں، جن میں سے نُو حصے طلبِ رزق حلال کے ہیں۔"

حضور نے فرمایا ہے :۔

"جس کسی نے معصیت کے ذریعے مال پایا پھر اُسے عزیزوں پر صرف کیا، یا راہِ خدا میں دیا یا صدقہ کیا۔ اللہ روزِ محشر میں سب کو جمع کر کے اُسے جہنم میں جھونک دے گا۔"

روایت ہے کہ ایک دفعہ ابو بکر صدیق کے پاس ان کا غلام دودھ لایا آپ نے پی لیا غلام سے پوچھا تو اُس نے کہا میں نے لوگوں کو جوتش کی باتیں بتائی تھیں تو آپ نے فوراً اُنگلی ڈال کر قے کر دی اور اس قدر شدت سے قے کی کہ ایسا معلوم ہوتا تھا ان کی رُوح پرواز کر جائے گی اور اس وقت تک قے کرتے رہے جب تک کہ یقین نہ آگیا کہ سارا دودھ نکل گیا ہے پھر فرمانے لگے اے خدا ! میں توبہ کرتا ہوں اور مغفرت چاہتا ہوں اُس جزو سے جو آنتوں اور رگوں میں رہ گیا ہے۔ رسُول اللہ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا گیا تو فرمایا، "تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ صدیق حلال و طیب کے علاوہ اپنے شکم میں کچھ بھی داخل نہیں کرتے۔"

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں، "اللہ اُس کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے پیٹ میں حرام ہو۔" حضرت سہیل نے فرمایا ہے۔" جو کوئی یہ چاہے کہ اس پر صدیقوں کے احوال واشگاف ہوں اسے چاہیے کہ حلال کے سوا اور کچھ نہ کھائے اور سُنت و فرض کے علاوہ کوئی کام نہ کرے۔

درجاتِ حلال

کافروں سے جنگ میں جو مال غنیمت حاصل ہو حلال ہے شکار کا جانور حلال ہے، معدن سے نکلا ہوا مال حلال ہے بشرطیکہ مالِ غنیمت اور معدنی مال سے پانچواں حصّہ راہ خدا میں دے دیا جائے۔ وہ مٹی جو کھائی جاتی ہے اگر

Marfat.com

اُس سے نقصان نہیں پہنچتا تو حلال ہے ورنہ حرام ہے بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی مٹی حرام ہے لہٰذا اس سے پرہیز کرنا ہی بہتر ہے۔

مراتب حلال و حرام

یوں تو ہر حرام بُرا ہے لیکن بعض بعض سے زیادہ بُرے ہیں۔ اسی طرح سارے حلال پاکیزہ ہیں مگر بعض بعض سے زیادہ پاکیزہ ہیں حلال و حرام کا سب سے کم درجہ وہ ہے جسے فقہاء نے حلال یا حرام بتایا ہے۔ لہٰذا ایسے حرام سے بچنا چاہیئے جسے فقہا نے حرام قرار دیا ہے مگر دُوسرا درجہ صالحین کا ہے۔ وہ یہ کہ اگرچہ مفتی ظاہر کو دیکھ کر حلال ہونے کا فتویٰ صادر کر دے مگر وہ شبہ سے خالی نہ ہو حرمت کا شبہ کیا جا سکتا ہو۔ صالحین ایسی چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ فتویٰ یا شبہ حرام قرار نہیں دیتا لیکن خطرہ ہے کہ بات حرام تک جا پہنچے۔ ایسی چیزوں سے بھی بچنا چاہیئے۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ فتوے، شبہات اور حرام تک پہنچنے کا کوئی خطرہ نہ ہو لیکن کھانے والا خدا کے حکم کی تعمیل میں نہیں غیر اللہ کی رضامندی کے لیے کھائے، اور کھانے سے مقصود عبادت یا عبادت میں سہولت نہ ہو۔ ایسا کھانا بھی تحریمی کراہیت رکھتا ہے اور معصیت میں داخل ہے اس سے پرہیز کرنا صدیقوں کا مقام ہے۔

مراتب شبہات

رسُول اللہ نے فرمایا ہے :۔

" حلال و حرام واضح ہیں، ان دونوں کے درمیان متشابہ اُمور ہیں جنھیں بہت سے آدمی نہیں جانتے، جو کوئی مشتبہ اُمور سے بچتا رہا، اس نے اپنی عزت اور اپنا دین بچایا اور جو مشتبہات میں گر گیا وہ حرام کے قریب پہنچ گیا جیسے ممنوعہ حدُود کے قریب جانور چرانے والے کے جانوروں کے بارے میں اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ ممنوعہ حدود میں داخل ہو جائیں "۔

حلال و حرام کے درمیان جو اُمور ہیں وُہ مشتبہ، متشابہ یا شبہ کے اُمور ہیں جیسے بارش کا پانی جب تک کسی شخص کی ملکیت میں نہ آئے حلال ہے اور شراب خواہ کسی صوُرت سے بھی ملے حرام ہے ان دونوں کے درمیان مشتبہ اُمور ہیں، شبہ کی چار صورتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ اس کے سبب محلل و محرم میں شک واقع ہو اس کی دو صورتیں ہیں یا دونوں برابر ہوں گے یا ایک کا احتمال غالب ہوگا اگر دونوں برابر ہیں تو وہی حکم ہوگا جو بیان کیا گیا اور اگر ایک کا غلبہ ہو گا تو غالب پر حکم لگایا جائے گا اس کی چار قسمیں ہیں۔

Marfat.com

۱۔ اس کی حرمت تو معلوم ہو لیکن اُس کے وجہ حلال ہونے میں شبہ ہو جیسے ایک جانور کو تیر مارا وہ پانی میں کود گیا۔ جب ہاتھ لگا تو مرا پایا اب معلوم نہیں کہ تیر کے زخم سے مرا یا پانی میں ڈوبنے سے۔ لہذا یہ شکار حرام ہے۔ اگر مرنے کی معینہ صورت میں شبہ واقع ہوا تو یقینی بات کو شک کی بنا پر نہیں چھوڑا جائے گا۔

۲۔ حلت معلوم ہے مگر وجہ حرمت میں شک پیدا ہوگیا ہے جیسے دو آدمیوں نے ایک چڑیا کو اڑتے دیکھا، ایک نے کہا اگر یہ کوا ہوگا تو میری بیوی کو طلاق، دوسرے نے کہا اگر کوا نہ ہوا تو میری بیوی کو طلاق۔ چڑیا اڑ گئی اور پتہ نہ چلا کہ کوا تھا یا کچھ اور تو کسی کی عورت کو طلاق نہ ہوگی۔ کیونکہ حرمت کی وجہ مشکوک ہے۔

۳۔ دراصل حرام ہو مگر اس پر ایسی کیفیت طاری ہو چکی ہو جو غالب ظن کے مطابق سبب حلت قرار پاسکے۔ اس کے بعد کوئی شک کی صورت پیدا ہو جائے جیسے شکار کو تیر مارا اس کے بعد شکار آنکھوں سے چھپ گیا، ملا تو مرچکا تھا مگر تیر کے نشان کے علاوہ کوئی نشان نہ تھا لیکن شبہ ہے کہ گرنے کے صدمہ سے مرا یا تیر سے۔ ایسی صورت میں امام شافعی کے دو مختلف اقوال ہیں، قول مختار یہ ہے کہ ایسا شکار حلال ہے۔

۴۔ اصل میں حلت ہو لیکن اس پر ایسی کیفیت طاری ہو سکے جو حرمت کی وجہ بن سکے اس کے بعد اس کیفیت کے اختتام میں شبہ پیدا ہو جائے جیسے دو برتنوں میں سے ایک کے ناپاک ہونے کا امکان غالب ہو اور خصوصی علامت سے اس کی پہچان ہو، اس کے بعد وہ علامت مشتبہ ہو گئی تو ان دونوں کو ناپاک قرار دیا جائے گا پینا بھی منع اور وضو بھی ناجائز۔

۵۔ حلال و حرام اس طرح مخلوط ہوں کہ امتیاز ممکن نہ ہو سکے اس کی کئی شکلیں ہوتی ہیں۔ اگر یہ اختلاط بصورت آمیزش ہے جیسے پانی یا دودھ میں کوئی ناپاک شے مل گئی یا سفوف میں پڑ گئی تو بالاتفاق حرام ہے لیکن اگر قابل شمار چیز میں اختلاط ہوا ہے تو اس کی تین شکلیں ہیں :۔

۱۔ محدود حرام عدد، محدود حلال میں مل گیا، جیسے دس ذبح کردہ جانوروں میں ایک مردار مل گیا یا دس عورتوں میں ایک محرمہ ہے اور کسی طرح پتا نہ چل سکے تو دسوں کو حرام قرار دیا جائے گا کیونکہ اس معاملہ میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے۔

Marfat.com

۲۔ حرام عدد محصور، لاتعداد حلال میں مل گیا جیسے شریک رضاعت عورتیں کسی پوری آبادی میں ہوں اور پتا نہ چل سکے کہ وہ کونسی ہیں تو بستی کی ساری عورتوں سے نکاح حرام نہ ہوگا کیونکہ حلال ہونے کی علت غلبہ اور ضرورت موجود ہے یا جیسے ایک شخص جانتا ہے کہ لوگوں کے پاس حرام مال بھی موجود ہے تو کھانا پینا اور خرید و فروخت حرام نہیں ہو سکتے چنانچہ جب عہد رسالت میں ڈھال اور عبا کی چوری ہوئی تھی تو لوگوں نے ڈھال اور عبا خرید نے بند نہیں کر دیئے تھے کیونکہ دین میں سختی نہیں ہے۔

۳۔ لاتعداد حرام لاتعداد حلال میں مل جائے جیسا کہ ہمارے دور میں ہے تو حکم یہ ہے کہ جب تک کوئی خاص علامت حرمت نہ پائی جائے۔ حلال ہے اور اگر کوئی علامت پائی جائے تو پرہیز گاری کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے بچا جائے۔

حرمت کی بہت سی نشانیاں ہیں مثلاً یہ کہ وہ شئے ظالم بادشاہ کے قبضے میں ہو۔ عہد رسالت میں لوگوں کے پاس سود اور شراب کا روپیہ تھا مگر کاروبار معطل نہیں کر دیا گیا تھا۔ ذمیوں کے پاس مشتبہ مال تھا جو سود اور شراب سے حاصل کردہ تھا۔

حلال وحرام کی تحقیقات

حلال وحرام کی تحقیقات اور لوگوں سے پوچھ گچھ کرنا نہ ہر حال میں محمود ہے نہ ہر حال میں مذموم ہے، وقت اور موقع کا جو تقاضا ہو اُس کے مناسب کرنا چاہیئے، جس شخص کے ہاتھ سے مال آ رہا ہے اگر بظاہر صالح ہے تو ٹھیک ہے اور اگر بہ ظاہر فاسق ہے تو اس کی ظاہری حالت کھلی دلیل ہے اور اگر بہ ظاہر ظالم و فاسق یا صالح ہونے میں امتیاز نہ ہو سکے تو محض مسلمان ہونا کافی ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے اگر مال ایسے ہاتھوں سے آ رہا ہے جو حرام کا مالک ہے یا اُس کے پاس بادشاہ کا مال ہو، کسانوں سے وصول کی ہوئی رقم ہو تو تقوے کا یہ تقاضا ہے کہ پرہیز کیا جائے۔ بعض علماء کہتے ہیں۔ کثرت و قلت پر نظر کی جائے گی اگر اس کی زیادہ آمدنی حلال کی ہے تو حلال ہے ورنہ حرام۔

حارث محاسبی فرماتے ہیں:" اپنے عزیزوں اور دوستوں کے بارے میں پوچھ گچھ مت کرو مبادا ایسی بات کا پتہ چل جائے جو چھپی ہوئی ہو اور بات جھگڑے تک طول کھینچ جائے۔"

Marfat.com

جس شخص کے پاس حلال وحرام دونوں مال ہوں اس کے بارے میں پوچھ گچھ بیکار ہے خصوصاً خود اس سے کیونکہ ہو سکتا ہے وُہ جھوٹ بولے لہذا اگر پوچھنا ہی ہے تو دوسروں سے پُوچھو۔

حرام کا مصرف

اگر کوئی شخص تائب ہوتا ہے اور اس کے قبضہ میں پہلے سے حرام مال ہو تو اس پر دو فرائض عائد ہوتے ہیں۔

۱۔ حرام کو علیحدہ کر دے۔

۲۔ حرام کو ٹھکانے لگا دے۔

پہلے فرض یعنی حرام کو علیحدہ کرنے کی یہ صُورت ہے کہ اگر مال معین ہے جیسے کچھ امانت کا ہو کچھ غصب کا تو اُسے علیحدہ کر دے، لیکن اگر ایسا نہیں ہو سکتا جیسے جھوٹ بول کر تجارت کی یا خیانت سے مال حاصل کیا تو جس پر اس کا ظن غالب ہو اُسے علیحدہ کر دے۔

دُوسرے فرض کی ادائیگی کی یہ صُورت ہے کہ اگر کسی شخص کا مال معین ہاتھوں میں ہے تو اس کو یا اس کے وارثوں کو دے دے اگر وہ باہر گیا ہُوا ہے تو واپسی کا انتظار کرے یا کسی طرح اس تک پہنچا دے، اگر مخصوص مالک نہ ہو تو مال خیرات کر دے یا مفادِ عامہ میں لگا دے، سرائے، پل یا مسجد وغیرہ تعمیر کرا دے اگر قاضی شہر امانت دار ہو تو اُسے دے دے اور اگر بد دیانت ہو تو ذمّہ داری ختم نہ ہو گی۔

حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مالِ حرام صدقہ کر دے، آپ کے سامنے ایک بھُنی ہوئی بکری پیش کی گئی اس بکری نے خود ہی کہہ دیا کہ میں مالِ حرام ہوں تو آپ نے اُسے قیدیوں کے لیے بھیج دیا۔

عطیّاتِ شاہی

اگر عطیات مسلمانوں سے لیے گئے خراج سے ہیں یا سرکاری خزانہ کی عام آمدنی سے ہیں تو ان کا نہ لینا بہتر ہے اور اگر مواریث، لاوارث مال، فے، غنیمت وجزیہ سے ہیں تو لے لے بشرطیکہ یہ معلوم ہو کہ جو مال اُسے دیا جا رہا ہے مصلحتِ عامہ کے مطابق صحیح ہے۔ حضرت ابن عمر کی یہ رائے ہے کہ بیت المال میں ہر شخص کا حق ہے۔ جزیہ کی دولت سے ۴/۵ امّت کے مصالح کے لیے ہوتا ہے اور ۱/۵ معین مصارف کے لیے۔

اگر کوئی شخص بادشاہ سے مال لے کر صدقہ کر دیتا ہے تو بعض اولیاء اللہ نے اُس کے

لینے سے پرہیز کیا ہے اور بعض نے قبول کیا ہے اگر اس مال کو حلال نہیں سمجھتا اور اس میں سے اپنے لیے کچھ بھی نہیں رکھتا تو لے لینا بہتر ہے۔ لیکن دوسروں کو اس کی ریس نہ کرنی چاہیئے اور نہ کسی ولی اللہ کے اُسے قبول کر لینے سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ حلال ہے۔

پندرھواں باب

باہمی محبّت

اللہ کے لیے آپس میں محبت کرنا اور دینی بنیاد پر اخوت قائم کرنا سب سے بڑی قربانی ہے اور حسنِ خلق کا ثمرہ ہے، حسنِ خلق و اخوت دونوں قابلِ تعریف ہیں۔ حسنِ خلق کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

وانک لعلیٰ خلق عظیم۔ آپ خلقِ عظیم پر ہیں۔

اخوّت کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

فاصبحتم بنعمتہ اخوانا تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی ہوگئے

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم اگر آپ زمین کا سارا سرمایہ بھی خرچ کر دیتے تو ان کے دلوں میں محبّت پیدا نہ کر سکتے۔

رسُول اللہ فرماتے ہیں:۔

"مجھ سے وہ شخص قریب تر ہے جو سب سے بہتر اخلاق رکھتا ہو، نرم خو، خوش خلق ہو ایسا کہ لوگ اُس سے محبّت کریں اور وہ لوگوں سے۔"

Marfat.com

حدیث شریف میں ہے :۔

"ایمان والا محبت رکھتا ہے اور اس سے محبت کی جاتی ہے ۔ جو شخص کسی سے الفت نہ کرے نہ لوگ اس سے محبت کریں اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے ۔"

فرماتے ہیں :۔

"اللہ جس کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے اچھا دوست عطا فرماتا ہے ۔ کہ اگر وہ بھول جائے تو یاد دلا دے ۔ یاد رکھے تو اس کی مدد کرے ۔"

رسول اللہ نے فرمایا ہے :۔

"جو کوئی صرف خدا واسطے بھائی چارہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بہشت میں ایسا مرتبہ دیتا ہے جسے وہ اور کسی عمل سے نہیں پا سکتا تھا ۔"

للٰہی محبت و عداوت

رسول اللہ نے فرمایا ہے :۔

"روحیں ایک لشکر کی طرح ہیں جو باہم متعارف ہو گئیں محبت ہو گئی اور جو ایک دوسرے سے ناآشنا رہیں عداوت ہو گئی ۔"

فرماتے ہیں :۔

"دو ایمان والوں کی روحیں ایک دن کی مسافت پر بھی ایک دوسرے سے مل سکتی ہیں اگرچہ ایک دوسرے کو کبھی نہ دیکھا ہو ۔"

جب کوئی شخص کسی سے محبت کرتا ہے تو یا اس کی ذات کی وجہ سے محبت کرتا ہے جیسے کوئی شخص کسی صاحب جمال سے محبت کرے یا کسی اخروی و دنیوی غرض سے محبت کرتا ہے یا ان میں سے کوئی بھی وجہ نہیں ہوتی بلکہ صرف ذات خداوندی کی وجہ سے محبت کرتا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اسے للٰہی محبت کہتے ہیں ۔ جس طرح للٰہی محبت ضروری ہے للٰہی بغض بھی ضروری ہے اگر کوئی شخص کسی سے اس بنا پر محبت رکھتا ہے کہ وہ اس کے محبوب کا محبوب ہے تو اس کے دشمنوں سے بھی دشمنی رکھے گا یہ للٰہی عداوت کہلاتی ہے ۔ مجنون عامری کہتا ہے "میں لیلیٰ کے دیار سے گزرتا ہوں تو در و دیوار کو چومتا ہوں مجھے در و دیوار سے کوئی محبت تھوڑی ہے بلکہ ان کے رہنے والے سے ۔"

صحبت

معلوم ہونا چاہیے کہ ہر شخص اس قابل نہیں ہوتا کہ اُسے ہم نشین بنایا جائے ۔

رسول اللہ نے فرمایا ہے :۔

"انسان اپنے دوست کے دین مذہب پر ہوتا ہے دوست بنانے سے پہلے دیکھ لیا کرو کہ

Marfat.com

کیسے دوست بنا رہے ہو:۔

دوست میں چند ایک خصوصیات ہونی چاہئیں مثلاً دانا اور خوش اخلاق ہو، فاسق، بدعتی یا دنیا کا لوبھی نہ ہو۔ انسان کا سرمایہ عقل ہے۔

حضرت علی فرماتے ہیں:۔

کسی جاہل سے دوستی نہ کرو، اس سے دور ہی رہو۔ بہت سے جاہل اچھے بھلے دوست کو برا بنا دیتے ہیں جیسا انسان خود ہوتا ہے ایسے ہی اس کے دوست ہوتے ہیں آدمی کو اس کے دوستوں پر قیاس کرو۔ بے وقوف سمجھتا ہے کہ میں نفع پہنچا رہا ہوں لیکن درحقیقت نقصان کر بیٹھتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:۔

انی لآمن من عدو عاقل
واخاف خلاً یعتریہ جنون

میں دانا دشمن سے بے خوف رہتا ہوں اور پاگل دوست سے ڈرتا ہوں۔

فالعقل فن واحد وطریقہ
ادری فارصد والجنون فنون

کیونکہ عقل کا ایک ہی طریقہ کار ہے لہذا میں اس سے بچ سکتا ہوں مگر جنون تو بڑی نیرنگیوں والا ہے۔

اسی لیے کہا جاتا ہے کہ احمق سے ترک تعلق قرب خداوندی کا سبب ہے یہی حال فاسق کا ہے جسے خوف خدا ہو گا گناہ کبیرہ پر اصرار نہیں کرے گا مگر جو خدا سے نہیں ڈرتا اپنے آپ کو اس سے محفوظ نہ سمجھنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ	اس کی فرماں برداری نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل بنا رکھا ہے اور وہ خواہشات کا اتباع کرتا ہے۔

طبیعت درپردہ دوسری طبیعت سے کچھ نہ کچھ لیتی رہتی ہے۔ بدعتی کی صحبت سے بھی بچنا چاہیئے۔

Marfat.com

حسنِ خلق

حضرت علقمہ نے بوقت وفات جو نصیحت فرزند کو کی تھی قابل غور ہے " جانِ پدر اگر تمھیں دوستی کی ضرورت ہو تو ایسے شخص کی دوستی اختیار کرو کہ اگر اس کی خدمت کرو تو تمھیں برائیوں سے محفوظ رکھے، اس کی صحبت بھلائیوں سے آراستہ کر دے، ضرورت پیش آئے تو اسے پورا کر دے۔ ایسے دوست بناؤ کہ اگر تم بھلائی کا ہاتھ بڑھاؤ تو وہ بھی بڑھائے، تمھاری خوبیوں کو روشن کرے اور برائیوں کو مٹا دے، اگر تم کچھ مانگو تو عطا کر دے نہ مانگو تو بڑھ کر خود مدد کرے۔ آفت آئے تو رفیق ثابت ہو اور تمھیں اپنے اوپر ترجیح دے۔"

حضرت علی فرماتے ہیں :۔

ان اخاک الحق من کان معک	ومن یضر نفسہ لینفعک
تمھارا سچا بھائی وہ ہے جو تمھارا ساتھ دے	اور نقصان برداشت کر کے نفع پہنچائے
ومن اذا ریب الزمان صدعک	شتت فیہ شملہ لیجمعک
اور جب تمھیں مصائب پارہ پارہ کردیں	تو وہ تمھیں جوڑنے کے لیے لخت لخت ہو جائے۔

سلف صالحین اپنے دوست کی وفات کے بعد چالیس سال تک اس کے پسماندگان کی سرپرستی کرتے تھے اور ان کی ضرورتوں کو اس طرح پورا کرتے کہ بچے اپنے باپ کے دور سے بھی زیادہ سکھ پاتے۔

خدا ترس ہونے کے ساتھ ساتھ دوست کا عالم ہونا بھی ضروری ہے تاکہ اس کے علم سے استفادہ کیا جا سکے، حضرت لقمان کا قول ہے :۔

" بیٹے عالموں کے پاس بیٹھو اور ان کے سامنے زانوے ادب طے کرو۔ دل، علم و حکمت سے اس طرح زندہ ہو جاتے ہیں جیسے مُردہ زمین بارش سے۔"

حقوق صحبت

عقدِ نکاح کی طرح دوستی کا معاہدہ بھی ایک مقدس عہد ہے جب کسی سے دوستی ہو جائے تو اس کے حقوق واجب ہو جاتے ہیں، مال، جان زبان اور دل پر بھی درگزر، دُعا، اخلاص، وفاداری اور ترک تکلف کرنا چاہیئے۔ اب ہم چند ایک کا ذکر کرتے ہیں۔

مال

تمھارے مال میں تمھارے دوست کے حقوق میں اس کے تین درجے ہیں سب سے کم یہ کہ دوست کا مقام غلام برابر ہو، اس کی ضروریات کی تکمیل تمھارے لیے

Marfat.com

اہم ترین ہو دُوسرا درجہ یہ ہے کہ اُسے اپنی برابر سمجھو کیونکہ دوستی شرکت و مساوات چاہتی ہے اور اس کا اعلیٰ ترین مرتبہ یعنی تیسرا درجہ یہ ہے کہ اُسے اپنی ذات پر بھی ترجیح دو اور اس کی حالت کے درست کرنے کی خاطر اپنے بگڑ جانے کی بھی پرواہ نہ کرو۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں۔

رسُولِ خدا نے فرمایا ہے:۔

"جب دو انسان ایک دُوسرے کے دوست بنتے ہیں تو خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبُوب وہ ہوتا ہے جو اپنے دوست کے ساتھ سب سے زیادہ نرم خلق ہو۔"

جان دوست کی دل و جان سے خدمت کرنا، اس کی ضروریات کی تکمیل کرنا اور اس کی فرمائش سے پہلے اس کا کام کر دینا۔ حقِ اخوت ہے اس کے بھی مال کی طرح تین درجے ہیں۔

طرزِ عمل ایسی بات نہ کہو جو اُسے ناپسند ہو حضرت انس روایت کرتے ہیں "کہ رسول اللہ کسی شخص کے ساتھ اس طرح پیش نہ آتے تھے جیسے وہ ناپسند کرتا ہو۔"

ایک بات ملحوظِ خاطر رکھو کہ اگر تم ایسا رفیق چاہتے ہو جو ہر عیب سے پاک ہو تو یہ ناممکن ہے۔

امام شافعی کا قول ہے:۔

"کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اطاعت خداوندی کرتا ہو مگر نافرمانی کا ارتکاب نہ کرتا ہو یا نافرمانی کرتا ہو مگر کبھی بھی اطاعت نہ کرے لہٰذا جس کی طاعت، معصیت پر غالب ہو وہ عادل ہے جو شخص اللہ کے حقوق میں عادل ہوگا تمہارے حقوق میں عادل ہوگا تم بھی یہی طریقہ اختیار کرو کہ خوبیوں کو اُجاگر کرو اور برائیوں پر پردہ ڈال دو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی دعا سکھائی ہے۔ اے خوبیوں کے ظاہر کرنے والے اور اے برائیوں پر پردہ ڈالنے والے" خوب سمجھ لو کہ اچھا آدمی وہ ہے جو اخلاقِ خداوندی رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ ستارِ عیوب و غفارِ ذنوب ہے۔

ایمان کی تکمیل اس کے بغیر ممکن نہیں کہ جو کچھ اپنے لیے پسند کرو وہی اپنے بھائی کے لیے پسند کرو، ایسا کون ہے جو اپنی کمزوریوں پر پردہ ڈالنا نہ چاہتا ہو۔ دوست کے راز کی حفاظت کرو، یہ کتنا ہی اچھا مقولہ ہے کہ شریف آدمی کا سینہ رازوں کا مدفن ہوتا ہے۔

احمق کا دل اس کی زبان میں ہوتا ہے اور دانا کی زبان اس کے دل میں۔ ابن المعتز نے کیا خُوب کہا ہے

ومستودعي سرا تبوأت كتمه
فاودعته صدري فصار له قبرا

میں جب راز کے چھپانے کا ارادہ کرتا ہوں۔
اُسے سینے میں چھپا لیتا ہوں تو وہ اس کے لیے قبر بن جاتا ہے۔

دوست کی تعریف کرو مگر غلط تعریف نہ کرو حضور نے فرمایا ہے "جب کوئی کسی سے محبت کرے تو اُسے جتا دے" یہ بات آپ نے اس لیے فرمائی ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:۔

خذ من خليك ما صفا
ودع الذي فيه الكدر

دوستوں سے اچھی بات لے لو
رنج وہ بات کو چھوڑ دو

فالعمر اقصر من معا
تبة الخليل على الغير

کیوں کہ عمر اتنی کہاں کہ
دوستوں سے جھگڑا جائے

نابغہ ذبیانی کہتا ہے:۔

ولست بمستبق اخا لا تلمه
على شعث اى الرجال المهذب

جس دوست کی پراگندگی پر مدد نہ کرو گے
وہ دوست ہاتھ سے جاتا رہے گا آپ کتنے بڑے مہذب آدمی ہیں۔

وفا و اخلاص ضروری ہے یہ اس طرح کہ خلوص و محبت کو موت تک باقی رکھا جائے اور مرنے کے بعد اس کے عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ خلوص وفا کا برتاؤ کیا جائے۔ روایت ہے کہ ایک بوڑھی دربارِ رسالت میں آئی تو آپ نے اس کی بہت تعظیم کی لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا یہ خدیجہ کے دور میں آیا کرتی تھی معلوم ہونا چاہیے کہ عہد کی پاس داری ایمان کا جزو ہے اور عین دین ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ہمیشہ دوستوں کو اپنے آپ سے بڑا سمجھو یہ دو شعر اس مضمون میں کتنے اچھے ہیں:۔

تذلل لمن ان تذللت له
يرى ذاك للفضل لا للبله

وجانب صداقة من لا يزال
على الاصدقاء يرى الفضل له

اس شخص سے عاجزی کا برتاؤ کرو جو تمھاری عاجزی کو تمھاری بزرگی کی وجہ سے سمجھے نہ کہ بے وقوفی کی وجہ سے اور ایسے دوست سے بچو جو اپنے کو سب دوستوں سے افضل سمجھتا

Marfat.com

مسلمانوں عزیزوں اور پڑوسیوں کے حقوق

مسلمانوں کا یہ حق ہے کہ جب بھی ملے اُسے سلام کیا جائے اور پکارے تو جواب دیا جائے۔ چھینکے تو اس کی تشمیت کی جائے، بیمار پڑے، تو عیادت کی جائے، مرے تو جنازے میں شرکت کی جائے۔ قسم دے تو پوری کی جائے۔ نصیحت کی ضرورت ہو تو نصیحت کی جائے، پس پشت اس کے ناموس کی حفاظت کی جائے اور جو خود پسند کرے اس کے لیے بھی وہی پسند کرے اور جو خود ناپسند کرے اس کے لیے بھی وہی ناپسند کرے۔

رسول اللہ نے فرمایا ہے :۔

"مسلمان کے چار حق ہیں، محسن کی اعانت، خطاکار کی معافی، بدبخت کے لیے دعا اور دُور والے سے محبت"

اپنے فعل و قول سے کسی مسلمان کو ایذا نہ دو رسول اللہ نے فرمایا ہے :۔

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں"

نیز فرمایا :۔

"مومن وہ ہے جس سے لوگوں کی جان و مال مامون رہے"

فرمان نبوی ہے :۔

"مہاجر وہ ہے جو برائی سے بچتا ہے"

ہر مسلمان کے ساتھ عاجزی کا برتاؤ کرنا چاہیئے، غرور نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

ان اللہ لا یحب کل مختال فخور	اللہ تعالیٰ کسی متکبر فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

اگر کوئی تمھارے ساتھ تکبر کا برتاؤ کرے تو اُسے برداشت کرو، اللہ فرماتا ہے :۔

خذ العفو وامر بالمعرف و اعرض عن الجاھلین	معافی کو طریقہ کار بناؤ، امر بالمعروف کرو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔

اپنے اور دُوسروں کے بارے میں لوگوں کی لگائی بجھائی پر دھیان نہ دو اور نہ خود ایسا کرو، رسُول اللہ نے فرمایا ہے :۔

"جنت میں چغل خور داخل نہیں ہو سکتا" تین دن سے زیادہ کسی سے بولنا نہ چھوڑے

اور بغیر اجازت کسی کے گھرے میں داخل نہ ہو سب کے ساتھ خلق حسن سے پیش آئے، بزرگوں کی عزت کرے۔ اور بچوں پر رحم کرے، ساری مخلوق کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے جب بھی کسی مسلمان سے وعدہ کرے، ضرور پورا کرے۔ مسلمانوں کے درمیانی تعلقات کو درست رکھنے کی کوشش کرے۔ حدیث میں ہے۔

"کیا میں تمھیں نماز، روزے اور صدقے کے درجات سے بہتر بات نہ بتادوں؟ صحابہ نے کہا، ضرور اے رسول خدا، فرمایا آپس میں صلح وصفائی کرادینا اور مسلمانوں کے عیوب پر پردہ ڈالنا۔"

شبہ کے مقامات سے بچے، اگر کسی پر اس کا اثر ہے تو صاحب حاجت کی اس سے سفارش کردے، بات کرنے سے پہلے سلام کرے، اپنے بھائی کے مال اور آبرو کی جہاں تک ہوسکے حفاظت کرے۔ اگر کسی بُرے آدمی سے پالا پڑجائے تو اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئے مسلمانوں کی قبروں پر جاکر مُردوں کے لیے دُعا کیا کرے۔

پڑوسی کے وہی حقوق ہیں جو ہر مسلمان کے ہیں بلکہ پڑوس کی وجہ سے اور زیادہ ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے:۔

"پڑوسیوں کی تین قسمیں ہیں، وہ پڑوسی جس کا ایک ہی حق ہے، دوسرے وہ پڑوسی جس کے دو حق ہیں، تیسرے وہ جس کے تین حق ہیں، وہ پڑوسی جس کے تین حق ہیں، وہ ہے جو مسلمان ہو اور قرابت دار بھی ہو۔ جس پڑوسی کا ایک حق ہے وہ مشرک پڑوسی ہے اور جس کے دو حق ہیں وہ مسلمان پڑوسی ہے۔"

رسول اللہ نے جو مشرک کا حق قائم کیا ہے وہ پڑوس کی وجہ سے ہے، لہذا اس سے پڑوس کے حق کی تائید و تاکید ہوتی ہے، فرماتے ہیں:۔

"جبریل مجھے برابر پڑوسی کے بارے میں نصیحت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے خیال گزرا کہ پڑوسی کو وارثوں میں قرار دے دیا جائے گا۔"

فرماتے ہیں:۔

"جو شخص اللہ اور رسول پر ایمان رکھتا ہے چاہیئے کہ پڑوسی کا اکرام کرے۔"

عزیز و اقارب کے حقوق کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "میں رحمان و رحیم ہوں رحم میرے نام سے مشتق ہے لہذا جو شخص صلہ رحمی کرے گا میں

اس کے ساتھ تعلقات قائم رکھوں گا اور جو اسے قطع کرے گا میں اس سے قطع تعلق کروں گا۔"

اللہ پاک نے موسیٰ سے فرمایا تھا "اے موسیٰ! جس نے ماں باپ کی فرماں برداری کی اور میری نافرمانی کی میں اسے فرمانبردار لکھوں گا اور جو میری فرمانبرداری کرے گا مگر ماں باپ کی نافرمانی کرے گا اُسے میں نافرمان لکھوں گا۔"

غلاموں کے حقوق

رسول اللہ کی آخری وصیت یہ تھی :-

" اللہ سے ڈرو ان لوگوں کے بارے میں جن کے تم مالک ہو، انھیں وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو اور طاقت سے زیادہ کام نہ لو جسے پسند کرو اُسے رکھ لو اور جسے ناپسند کرو اُسے فروخت کر دو اور مخلوق الٰہی کو مبتلائے عذاب نہ کرو کیونکہ اللہ نے تمھیں ان کا مالک بنایا ہے، اگر خدا چاہتا تو اُنھیں تمھارا آقا بنا دیتا۔"

○

سولھواں باب

گوشہ نشینی

معلوم ہونا چاہیئے کہ علما کا اس بارے میں اختلاف ہے بعض لوگ عزلت گزینی کو پسند کرتے ہیں اور مخلوق سے میل جول کو ناپسند کرتے ہیں جیسے سفیان ثوری، ابراہیم بن ادہم، داؤد، طائی، فضیل بن عیاض، سلیمان خواص اور بشر حافی۔

اکثر تابعین میل جول اور دوستوں کی کثرت کو پسند کرتے ہیں تاکہ نیکی و پرہیزگاری پر معاونت ہو، یہ لوگ الفت واخوت کے بارے میں رسول اللہ کا یہ قول پیش کرتے ہیں کہ جب آپ کے سامنے ایک شخص کو لایا گیا جو عبادت کے لیے پہاڑ پر جا بیٹھا تھا تو آپ نے فرمایا " ایسا نہ کر اور نہ کوئی تم میں سے ایسا کرے کیونکہ بعض مقامات پر تمھاری اسلام کے لیے

ثابت قدمی چالیس سال عبادت سے بہتر ہے۔"

گوشہ نشینی کی فضیلت پر فضیل وغیرہ آپ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں جو آپ نے عبداللہ بن عامر جہنی کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا انھوں نے دریافت کیا تھا یا رسول اللہ نجات کیا ہے؟" فرمایا تیرے لیے تیرا گھر بہت ہے۔ زبان کو روک لے اور گناہوں پر رو۔"

عزلت کے فوائد و نقصانات

عزلت کے بارے میں افراد کے اختلاف سے حکم مختلف ہو جاتا ہے۔ فوائد یہ ہیں :۔

طاعت پر دوام، تربیت علم، ایسے گناہوں سے خلاصی جو میل جول سے پیدا ہوتے ہیں جیسے ریاکاری، غیبت اور ترک امر بالمعروف و نہی عن المنکر، طبیعت کا دوسروں کے اخلاق ذمیمہ سے متاثر نہ ہونا، دنیوی اغراض کے لیے کسی کاروبار میں مصروف نہ رہنا۔

پہلا فائدہ یعنی طاعت پر دوام، تفکر، اللہ سے مانوس ہونا، مناجات اور مطالعۂ عالم ملکوت یہ تو عزلت گزینی اور ترک خلق ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں، اسی لیے بعض حکماء نے کہا ہے" عزلت گزینی بغیر کتاب اللہ کے ساتھ مانوس ہوئے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے نہیں ہو سکتی، یہی وہ لوگ ہیں جو ذکر الٰہی سے راحت پاتے ہیں، اس کے ذکر ہی سے زندہ رہتے ہیں، اسی کے ذکر پر مرتے ہیں۔ اور اسی کے ذکر کی بدولت اس سے ڈرتے ہیں۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ ذکر و فکر انھیں میل جول سے روکتے ہیں۔ ابتدائے امر میں رسول اللہ کا بھی یہی حال تھا کہ حرا پر گوشہ نشین رہتے تھے، اگر کوئی شخص ہمیشہ خلوت میں رہتا ہے تو اس کا معاملہ وہاں تک پہنچ جاتا ہے جو جنید نے بیان کیا کہ میں تیس سال سے اللہ سے باتیں کرتا ہوں جبکہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ بول رہا ہوں۔

بعض صوفیہ سے دریافت کیا گیا آپ نے عزلت گزینی کس لیے اختیار کی؟ تو کہا میں تنہا نہیں ہوں اللہ میرا ہم نشین ہے، جب چاہتا ہوں کہ میں اس سے بات کروں تو نماز پڑھتا ہوں۔

کہتے ہیں اویس قرنی بیٹھے تھے کہ ہرم بن حیان آئے تو دریافت کیا کیسے آنا ہوا وہ بولے تاکہ آپ کا دل بہلاؤں اویس نے کہا " مجھے آج معلوم ہوا کہ جو خدا کی معرفت رکھتا ہو وہ کسی دوسرے سے بھی مانوس ہو سکتا ہے۔"

فضیل کہتے ہیں " رات آتی ہے تو میں خوش ہو جاتا ہوں کہتا ہوں اپنے پروردگار کے ساتھ

Marfat.com

خلوت کروں گا اور جب صبح ہوتی ہے تو وحشت گھیر لیتی ہے کہ لوگوں سے ملنا پڑے گا اور ایسے لوگ آئیں گے جو مجھے میرے پروردگار سے ہٹا دیں گے ۔"

مالک بن دینار کہتے ہیں "جو لوگ اللہ کی ہم کلامی کو چھوڑ کر مخلوق سے باتیں کرتے ہیں ان کا دل اندھا ہو گیا، عمل کم ہو گیا اور عمر ضائع گئی ۔"

گوشہ نشینی کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ آدمی ایسے گناہوں سے محفوظ رہتا ہے جن میں عموماً انسان اختلاط کی وجہ سے ملوث ہو جاتا ہے اور خلوت میں محفوظ رہتا ہے جیسے غیبت، ریا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے سکوت۔ اس کا بیان اپنے مقام پر آئے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ مطلقاً یہ حکم لگا دینا کہ گوشہ نشینی بہتر ہے یا اختلاط، بہت دشوار ہے کیونکہ اختلاف اشخاص سے حکم مختلف ہو جاتا ہے لہذا بہتر اعتدال ہے، وہ یہ کہ بالکل ہی سکڑ کر نہ بیٹھ جائے کہ جو فوائد اختلاط کے ہیں ان سے محروم رہ جائے اور نہ بالکل کھلا پھرتا رہے کہ گوشہ نشینی کے فوائد سے محروم ہو جائے۔

عزلت سے یہ نیت رہے کہ لوگ میرے شر سے محفوظ رہیں۔ چاہیئے کہ پوری طرح اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے اور طول امل میں نہ پڑ جائے کہیں نفس انھیں میں پھنس کر نہ رہ جائے بلکہ جہادِ اکبر کا ارادہ رکھے یعنی جہادِ نفس جیسا کہ صحابہ نے فرمایا "ہم جہادِ اصغر سے جہاد کی طرف جا رہے ہیں" اچھی طرح سمجھ لو۔

○

سترھواں باب

سفر اور اس کے آداب

سفر سفر کی دو قسمیں ہیں، ایک تو ظاہری سفر ہے یعنی آفاقِ عالم میں گھومنا پھرنا اور ایک باطنی سفر ہے یعنی اللہ کی جانب، اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

انی ذاھب الیٰ ربی سیھدین — میں اپنے پروردگار کی طرف جا رہا ہوں وُہ مجھے ضرور ہدایت کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول میں

سنریھم آیاتنا فی الآفاق — ہم انھیں آفاق میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے۔

دونوں سفر کی طرف اشارہ ہے، بڑا سفر یہی باطنی سفر ہے جو اللہ کی طرف ہوتا ہے، یہ مسافر ایک ایسی جنت میں سفر کرتا ہوتا ہے جس کی چوڑائی زمین و آسمان میں، ایسی منزلوں کا راہی ہوتا ہے جہاں کتنے ہی مسافر آجائیں تنگی نہیں بلکہ وسعت ہوتی چلی جاتی ہے۔ جو شخص اس سفر سے محروم ہے وہ ہر بھلائی سے محروم ہے اور ایک ایسی پستی میں ہے جس سے وہ کبھی نکل نہ سکے گا جس نذر آداب وسنن احادیث وغیرہ میں مذکور ہیں وُہ اس سفر کے آداب ہیں، رہا وہ ظاہری سفر جس کا تعلق نقل قدم و قطع منازل سے ہے ہم اس کے فوائد وآداب

ظاہری سفر

سفر شروع کرنے سے پہلے اپنی نیت کو درست کر لینا چاہیئے کہ حج کے لیے ہے یا کسی عالم یا زندہ یا مردہ دوست کے لیے یا کسی سرحدی مقام پر قیام کے لیے ہے یا سرحدوں کی حفاظت کے لیے جا رہا ہے یا اپنے دین و دُنیا کے بچاؤ کے لیے رحلت کر رہا ہے یا حلال تجارت کے لیے ہے، تاکہ سفر محض دُنیا کے لیے نہ رہے اور بے جا تکلیف نہ اُٹھائے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ نفس کی خباثتیں مختلف احوال میں ظاہر ہوتی ہیں، سفر میں خصُوصیّت کے ساتھ ہم نے سفر کے بعض آداب کا کتاب الحج میں ذکر کر دیا ہے۔

سفر میں جن رخصتوں کی اجازت ہے ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ موزے پر تین دن تک مسح کر سکتا ہے جب کہ وضو کی تکمیل کے بعد انھیں پہنا جائے۔ فرائض کے لیے تیمم کر سکتا ہے، نماز کو قصر کر سکتا ہے اور دو نمازوں کو جمع کر سکتا ہے، سواری پر نوافل پڑھ سکتا ہے اور پیدل بھی اور روزہ توڑ سکتا ہے۔

مسافر کو چاہیئے کہ سمت قبلہ اور منازل سے شناسا ہو، واللہ اعلم۔

○

Marfat.com

اٹھارواں باب

سماع و وجد

سماع کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے حرام اور بعض نے مباح کہا ہے۔ ہم سماع کی حقیقت و اباحت پر روشنی ڈالتے ہیں۔

سماع کہتے ہیں عمدہ موزون آواز کو سننا جو بامعنیٰ اور محرک قلب ہو اس سے صرف لذت گوش و قلب حاصل ہوتی ہے تو وہ اسی طرح ہے جیسے لذت بصر کہ سبزے کو دیکھ کر قلب و بصر لذت محسوس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

یزید فی الخلق مایشاء — مخلوق میں جس چیز کا چاہے اضافہ کر دیتا ہے۔

اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ مراد اچھی آواز ہے۔ رسول اللہ نے ابوموسیٰ اشعری کے بارے میں فرمایا تھا انھیں داؤد کے مزامیر میں سے حصہ دیا گیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے "اللہ نے جسے بھی پیغمبر بنا کر بھیجا وہ اچھی آواز والا تھا" یہ ناممکن ہے کہ تلاوت کے لیے حسن آواز کو حلال قرار دیا جائے اور دوسری جگہ حرام، دیکھیے بلبل کی آواز سننا حلال ہے۔ اگر اچھی آواز کا سننا جائز ہوا تو موزون آواز کا سننا کیوں نہ جائز ہوگا، موسیقی کے نغمے بھی ایک قسم کا وزن رکھتے ہیں، پھر اگر اچھی آواز کسی آدمی کے حلق سے نکلے یا پرند کے یا کسی اور چیز سے تو ان میں کیسے تفریق کی جا سکتی ہے، پرندوں کی آواز پر دوسرے اجسام کی آواز جیسے طبل، بانسری اور دف وغیرہ کو بھی قیاس کرنا چاہیئے لہٰذا صرف ان آوازوں کو مستثنیٰ کیا جائے گا جن کے بارے میں نہی وارد ہوئی ہے جیسے اوتار و مزامیر کی آواز جنھیں شراب پیتے وقت بجایا جاتا تھا کیونکہ شراب کی ممانعت اس بات کا تقاضا کرتی تھی کہ ان چیزوں کو بھی حرام کیا جائے جو اس سے تعلق رکھتی ہیں تاکہ لوگ اسے اچھی طرح سے بھول جائیں چنانچہ ابتدائے امر میں مٹکوں کے توڑ دینے کا حکم ہوا تھا۔

Marfat.com

اس کے جواز میں صحابہ کا گا کر اشعار پڑھنا دلیل ہے حتیٰ کہ صحیحین میں ابوبکر و بلال کے بارے میں لکھا ہے کہ بلال بیمار تھے جب بخار جاتا رہا تو انھوں نے بلند آواز سے یہ شعر پڑھے :۔

الا لیت شعری هل ابیتن لیلة

بواد وحولی اذخر وجلیل

کاش مجھے پتا ہوتا کہ میں ایسی وادی میں رات گزاروں گا کہ میرے اردگرد اذخر و جلیل گھاس ہوگی۔

وهل اردن یوما میاه مجنة

وهل یبدون لی شامة وطفیل

اور کیا میں کسی دن مجنہ کے چشمے پر اتروں گا اور کیا شامہ وطفیل کی پہاڑیوں دیکھوں گا۔
حضرت ابوبکر نے یہ شعر پڑھا۔

کل امرئ مصبح فی اهله	والموت ادنیٰ شراک نعله
ہر شخص اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے	اور موت اس کی جوتی کے تسمے سے بھی قریب تر ہوتی ہے۔

اور رسول اللہ نے فرمایا ہے :۔

ان العیش عیش الآخره	فارحم الانصار والمهاجره
زندگی تو دراصل آخرت ہی کی ہے	اے اللہ انصار و مہاجر پر رحم فرما

یہ سب باتیں صحیحین میں درج ہیں۔

سماع کے اثرات و احکام

اس حیثیت سے کہ وہ قلب میں تحریک و ہیجانِ جذبات وخیالات کرتا ہے، ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موزوں آوازوں اور روحوں کے تناسب میں ایک راز رکھا ہے لہٰذا وہ عجیب و غریب طرح سے متاثر ہوتی ہیں تو کبھی روتی ہیں، کبھی ہنستی ہیں، کبھی خوش ہوتی ہیں تو کبھی غمگین اور عجیب وغریب حرکات اعضاء میں پیدا کر دیتی ہیں۔ یہ نہ خیال کرنا کہ صرف معانی کی سمجھ سے ایسا ہوتا ہے کیونکہ حیوانات بھی نغمات سے متاثر ہوتے ہیں خصوصاً اونٹوں اور ناسمجھ نہ بول سکنے والے بچوں میں اور صرف اوتار کی آواز میں بھی یہ اثرات دیکھے گئے خصوصاً اونٹوں میں کیونکہ جب بھی ان پر صحرا طویل ہو جاتا ہے اور بوجھوں تلے تھک جاتے ہیں تو حدی کی آواز

Marfat.com

پر چست و چالاک ہو کر گردنیں بلند کر دیتے ہیں اور منزلیں طے کرتے چلے جاتے ہیں۔ ابوبکر محمد بن داؤد دینوری المعروف بالرقی کہتے ہیں: "میں سفر میں ایک وادی میں تھا کہ ایک قبیلے میں جا پہنچا ایک شخص نے میری مہمان داری کی اور اپنے خیمے میں لے گیا۔ میں نے وہاں ایک حبشی غلام کو بیڑیوں میں جکڑا ہوا پایا اور اونٹوں کو گھر کے دروازے پر مرا دیکھا اور ایک اونٹ کو بہت دُبلا پتلا پایا جیسے اُس کی رُوح پرواز کر جائے گی۔ غلام نے مجھ سے کہا "آپ مہمان ہیں لہٰذا آپ میری سفارش کر سکتے ہیں کیونکہ وہ مہمانوں کی بڑی عزت کرتا ہے اور ان کی سفارش کو رد نہیں کرتا شاید میری بیڑیاں کھول دے" جب کھانا آیا تو مَیں نے کہا "اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک کہ اس غلام کے بارے میں سفارش نہ کروں" وہ کہنے لگا اس غلام نے میرا سارا مال ہلاک کر ڈالا۔ مَیں نے کہا اُس نے کیا کیا؟ بولا اس کی آواز بڑی اچھی ہے۔ میرا گزارہ اونٹوں کی بار برداری سے تھا اس نے اُونٹوں پر بھاری بوجھ لاد دیئے حدی پڑھتا رہا اور تین رات کی راہ ایک رات میں قطع کرالی جب بوجھ اتار دیئے گئے تو سب مر گئے صرف یہ ایک اُونٹ بچا ہے۔ آپ میرے مہمان ہیں میں آپ کی عزت کرتا ہوں اور یہ غلام آپ ہی کو بخشے دیتا ہوں۔ مجھے اس کے گانا سننے کا اشتیاق ہوا صبح ہوئی تو اُس نے حکم دیا کہ قریب کے چشمے سے اُونٹ کو پانی پلائے اس نے جو آواز بلند کی تو اُونٹ پر ہیجانی کیفیت طاری ہو گئی اور اس نے رسیاں توڑ ڈالیں اور میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ مَیں نے ایسی اچھی آواز کبھی نہ سُنی تھی۔

لہٰذا معلوم ہُوا کہ سماع عجیب اثر رکھتا ہے۔ جسے سماع متحرک نہ کر سکے وہ ناقص العقل ہے بے اعتدال ہے اور روحانیت سے دُور ہے۔

پرند حضرت داؤد کے گیت سُن کر ان کے سر پر منڈلانے لگتے تھے۔ ابو سلیمان کہتے ہیں "سماع دل میں کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتا بلکہ جو کچھ اس میں ہوتا ہے اس میں ہیجان پیدا کر دیتا ہے۔"

لہٰذا ماتم کی آوازیں مکروہ ہیں کیونکہ وہ ایک مذموم چیز کو بھڑکاتی ہیں یعنی مرنے والے کے رنج و غم کو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

لکیلا تاسوا علی ما فاتکم — تاکہ فوت شُدہ پر تمھیں غم نہ ہو۔

اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں، شادی، ولیمہ اور عقیقہ وغیرہ میں سماع مکروہ نہیں کیونکہ اس سے سرورِ مباح میں تحریک ہوتی ہے۔

چنانچہ جب رسُول اکرم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تھے تو مدینہ کی عورتوں نے دف پر یہ شعر گائے تھے۔

Marfat.com

طلع البدر علینا — من ثنیات الوداع

چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے — وداع کی گھاٹیوں سے

وجب الشکر علینا — ما دعیٰ للہ داعی

ہم پر شکر واجب ہے — جب تک کہ کوئی اللہ کو پکارنے والا

رہے۔

صحیحین میں حضرت عائشہ کی روایت درج ہے کہ میں مسجد نبوی میں حبشیوں کے کھیل دیکھ رہی تھی، رسول اللہ چادر سے مجھ پر پردہ کیے رہے حتیٰ کہ میں ہی تھک گئی تھی "

بخاری و مسلم نے صحیحین میں زہری عن عروۃ عن عائشہ والی روایت درج کی ہے کہ ابوبکر میرے پاس ایام منیٰ میں آئے میرے پاس دو چھوکریاں دف بجا رہی تھیں اور رسول اللہ چادر میں لپٹے لیٹے تھے تو انھوں نے ان لڑکیوں کو جھڑکا رسول اللہ نے روئے مبارک کھولا اور فرمایا۔ ابوبکر چھوڑو بھی عید کے دن ہیں۔

دوسری حدیث میں بھی ایسا ہی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ گا رہی تھیں تو یہ باتیں صریحاً سماع کے جواز پر دلیل ہیں اور اس بات پر دلیل ہیں کہ اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو عورتوں کی آواز سننے میں مضائقہ نہیں۔

خلاصہ یہ کہ سماع اندرونی جذبات میں ہیجان پیدا کرتا ہے لہٰذا اگر کسی کے دل میں عشق مباح ہے تو اس کا بھڑکانا جائز ہے اور اگر عشق حرام ہے تو بھڑکانا ناجائز ہے مگر یہ بات غیر صاحب دل لوگوں کے بارے میں ہے۔

رہے وہ لوگ جو صاحب دل ہیں اور حبِّ الٰہی میں شہرت رکھتے ہیں اور اس کے مشتاق رہتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں کہ جب بھی کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو اسی کو دیکھتے ہیں اور جب بھی کچھ سنتے ہیں تو اسی سے سنتے ہیں یا اسی کو سنتے ہیں تو ان کا سماع محبت و عشق کو مضبوط کرتا ہے اور شوق کو بھڑکاتا ہے پھر طرح طرح کے مکاشفات ہوتے ہیں جو احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتے بس صاحب ذوق ہی سمجھ سکتے ہیں اور بے حس نہیں سمجھ سکتے، اسے صوفیہ کی اصطلاح میں وجد کہتے ہیں۔

جو چیز حب اور شوق الٰہی کو بڑھائے وہ اگر فرائض میں داخل نہیں ہوسکتی تو مباح تو یقیناً ہے اور ایسی چیز تک پہنچائی ہے جس کی رسول اللہ نے دعا مانگی چنانچہ فرمایا :۔

" اے اللہ ! اپنی محبت نصیب فرما اور جو شخص تجھ سے محبت کرے اس کی بھی اور اس چیز

کی بھی جو مجھے تیری محبت سے نزدیک کر دے ۔

اچھی طرح سمجھ لو کہ سماع محرک باطن ہے اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ وہ کامل و مکمل ہو چکے لہٰذا انھیں کسی خارجی محرک کی ضرورت نہیں پڑتی ۔

آدابِ سماع یہ بات آدابِ سماع سے ہے کہ غور سے سُنے اور جہاں تک ہو سکے نہ آہیں بھرے نہ کسی قسم کی حرکت کرے خصوصاً نوجوان کو مشائخ کے سامنے اور مبتدی کو منتہی کے سامنے ایسا نہ کرنا چاہیئے ۔

یہ ضروری ہے کہ اپنے نفس و قلب کے احوال کا لحاظ رکھے حتیٰ کہ اُسے اس کا نفس اظہار وجد و حرکات پر نہ اُکسائے ۔ بعض کا خیال ہے کہ بہ تکلف وجد کرنا جائز ہے تاکہ صحیح وجد پیدا ہو جائے اور جو کچھ باطن میں چھپا ہُوا ہے وہ اُبل پڑے جیسے آگ پتھر میں چھپی ہوتی ہے ۔

○

انیسواں باب

امر بالمعروف نہی عن المنکر

معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ دونوں اصول دین سے ہیں کیونکہ انھیں سے پیغمبروں کی بعثت کا مقصود پُورا ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

ولتکن منکم امتہ یدعون	تم میں کچھ لوگ ایسے ہونے چاہئیں
الی الخیر و یامرون بالمعروف	جو بھلائی کی طرف بلائیں امر بالمعروف
وینھون عن المنکر ۔	و نہی عن المنکر کریں ۔

حدیث میں ہے کہ ابوبکر صدیق نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اے لوگو ! تم یہ آیت پڑھتے ہو اور اس کی غلط تاویل کرتے ہو ۔

Marfat.com

یا ایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔	اے ایمان والو! اپنی فکر کرو اگر تم ہدایت پر ہو تو تمہیں کسی کی گم راہی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

میں نے رسول اللہ سے سنا ہے فرماتے تھے جو قوم معاصی کا ارتکاب کرتی ہو اور ان میں ایسے لوگ ہوں جو روک سکتے ہوں مگر نہ روکیں تو ہو سکتا ہے کہ عذاب عام نازل ہو جائے۔

ابو ثعلبہ خشنی سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم تو فرمایا "اے ابو ثعلبہ! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر، اگر تو یہ دیکھے کہ کوئی بخیل شخص مطاع و مخدوم بنا ہوا ہے، خواہشات کا اتباع کیا جا رہا ہے، دنیا کی محبت بڑھ رہی ہے اور ہر صاحب رائے اپنی رائے پر نازاں ہے تو اپنی فکر کر اور عوام سے منہ موڑ لے، سنو تمہارے پیچھے فتنے ہیں کالی رات کی طرح تاریک جو اس زمانے میں تم جیسے اعمال کرے گا اسے تم جیسوں پچاس کا اجر ملے گا۔"

امر بالمعروف کے چار ارکان ہیں، محتسب، محتسب علیہ، محتسب فیہ اور احتساب، محتسب کا مکلف مسلمان ہونا ضروری ہے لہذا رعایا کے سارے افراد کو اختیار ہے حکومت کی طرف سے تعین ضروری نہیں دوسری شرط اسلام ہے کیونکہ یہ نصرت اسلام کے لیے ہے، محتسب کے عادل ہونے میں اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں عادل ہونا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

لم تقولون ما لا تفعلون	کیوں کہتے ہو وہ بات جسے خود نہیں کرتے۔

قرآن میں ہے:۔

اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم۔	کیا لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔

اس بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ عدالت شرط نہیں، یہی مسلک صحیح ہے کیونکہ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ ناصح کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے، دیکھو علماء کا عصمت انبیاء کے بارے میں اختلاف ہے تو دوسروں کے لیے عصمت کی کیسے توقع کی جا سکتی ہے، علاوہ بریں اگر یہ شرط لگا دی جائے تو ترک احتساب لازم آتا ہے اس لیے کہ

Marfat.com

شرطِ عدالت پائی نہیں جاتی تو اس میں کیا حرج ہے کہ کوئی شخص خود تو پئے مگر دوسروں کو روکے وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میرے دو وظیفے ہیں ایک خود باز رہنا اور دوسرے دوسروں کو باز رکھنا میں دوسری بات پر عمل کر رہا ہوں شاید مجھے پہلی کی توفیق ہو جائے۔ البتہ کافر کو روک دیا جائے گا کیونکہ اس طرح کافر کا مسلمانوں پر تسلط ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مسلمانوں پر راہ نہیں دی۔

مسلمان کو نصیحت کا حق ہے تو جس طرح چاہے لوگوں کو روکے خواہ ڈرا دھمکا کر خواہ مار کر جیسے مناسب ہو۔ احتساب ہر شخص پر کیا جا سکتا ہے خواہ وہ بادشاہ ہو یا امام یا کوئی اور کیونکہ جو کوئی بھی غیر شایاں کام کرے گا۔ اس پر احتساب کیا جائے گا۔ مندرجہ ذیل روایت اس بات پر دلیل ہے مروان بن الحکم نے نمازِ عید سے پہلے خطبہ دیا تو ایک شخص نے کہا خطبہ نماز کے بعد چاہیئے، مروان بولا، ارے چھوڑو بھی، تو ابو سعید خدری نے فرمایا، اس شخص نے اپنا فرض ادا کر دیا سنو رسول اللہ نے فرمایا ہے "جو شخص کوئی بُری بات دیکھے تو اُسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر ایسا نہیں کر سکتا تو زبان سے، اگر اتنا بھی نہیں کر سکتا تو کم از کم دل سے ہی اُسے بُرا سمجھے یہ سب سے کمزور ایمان کا درجہ ہے۔" اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ احتساب کے چند درجے ہیں۔

دُوسرا رکنِ احتساب یہ ہے کہ محتسب فیہ ایک ایسا امر ہو جس کا امر منکر ہونا بلا کسی اجتہاد کے معلوم ہو لہٰذا جن باتوں میں آئمہ کا اختلاف ہے ان کے بارے میں احتساب نہیں کیا جا سکتا مثلاً شافعی حنفی کو نبیذ غیر مسکر کے پینے پر ملامت نہیں کر سکتا اور نہ حنفی شافعی کو گوہ کے کھانے پر اعتراض کر سکتا ہے۔

تیسرا رُکنِ احتساب محتسب علیہ ہے یعنی یہ کافی ہے کہ وُہ آدمی ہو چنانچہ بچے کو شراب پینے سے روکا جائے گا البتہ بعض باتیں مجنون وصبی کے بارے میں ایسی ہیں کہ ان سے انہیں نہیں روکا جا سکتا۔

آدابِ محتسب

محتسب کا عالم، متقی اور نرم خو ہونا ضروری ہے چاہیئے کہ نرمی برتے سختی نہ کرے۔ علم اس لیے ضروری ہے تاکہ حدودِ احتساب سے واقف ہو سکے اور پرہیزگاری اس لیے کہ حدِ مشروع تک رہے اور حسنِ خلق اس لیے کہ مہربانی سے پیش آئے اور سختی کر کے حدِ شرع سے نہ گزر جائے اور بجائے اصلاح کے لوگوں کو خراب نہ کر دے لہٰذا احتساب میں ایک قسم کی شفقت ہونی چاہیئے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس کی بات نہ مانے یا درپے آزار ہو تو حدِ شرع سے تجاوز نہ کرے اور احتساب کو بھُول کر، احتساب ہی میں امرِ منکر

کو داخل نہ کرے۔

مروجہ منکرات

نماز میں کوئی شخص ذرا قبلہ سے ٹیڑھا کھڑا ہو رکوع و سجود اطمینان سے نہ کرتا ہو یا قرأت میں لحن کرتا ہو تو تنبیہ ضروری ہے یہ بہترین کارثواب ہے اور نوافل پڑھنے سے بہتر ہے

آج کل موذن لوگ دیر تک اذان دیتے ہیں اور الفاظ کو خوب کھینچتے ہیں اس قدر کہ وہ اپنی حدود سے نکل جاتے ہیں اسی طرح بعض مسجدوں میں کئی کئی بار اذان فجر دی جاتی ہے یہ باتیں بے فائدہ ہیں۔

مردوں کا ایسے کپڑے پہننا جن میں ریشم غالب ہوتا ہے۔ بدعتوں کا مذاق اڑانے کے لیے فاسقانہ کلام، دوائیں یا تعویذ فروخت کرنے کے لیے جمعہ کے دن حلقے بنانا، یہ ایسے منکرات ہیں جن پر دوسرے منکرات کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ ہم کہاں تک شمار کرائیں۔

نصیحت سلاطین

احتساب کے چار درجے ہیں، تعریف، وعظ، سختی سے منع کرنا اور زبردستی روکنا، حکام و سلاطین کے لیے صرف تعریف و وعظ جائز ہے دوسری دو صورتیں فتنہ برپا کرتی ہیں اور ایسے امور پیدا کر دیتی ہیں۔ جو ان باتوں سے بھی بدتر ہوتے ہیں جن میں لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔ ہاں اگر یہ معلوم ہو کہ سختی فائدہ دے گی اور کوئی برائی پیدا نہ ہو گی تو کوئی حرج نہیں۔ بعض لوگ ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتے،

رسول اللہ فرماتے ہیں:-

"حمزہ سید الشہداء ہیں پھر وہ شخص جو کسی حاکم کے سامنے امر و نہی کے لیے کھڑا ہو اور اس نے اسے قتل کرا دیا"

نیز فرمایا "سب سے بہتر جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے" ایسا شخص اگر قتل کر دیا جائے تو شہید ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ ضبہ بن محصن عزی سے مروی ہے، فرماتے ہیں ہمارے امیر بصرہ ابو موسیٰ اشعری تھے جب کبھی خطبہ دیتے تو اللہ کی حمد و ثنا اور درود کے بعد عمر بن الخطاب کے لیے دعا فرماتے، مجھے یہ بات ناگوار گزری میں نے کھڑے ہو کر کہا آپ یہ کیا کرتے ہیں کہ ان سے پہلے خلیفہ پر انھیں ترجیح دیتے ہیں ؟ تو انھوں نے حضرت عمر کو میری شکایت لکھ بھیجی کہ ضبہ میرے خطبہ کے دوران تعرض کرتا ہے حضرت عمر نے لکھا اسے میرے پاس بھیج دو لہذا انھوں نے مجھے مدینہ بھیج دیا، میں گیا دروازہ کھٹکھٹایا

Marfat.com

تو آپ آئے دریافت کیا کون ہے ؟ میں نے کہا، ضبہ بن محصن العنزی فرمایا لامرحبا ولا اھلا۔ میں نے کہا وسعت تو اللہ کی طرف سے ہے رہا اھلا تو نہ میرے اہل نہ مال، مگر آپ اے عمر! یہ تو فرمائیں کہ بے خطا مجھے کیوں بصرہ سے تکلیف دی ؟ فرمایا میرے گورنر اور تیرے درمیان کیا جھگڑا ہوا ؟ میں نے عرض کیا ہاں اب سنیے میں بتاتا ہوں کہ جب وہ خطبہ دیتے تو اللہ کی حمد وثنا کے بعد نبی پر درود بھیج کر آپ کے لیے دعا کرتے، مجھے اس پر غصہ آگیا میں کھڑا ہوا اور میں نے کہا آپ انھیں اُن کے ساتھی پر کیوں ترجیح دیتے ہیں ؟ پھر ایسا کئی بار کیا اور آپ کو شکایت لکھ بھیجی تو عمر رونے لگے اور فرمایا بخدا تو اس سے زیادہ صاحب توفیق و رشد ہے تو کیا میری خطا تو بخش دے گا اللہ تجھے بخشے گا۔ میں نے کہا، امیرالمومنین! اللہ آپ کو معاف فرمائے تو وہ پھر رونے لگے اور کہا، خدا کی قسم ابوبکر کا ایک شب و روز، عمر اور آل عمر سے بہتر ہے کیا میں تجھے ان کی شب و روز کا حال نہ سنا دوں ؟ میں نے کہا، ضرور، فرمایا ان کی رات کا یہ حال ہے کہ جب رسول اللہ نے بھاگ کر رات کو مکہ سے نکلنا چاہا تو ابوبکر ساتھ تھے تو کبھی آگے، کبھی پیچھے کبھی داہنے اور کبھی بائیں چلتے۔ رسول اللہ نے دریافت کیا اے ابوبکر یہ کیا، ایسا تو میں نے تمہیں کبھی کرتے نہیں دیکھا ؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ خیال آتا ہے کہ کوئی گھات لگائے نہ بیٹھا ہو تو آگے ہو جاتا ہوں پھر یہ خیال آتا ہے کہ مشرک پیچھا نہ کر رہے ہوں تو پیچھے ہو جاتا ہوں اور کبھی دائیں کبھی بائیں کیونکہ میں آپ کے بارے میں بےخوف نہیں ہوں، ساری رات رسول اللہ اپنی انگلیوں کے بل چلتے رہے حتیٰ کہ وہ زخمی ہو گئیں، ابوبکر نے دیکھا کہ زخمی ہو گئے ہیں تو اپنے کاندھے پر بٹھا لیا اور دوڑ لگا دی حتیٰ کہ غار کے منہ تک پہنچ گئے، وہاں آپ کو اتارا اور عرض کیا قسم اُس ذات کی جس نے حق دے کر آپ کو بھیجا ہے، جب تک میں غار میں داخل نہ ہو جاؤں آپ اندر قدم نہ رکھیں، اگر اس میں کچھ ہوا تو مجھ پر پڑے گی، پھر آپ داخل ہو گئے دیکھا تو وہاں کچھ نہ تھا لہٰذا آپ کو اٹھا کر اندر لے آئے، غار میں ایک وا شگاف پتھر تھا اس میں سانپ تھے تو انھوں نے اپنا پاؤں اس کے اندر کر دیا تاکہ کوئی سانپ رسول اللہ کو ایذا نہ پہنچا سکے، ایک سانپ نکلا اور اس نے ابوبکر کے کاٹ لیا تو تکلیف سے ابوبکر کے آنسو نکل پڑے۔ رسول اللہ نے فرمایا اے ابوبکر خوف نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس رات اپنی تسکین ان پر نازل فرمائی یہ ان کی رات کا حال تھا اور دن کا یہ حال ہے کہ جب رسول اللہ وفات پا گئے تو بدو مرتد ہو گئے بعض نے کہا ہم نماز نہیں پڑھیں گے، بعض نے کہا زکوٰۃ نہیں دیں گے میں حاضر ہو کر انھیں نصیحت کرنے لگا اور کہنے لگا

اے خلیفۂ رسول اللہ! لوگوں کی تالیف قلب کیجئے اور نرمی فرمایئے تو انھوں نے کہا، واہ جاہلیت میں تو تم جبار تھے اور اسلام میں بزدل! ہم ان کی تالیفِ قلب کیا کریں؟ رسول اللہ وفات پا گئے اور وحی ختم ہو گئی۔ خدا کی قسم وہ لوگ رسول کے زمانے میں اگر ایک تسمہ بھی دیتے تھے اور مجھے نہ دیں گے تو میں اُن سے قتال کروں گا، پھر ہم نے ان سے قتال کیا، خدا کی قسم وہ صاحب رشد تھے۔ تو یہ تھا ان کا دن پھر ابو موسیٰ کو ڈانٹ کر چٹھی لکھی۔

○

بیسواں باب

اخلاقِ نبوی

آپ بہت زیادہ تضرع و زاری فرمایا کرتے تھے اور اللہ سے دعا مانگا کرتے کہ محاسن آداب و مکارم اخلاق سے مزین کر دے چنانچہ اپنی دعا میں فرمایا کرتے۔

اللّٰھم حسن خلقی وخلقی اے اللہ! میرے عادات و اطوار کو اچھا رکھ۔

سعید بن ہشام کہتے ہیں میں نے عائشہ سے اخلاقِ رسولؐ کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا کیوں نہیں، فرمایا، رسول اللہ کا اخلاق قرآن ہے۔

اللہ نے آپ کو ان جیسی آیات کے ذریعہ ادب سکھایا۔

خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاھلین۔	معافی کو اختیار کرو، اچھائی کا حکم دو اور جاہلوں سے بچو۔
ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی۔	اللہ عدل و احسان اور اقربا کو دینے کا حکم کرتا ہے اور فحش و منکرات و ناروا سے روکتا ہے۔

Marfat.com

واصبر علی ما اصابک ان ذلک من عزم الامور — جو پڑے اس پر صبر کرو یہ پختہ کاری کی بات ہے۔

اس طرح کی اور بہت سی آیتیں ہیں۔ غزوۂ احد میں آپ کے دندان مبارک شہید ہو گئے، خون چہرے پر بہنے لگا، آپ اُسے پونچھتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس نے اپنے نبی کے چہرے کو خون سے رنگ ڈالا پھر ان کے حق میں دعا کرنے لگے تو یہ آیت آپ کی تادیب کے لیے نازل ہوئی

لیس لک من الامر شئی۔ — تمھیں کسی بات کا اختیار نہیں ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس قسم کی آیتیں قرآن میں بہت ہیں۔ آپ ہی تادیب و تہذیب کے مقصد اوّل ہیں اور پھر آپ ہی سے ساری مخلوق پر نورِ اخلاق چمکتا ہے فرماتے ہیں۔ میں مکارم اخلاق سکھانے کے لیے مبعوث ہوا ہوں حضرت علی کا مقولہ ہے" اس مسلمان پر تعجب ہے کہ اس کا مسلمان بھائی حاجت لے کر آئے تو اپنے آپ کو کسی بھلائی کے قابل نہ جھے اگر اسے ثواب کی توقع اور عذاب کا خوف نہ تھا تو کم از کم مکارم اخلاق کی طرف تو قدم بڑھاتا کیونکہ یہ راہِ نجات تک پہنچاتے ہیں" یہ سن کر ایک شخص بولا کیا آپ نے رسول اللہ سے ایسا سنا ہے؟ فرمایا ہاں جب بنو طے کے قیدی لائے گئے تو ایک لڑکی بھی لائی گئی وہ کہنے لگی اے محمد! کیا آپ مجھے رہا نہ کردیں گے؟ مجھ پر عربی قبیلوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیجئے کیونکہ میں سردار کی بیٹی ہوں، میرا باپ لوگوں کے ناموس کی حفاظت کرتا تھا، اسیروں کو رہا کرتا، بھوکوں کو کھلاتا اور لوگوں کو بھی کھلاتا پلاتا تھا، سلام بکثرت کرتا اور کسی ضرورت مند کو واپس نہ کرتا میں حاتم کی بیٹی ہوں آپ نے فرمایا اے لڑکی! یہ تو سارے اوصاف مومن کے ہیں اگر تیرا باپ مسلمان ہوتا تو ہم اس پر رحم کرتے لوگو اسے رہا کردو کیونکہ اس کا باپ مکارم اخلاق سے محبت رکھتا تھا اور اللہ تعالے مکارم اخلاق کو پسند کرتا ہے۔ فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے جنت میں اچھے اخلاق والا ہی داخل ہو سکتا ہے۔

معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا" اللہ نے اسلام کو مکارم اخلاق و محاسن اعمال سے گھیر دیا ہے"

مکارم اخلاق یہ ہیں:-

حسن معاشرت، عمدہ احسان، نرم کلامی، حسن سلوک، کھانا کھلانا، سلام کرنا، مسلمان کی عیادت

Marfat.com

کرنا نیک ہو یا بد، مسلمان کے جنازے میں شرکت، پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک خواہ مسلمان ہو یا کافر بوڑھے مسلمان کی عزت، دعوت اور بلاوے کو قبول کرنا، معافی، اصلاح، جود و کرم، بخشش، ابتداء بالسلام، غصہ پینا اور لوگوں سے درگزر کرنا۔

اسلام کی رونق کو مندرجہ ذیل باتیں زائل کرتی ہیں:۔

لہو ولعب، بے ہودگی، گانا بجانا، ہر قسم کے مزامیر، جھوٹ، غیبت، بخل، ظلم، مکر دھوکا، چغلی، تعلقات کی خرابی، قطع رحمی، بدخلقی، تکبر، فخر، حیلہ بازی، فخر، مذاق، فحش، کینہ، حسد بدفالی، زنا اور ظلم و زیادتی۔

انس فرماتے ہیں:۔

آپ نے ایسی کوئی اچھی نصیحت نہیں چھوڑی جس کی طرف ہمیں دعوت نہ دی ہو اور حکم نہ کیا ہو اور کوئی غل وغش اور عیب ایسا نہیں چھوڑا جس سے ڈرایا نہ ہو اور منع نہ کیا ہو" ان سب کے لیے یہ آیت کافی ہے۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان   اللہ عدل واحسان کا حکم دیتا ہے۔

معاذ کہتے ہیں مجھے رسول اللہ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا میں تجھے اللہ سے ڈرنے سچی بات کہنے، عہد کے پورا کرنے، امانت کے دینے، خیانت کے ترک کرنے، پڑوسی کی حفاظت یتیم پر رحم، نرم کلامی، ابتدائے سلام، حسن عمل، قصر امل، لزوم ایمان، تفقہ فی القرآن، حب آخرت حساب قیامت سے ڈر اور دل کی حفاظت کی نصیحت کرتا ہوں۔ کبھی کسی دانا کو گالی نہ دینا، سچے کو نہ جھٹلانا، گناہگار کی اطاعت نہ کرنا، امام عادل کی نافرمانی نہ کرنا، کسی زمین کو خراب نہ کرنا، ہر مقام پر اللہ سے ڈرتے رہنا، ہر گناہ کے لیے توبہ کرنا پوشیدہ کے لیے پوشیدہ اور ظاہر کے لیے ظاہر۔

یہ ہیں اللہ کے بندوں کے آداب اور محاسن اخلاق و مکارم آداب کی تبلیغ۔

آپ کے بعض اخلاق کریمانہ

آپ دنیا کے حلیم ترین، شجاع ترین، عادل ترین اور عفیف ترین انسان تھے، کبھی دستِ مبارک ایسی عورت کو نہیں لگا جس کے آپ مالک نہ ہوں یا جو آپ کے نکاح میں نہ ہو یا محرمات سے نہ ہو بڑے سخی تھے کبھی روپیہ پیسہ کسی رات کو آپ کے پاس نہیں رہا اگر ضرورت سے بچ رہا اور کوئی سائل بھی نہ ملا تو خانۂ مبارک میں اس وقت تک تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ اسے کسی ضرورت مند تک نہ پہنچا دیا۔ اللہ کے دیئے ہوئے سے صرف سال بھر کا روزینہ لیتے تھے۔ وہ

Marfat.com

بھی ستّے چھوہاروں یا جو کا۔ وہ بھی سب راہ خدا میں چلا جاتا تھا جو کوئی کچھ مانگتا تو ضرور دیتے اگر پاس کچھ نہ ہوتا تو سال کے روزینہ سے دے دیتے حتیٰ کہ اکثر و بیشتر سال ختم ہونے سے پہلے ہی آپ تہی دست ہو جاتے۔ اگر کچھ بھی نہ ملتا تو صبر فرماتے۔

اپنے جوتے خود گانٹھ لیتے، پیوند لگا لیتے، گھر کے کام کاج میں گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے اور بیبیوں کے ساتھ گوشت بناتے۔ بڑے حیادار تھے کسی کے چہرے کی طرف دیکھ نہ سکتے تھے۔ آزاد و غلام ہر ایک کی دعوت کو قبول فرما لیتے، ہدیہ کو قبول فرما لیتے اگرچہ دودھ کی ایک گھونٹ ہی کیوں نہ ہو یا خرگوش کی ران ہی کیوں نہ ہو۔ ہدیہ لانے والے کو بدلہ دیتے۔ ہدیہ طرش فرما لیتے تھے مگر صدقہ کا مال نہیں کھاتے تھے، عوام اور مسکین کی پکار پر لبیک کہتے، خدا کے لیے غصہ کرتے اپنے لیے نہیں۔ بھوک کی شدت ستاتی تو پیٹ پر پتھر باندھ لیتے، جو کچھ سامنے لایا جاتا تناول فرما لیتے، لوٹاتے نہیں تھے حلال کھانے سے کبھی پرہیز نہیں کرتے تھے، جو کچھ میسر آجاتا پہن لیتے، کبھی چھوٹی چادر، کبھی یمنی دوشالہ اور کبھی صوف کا جبہ، جو بھی مباح کپڑا مل جاتا زیب تن فرما لیتے، چاندی کی انگوٹھی داہنی چھنگلیا میں پہنتے، بسا اوقات بائیں میں بھی۔ گھوڑے وغیرہ پر سوار ہوتے تو پیچھے اپنے غلام یا کسی اور شخص کو بٹھا لیتے۔ کبھی گھوڑے پر، کبھی خچر پر، کبھی گدھے پر سوار ہوتے۔ کبھی پیدل چلتے کبھی ننگے پاؤں بغیر چادر، عمامہ یا ٹوپی پہنے۔

مدینہ کے آخری گوشے تک مریضوں کی عیادت کے لیے جاتے، خوشبو کو پسند فرماتے اور بدبو سے نفرت کرتے فقیروں، مسکینوں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے اور کھاتے پیتے۔ صاحب فضل لوگوں کا احترام کرتے، اہل شرف کے ساتھ محبت و احسان سے پیش آتے۔ قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے لیکن اہلِ فضل کو ان پر ترجیح دیتے۔ کسی پر ظلم نہ کرتے، عذرخواہ کا عذر قبول فرماتے مزاح کرتے تو حق بات ہی کہتے ہنستے بغیر قہقہہ لگائے، جائز کھیلوں سے نفرت نہ کرتے۔ بیویوں کے ساتھ گاہے دوڑ لگاتے۔ آپ کے ہاں غلام اور باندیاں تھیں مگر کھانے اور لباس میں ان سے بہتر نہ کھاتے نہ پہنتے۔ امی تھے نہ لکھ سکتے تھے نہ پڑھ سکتے تھے۔

آپ کی تربیت ایک جاہل ملک اور صحرا میں فقر و فاقہ میں ہوئی، یتیم تھے بکریاں چرایا کرتے تھے نہ ماں تھی نہ باپ، تو یہ سارے اخلاق اللہ ہی نے اُنھیں سکھائے اخبارِ اولین و آخرین سے آگاہ کیا اور وہ باتیں بتائیں جن پر نجات و فلاح آخرت کا دار و مدار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں طاعت کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

Marfat.com

آپ کے بعض دُوسرے اخلاق

روایت ہے کہ اگر آپ نے کبھی کسی مومن کو سخت سُست کہہ دیا تو یہ اُس کے لیے کفارہ اور رحمت بن گیا، کبھی کسی عورت یا خادم پر لعنت نہیں بھیجی، آپ میدانِ جنگ میں تھے کہ کسی نے کہا یا رسُول اللہ ان کافروں پر لعنت بھیجیے تو فرمایا میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہُوں، لعنت باز نہیں ہُوں۔

حضرت اَنس فرماتے ہیں:۔

قسم ہے اُس ذات کی جس نے انھیں حق دے کر بھیجا کبھی آپ نے کسی ناپسندیدہ کام پر مجھ سے یہ نہیں کہا کہ تُو نے ایسا کیوں کیا؟ اور اگر کبھی ان کی بیویوں نے مجھے برا بھلا کہا تو فرمایا چھوڑ بھی، قضا و قدر سے ایسا ہی ہونا تھا۔

کہتے ہیں، جب کبھی آپ کو دو معاملوں میں اختیار دیا گیا تو آپ نے آسانی کو پسند فرمایا مگر یہ کہ اس میں کوئی گناہ یا قطع رحمی ہو تو آپ اس سے بہت دُور رہے۔

جو بھی باندی غلام یا آزاد آپ کے پاس کسی کام سے آیا آپ فوراً اس کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے، بعثت سے پہلے توراۃ کی پہلی سطر میں اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

"محمد رسُول اللہ میرے پسندیدہ بندے ہیں نہ سخت ہوں گے نہ کرخت، نہ بازاروں میں چیخنے والے ہوں گے، بُرائی کا بُرائی سے بدلہ نہ دیں گے البتہ درگزر سے کام لیں گے، مکّہ میں پیدا ہوں گے اور طیبہ کی طرف ہجرت کریں گے ان کی سلطنت شام تک پھیل جائے گی، وہ اور ان کے ساتھی تہبند باندھیں گے، قرآن اور علم کے محافظ ہوں گے اور ہاتھوں، پیروں پر وضو کریں گے۔"

انجیل میں بھی آپ کی اسی طرح توصیف آئی ہے، ان کی عادت تھی کہ جس کسی سے ملتے پہلے اُسے سلام کرتے اگر کوئی آپ سے باتیں کرتا تو جب تک وہ خود نہ چلا جاتا آپ اس سے کھڑے باتیں کرتے رہتے اور اگر کوئی آپ کا دستِ مبارک تھام لیتا تو جب تک وہ نہ چھوڑتا آپ ہاتھ نہ کھینچتے، اپنے کسی ساتھی سے ملتے تو خود مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے پھر اس کا ہاتھ تھام کر انگلیوں میں انگلیاں ڈالتے پھر پُورا ہاتھ دباتے، اُٹھتے بیٹھتے ذکرِ الٰہی کرتے، اگر نماز پڑھتے کوئی آجاتا تو نماز ہلکی کر دیتے اور اس کی طرف متوجہ ہو جاتے دریافت کرتے کیا کام ہے؟ اُس کا کام کر چکنے تو پھر نماز میں مشغول ہو جاتے۔

اکثر قبلہ رو بیٹھتے، جو بھی آتا اس کا احترام کرتے حتیٰ کہ اکثر اپنا کپڑا اُس کے لیے بچھا دیتے

گو نہ اُس سے کوئی نسبی رشتہ ہوتا نہ رضاعی۔ آنے والے کو اپنا تکیہ پیش کرتے جس سے کمر لگائے ہوتے تھے، اگر وہ قبول نہ کرتا تو اصرار کرتے حتیٰ کہ وہ قبول کر لیتا۔ کھڑے ہوتے تو سبحان اللہ کہتے یا یہ دُعا پڑھتے :۔

سبحانک اللھم و بحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت وحدک لا شریک لک استغفرک واتوب الیک۔

پھر فرماتے یہ دعا مجھے جبریل نے سکھائی ہے۔

کلام و ضحک

آپ بہت فصیح و شیریں کلام تھے، فرمایا کرتے تھے، میں عرب میں سب سے زیادہ فصیح ہوں۔ اہلِ جنت اسی زبان میں بات کریں گے۔ آپ کی باتیں بڑی جامع ہوتی تھیں نہ کم نہ زیادہ، ٹھیر ٹھیر کر مسلسل گفتگو فرماتے کہ سُننے والا اچھی طرح سمجھ سکے۔ خوش ہوتے یا ناخوش سچ ہی بولتے، بہت مسکراتے اور بہت خوش مزاج رہتے مگر یہ کہ جب قرآن نازل ہوتا یا قیامت کا ذکر یا واعظانہ تقریر فرماتے ہوتے۔

ایک دن ایک بدو آیا آپ کچھ دل گرفتہ تھے، اصحاب تاڑ گئے، بدو نے آپ سے کچھ دریافت کرنے کا ارادہ کیا تو صحابہ نے اُسے روکا کہ آج آپ کا رنگ کچھ بدلا ہوا ہے تو بدو بولا مجھے جانے دو، اس ذات کی قسم جس نے انھیں نبی بنا کر بھیجا ہے بغیر ہنسائے نہ چھوڑوں گا، تو وہ کہنے لگا، یا رسُول اللہ ہم نے سُنا ہے کہ مسیح دجّال لوگوں کو ثرید کھلوائے گا جبکہ لوگ بھوک سے مر رہے ہوں گے، میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کی کیا رائے ہے کیا ایسے وقت میں اس کے کھانے سے باز رہوں اور تقویٰ و پرہیز گاری کا دامن نہ چھوڑوں یا بالآخر بھوکا مر جاؤں یا اس کے ثرید کو کھا جاؤں؟ اور جب پیٹ بھر جائے تو اللہ پر ایمان لے آؤں اور اس سے انکار کر دوں کہتے ہیں، رسُول اللہ ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کی کچلیاں نمودار ہوگئیں۔ فرمایا اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اللہ تجھے بھی اسی طرح بے نیاز کر دے گا جیسے دُوسرے مُسلمانوں کو۔

جب کوئی مہم درپیش ہوتی تو اللہ کے سپرد کر دیتے۔ لاحول پڑھتے اور اللہ سے سیدھی راہ دکھانے کی دعا کرتے ہوئے فرماتے :۔

اللھم ارنی الحق حقا فاتبعہ وارنی المنکر منکرا وارزقنی اجتنابہ واعذنی من ان یشتبہ علی فاتبع ھوای بغیر ھدی منک واجعل ھوای تبعا لطاعتک وخذ رضا نفسک من نفسی فی عافیۃ واھدنی فیما اختلف

Marfat.com

فید من الحق باذنک فانک تھدی الیٰ صراط مستقیم۔

آداب اکل وشرب

کھیرے کو کبھی کھجور اور کبھی نمک سے کھاتے، پھلوں میں کھجور، خربوزہ اور انگور کو پسند کرتے، بسا اوقات انگوروں کو خوشے میں لگے ہی تناول فرماتے تو ان کا شیرہ ریش مبارک پر موتیوں کی طرح چمکتا۔ عموماً آپ کا کھانا کھجور اور پانی تھا۔ کھجور اور دُودھ ساتھ کھاتے اور انھیں اطیبین یعنی نفیس ترین فرمایا کرتے، سب سے مرغوب گوشت تھا فرمایا کرتے تھے، اس سے سماعت میں اضافہ ہوتا ہے، یہ دنیا و آخرت میں سید الطعام ہے اگر میں پروردگار سے سوال کرتا کہ ہر روز مجھے گوشت کھلائے تو ضرور کھلاتا، ثرید گوشت اور کدو سے کھاتے۔ کدو کو پسند فرماتے کہا کرتے تھے یہ میرے بھائی یونس کا درخت ہے۔ عائشہ فرماتی ہیں جب بھی ہانڈی پکایا کرو تو کدو خوب ڈالا کرو کیونکہ یہ غم گین دل کو مضبوط کرتا ہے شکار کے پرندوں کا گوشت کھاتے مگر خود نہ ان کا پیچھا کرتے نہ شکار کرتے ہاں اس بات کو پسند فرماتے کہ کوئی شخص آپ کے لیے شکار کھیلے اور آپ کھائیں، روٹی اور گھی کھاتے، بکری کا دست اور منڈھا پسند کرتے، کدو کا سالن اور سرکہ پسند تھا اور کھجوروں میں سے عجوہ پسند تھی، ان کھجوروں کے بارے میں آپ نے برکت کی دُعا بھی فرمائی۔ فرمایا یہ جنتی میوہ ہے، زہر اور جادو سے شفا ہے۔ سبزیوں میں سے تلسی، کاسنی اور خرفہ پسند فرماتے۔

لباسِ رسُول

جو مل جاتا پہن لیتے، اکثر سپید کپڑا پہنتے، فرمایا کرتے "اپنے زندوں کو سفید جامہ پہناؤ اور مُردوں کو اسی کا کفن دو۔" بسا اوقات اندر سے برآمد ہوتے تو انگشتری میں دھاگا بندھا ہوتا ایسا کسی بات کے یاد رکھنے کے لیے کیا کرتے تھے عمامہ کے نیچے ٹوپی اوڑھتے اور بغیر عمامہ کے بھی ٹوپی استعمال کرتے بسا اوقات ٹوپی سر سے اُتار کر نماز کے لیے سُترہ بنا دیتے جب بھی کوئی کپڑا پہنتے داہنی طرف سے زیب تن کرتے اور یہ دُعا پڑھتے:۔

الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی واتجمل بہ فی الناس

جب کپڑے اتارتے تو بائیں طرف سے اتارتے، جمعہ کے لیے خاص لباس ہوتا تھا، جب بھی کوئی نیا کپڑا پہنتے تو پُرانا کسی مسکین کو دے دیتے فرمایا کرتے تھے "جب بھی کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو اپنی ضرورت سے زیادہ کپڑے اللہ واسطے دے دیتا ہے تو وُہ اللہ کی ضمانت حفاظت اور عافیت میں ہو جاتا ہے خواہ مُردہ کو دے یا زندہ کو۔"

آپ کا بستر مبارک چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے تھے تقریباً دو ہاتھ لمبا اور

ایک ہاتھ ایک بالشت چوڑا ایک عبا تھی جہاں کہیں جاتے اُسے دوہرا کر کے بچھا لیتے، چمڑے کی پیٹی باندھتے جس میں چاندی کے تین حلقے تھے

شجاعتِ رسُول علی فرماتے ہیں "جنگِ بدر میں ہم نبی کی پناہ لیتے تھے اور آپ ہم میں دشمن سے سب سے قریب ہوتے تھے۔ اس دن آپ سب سے بہادر دکھائی دیتے تھے۔"

معجزات جن لوگوں نے آپ کے عادات و اطوار دیکھے اور جو کچھ آپ کے بارے میں نقل کیا گیا اُسے محفوظ رکھا وہ جانتے تھے کہ اولین و آخرین ایسے معجزات سے عاجز ہیں اور یہ باتیں بغیر وحی کے نہیں ہو سکتیں۔ بالکل اکھڑ بدو بھی آپ کو دیکھتا تو کہہ اُٹھتا واللہ یہ چہرہ جھوٹے انسان کا نہیں ہو سکتا۔ صاحب بصیرت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ آپ سچے نبی تھے۔ پھر بھی ہم بعض معجزات کا ذکر کیے دیتے ہیں۔ جب قریش مکہ نے یہ سوال کیا کہ آپ سچے نبی ہیں تو چاند کے دو ٹکڑے کر دیں تو شق القمر ہوا۔ غزوہ خندق میں ابو طلحہ کے گھر آپ نے تھوڑا سا کھانا ایک بڑی جماعت کو سیر ہو کر کھلایا۔ انگشتِ مبارک سے پانی جاری ہوا اور ایک لشکر نے پیٹ بھر کر پیا اور ایک پیالہ سے سب نے وضو کیا جس کا منہ اتنا چھوٹا تھا کہ دستِ مبارک بھی اس کے اندر کشادہ نہ ہو سکتا تھا۔ اس قسم کے بہت سے معجزات ہیں مگر صاحبِ بصیرت کا ایمان ان پر موقوف نہیں۔

○

اکیسواں باب

عجائباتِ قلبِ انسانی

عجائباتِ قلب رسُول اللہ نے فرمایا ہے "جسمِ ابنِ آدم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے وہ درست ہو تو سارا جسم درست، سنو وہ قلب ہے۔"

Marfat.com

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصل قلب ہے وہی عالم جسد میں امیر مطاع ہے باقی تو اس کی رعیت ہیں، ہم قلب، رُوح، نفس اور عقل کے معانی پر روشنی ڈالتے ہیں:۔

قلب اس لفظ کا اطلاق دو معنیٰ پر ہوتا ہے، ایک وہ لحم صنوبری جو سینے کے بائیں جانب ہے اس کے باطن میں ایک خانہ ہے جس میں سیاہ خون بھرا رہتا ہے یہی منبع رُوح ہے۔ یہ گوشت کا لوتھڑا اسی طرح حیوانات اور مُردوں میں ہوتا ہے۔

دوسرے معنیٰ یہ ہیں کہ وُہ ایک ربانی و روحانی لطیفہ ہے جس کا اس مضغۂ گوشت سے تعلق ہے یہی لطیفہ اللہ کا ادراک کرتا ہے اور ایسی چیزوں کا ادراک کرتا ہے جنھیں خیال و وہم نہیں پا سکتے، یہی حقیقتِ انسانی ہے اور یہی مخاطب الٰہی ہے، اسی کی طرف اللہ تعالےٰ نے اشارہ فرمایا ہے:۔

ان فی ذلک لذکریٰ لمن کان	اس میں نصیحت ہے اس کے لیے
لہ قلب۔	جو دل رکھتا ہو۔

اگر اس آیت میں صنوبری شکل کا مضغۂ گوشت مراد ہوتا تو وہ تو ہر ایک کے سینے میں ہے جب یہ بات معلوم ہوگئی تو جاننا چاہیئے کہ اس لطیفہ کا اس لوتھڑے سے تعلق بڑا باریک ہے جسے حیطۂ بیان میں نہیں لایا جا سکتا بلکہ مشاہدہ پر موقوف ہے جو کچھ اُس کے متعلق بیان کیا جا سکتا ہے یہ سمجھ لو کہ وہ بادشاہ کی مانند ہے اور یہ مضغۂ گوشت قصرِ شاہی کی مانند، کیونکہ اگر اس کا تعلق اعراض جیسا ہوتا تو یہ کہنا درست نہ ہو سکتا کہ شیطان انسان اور اس کے دل کے درمیان حاصل ہو جاتا ہے۔

رُوح روح کے بھی دو معنیٰ ہیں ایک رُوح طبعی جو ایک قسم کا بخار ہے جس کا منبع تجویفِ قلب کا سیاہ خون ہے وہاں سے وُہ رگوں کے ذریعے سارے جسم میں پھیل جاتا ہے گویا وُہ گھر کا چراغ ہے کیونکہ اسی سے سارے میں روشنی پھیلتی ہے، اطبأ اسی پر رُوح کا اطلاق کرتے ہیں۔

روح کے دُوسرے معنیٰ یہ ہیں کہ وُہ ایک لطیفۂ ربانی ہے جو دراصل حقیقتِ قلب ہے، روح اور قلب دونوں اس لطیفہ سے منسلک ہیں، اسی سے اللہ تعالیٰ نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔

قل الروح من امر ربی۔	آپ کہہ دیجئے روح امر ربی ہے۔

Marfat.com

نفس نفس کے دو معنی ہیں ایک تو جامع قوتِ غضب و شہوت و صفات مذمومہ کو بولتے ہیں رسول اللہ کے اس قول میں یہی مراد ہے :۔

"تیرا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔" مجاہدہ سے اسی کی قوت کے توڑنے کا حکم ہے۔

نفس کے دُوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ لطیفۂ ربانی ہے جس پر روح اور قلب کا بھی اطلاق کیا جاتا ہے۔ اسے رُوح قلب بھی کہہ دیتے ہیں اور مطلق روح بھی۔ یہی حقیقتِ انسانی ہے جس سے انسان تمام حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے۔ جب یہ ذکر الٰہی سے پاک صاف ہوجاتا ہے اور شہوات و صفاتِ مذمومہ مٹ جاتے ہیں تو اسے نفسِ مطمئنہ بولتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول میں یہی مراد ہے۔

یا ایتھا النفس المطمئنة ــــ اے نفسِ مطمئنہ !

نفس قبل اس بات کے کہ اس درجے تک پہنچے اس کے دو اعتباری درجے ہیں، ایک کو نفسِ لوامہ بولتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اسی کی قسم کھائی ہے۔

ولا اقسم بالنفس اللوامه ــــ میں نفسِ لوامہ کی قسم کھاتا ہوں۔

یہ معاصی پر ملامت کرتا ہے، نہ تو ان کی طرف جھکتا ہے اور نہ ان سے خوش ہوتا ہے۔

اس درجہ تک پہنچنے سے پہلے اس کا ایک درجہ ہے یعنی امارہ بالسوء چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

ان النفس لامارة بالسوء ــــ بے شک نفس بُرائی کا بہت حکم دیتا ہے۔

یہ کسی حالت میں بھی بھلائی کا حکم نہیں دیتا اور بُرائی پر ملامت نہیں کرتا یہ نفس کا سب سے پست ترین درجہ ہے اور مطمئنہ بلند ترین۔

لوامہ ان دونوں کے درمیان ہے وہ برائی کو پسند نہیں کرتا نہ اُس کی طرف مائل ہوتا ہے اور نہ مطمئن رہ سکتا ہے کہ بھلائی یعنی ذکرِ الٰہی سے مطمئن ہوجائے۔

عقل عقل کے کئی معنی بیان کیے گئے ہیں،

(۱) علم بہ حقیقت اشیاء (۲) عالم بہ حقیقت اشیاء، دُوسرے معنی ایک لطیفۂ ربانی ہے جس کا پیچھے ذکر گزرا کیونکہ مندرجہ ذیل حدیث میں پہلے معنی ٹھیک نہیں بیٹھ سکتے، رسُول اللہ نے فرمایا :۔

Marfat.com

"سب سے پہلے اللہ نے عقل کو پیدا کیا پھر اُس سے کہا آگے آ تو وہ آگے آئی پھر کہا پیچھے ہٹ تو وُہ پیچھے ہٹی ۔"

اب تمھیں یہ معلوم ہوگیا ہوگا کہ قلب، عقل، روح اور نفس کا آیات و احادیث میں جو ذکر آیا ہے ان سے مراد لطیفۂ ربانی ہے اور جب بھی ہم یہ لفظ لاتے ہیں تو یہی معنی مراد ہوتے ہیں۔ اچھی طرح سمجھ لو۔

سہل تستری کہتے ہیں: "قلب عرش ہے اور سینہ کرسی ہے ۔" اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے شکل صنوبری کے علاوہ کوئی چیز مراد لی ہے ۔

خصوصیاتِ قلب

دل کے دو لشکر ہیں، ایک لشکر تو آنکھوں سے نظر آتا ہے جیسے ہاتھ پاؤں، آنکھ اور تمام اعضاء، دوسرا لشکر بصیرت سے معلوم ہوتا ہے اس کا عنقریب ذکر آئے گا۔ حدیث میں ہے: "ابنِ آدم کے جسم میں ایک مضغۂ گوشت ہے وہ درست ہو تو سارا جسم درست سُنو وُہ قلب ہے ۔"

قلب کو آمرِ مطاع ہونا چاہیئے اور سارے بدن کو اس کے امر و نہی کا فرمانبردار، اگر ایسا نہ ہو اور شہوتوں کا غلبہ ہو تو حاکم محکوم بن جاتا ہے اور معاملہ برعکس ہوجاتا ہے۔ ایسی کچھ حالت ہوجاتی ہے جیسے کوئی بادشاہ کسی کتے یا دشمن کا ذلیل قیدی بن جائے، لہٰذا جب آدمی ہوا و ہوس کا پابند ہوتا ہے تو عام آدمی خواب میں اور صوفیہ عالم بیداری میں اپنے آپ کو خنزیر یا گدھے کے سامنے سجدہ ریز دیکھتے ہیں، اگر غصہ کا تابع فرمان ہوتا ہے تو اپنے کو کتے کے سامنے سجدہ کناں پاتا ہے کیوں کہ در اصل اُس نے گدھے کی اطاعت کی جو کہ شہوت ہے اور خنزیر کی تابع داری کی جو کہ ہوا و ہوس ہے، اس حالت میں وہ شیطان کا فرمانبردار ہوتا ہے جو انسان پر مسلّط ہوتا ہے۔ جب خواہشات کا تسلّط بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے جو کہ دل کے لیے جنودِ شیطان ہیں اور دل میں ان کے مقابلہ کی تاب نہیں ہوتی اور وُہ مدت تک مغلوب رہتا ہے تو اس لطیفہ کی خاصیت باطل ہوجاتی ہے، اسی کو احادیث میں دل کی سیاہی سے تعبیر کیا گیا ہے اور اسی کو قرآن میں طبع و رین سے تعبیر کیا گیا ہے ۔

اولٰئک الذین طبع اللہ علی قلوبھم کلا بل ران علی قلوبھم ۔	یہی ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے یہی ہیں جن کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا۔

Marfat.com

دل کی مثال آئینہ کی سی ہے جب تک وہ میل اور زنگ سے پاک رہتا ہے تو حقائق کا مشاہدہ کرتا ہے اور جب زنگ آلود ہو جاتا ہے تو برباد ہو جاتا ہے اور جب صیقل کا کوئی سامان نہیں ہوتا کہ اُس کے زنگ کو دُور کرکے جلا بخشے تو پھر ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ صیقل کرنے والا اس کے صیقل کرنے اور جلا دینے پر قادر نہیں ہوپاتا۔ اسی کو طبع و رین کہتے ہیں اور اسی کی طرف رسُول اللہ نے اشارہ فرمایا ہے "دل پر بھی لوہے کی طرح زنگ چڑھتا ہے" سوال کیا گیا کس چیز سے جلا پاتا ہے؟ فرمایا ذکرِ موت و تلاوتِ قرآن سے۔"

جب دل کی حکومت بالکل برباد ہو جاتی ہے تو شیطان چھا جاتا ہے اور صفاتِ محمودہ، مذمومہ سے بدل جاتے ہیں۔

رسُول اللہ نے فرمایا ہے :-

"دل کی چار قسمیں ہیں :

۱۔ قلبِ مجرد جس میں چراغ روشن ہو یہ قلب مومن ہے۔

۲۔ قلب سیاہ سرنگوں، یہ کافر کا دل ہے۔

۳۔ غلاف میں لپٹا ہوا دل، یہ منافق کا دل ہے۔

۴۔ قلبِ مصفح، جس میں ایمان و نفاق دونوں ہوں۔ اس کے اندر ایمان سبزے کی طرح ہوتا ہے جسے پاکیزہ پانی پرورش کرتا ہو اور نفاق زخم کی طرح ہوتا ہے جسے پیپ سیراب کرتی ہو تو جو بھی مادہ غالب ہوگا اسی کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

ان الذین اتقوا اذا مسھم	جب پرہیزگاروں کو شیطانوں کا گروہ
طائف من الشیطان	لپٹتا ہے تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور
تذکروا فاذا ھم مبصرون۔	بصیرت پاتے ہیں۔

رسُول اللہ نے فرمایا ہے کہ دل کی بصیرت وجلا ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔" اور ذکر پر قدرت تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے تو تقویٰ ذکر کا دروازہ ہے اور ذکر کشف کا دروازہ ہے اور کشف فوزِ کبیر کی کنجی ہے۔

امراضِ قلب

معلوم ہونا چاہیئے کہ دل کی مثال آئینے کی سی ہے اور علوم حقائق کی مثال ان صُورتوں جیسی جو آئینہ پر منعکس ہوتی ہیں اور انعکاس ایک تیسری

Marfat.com

چیز ہے۔ اب یہ جاننا چاہیئے کہ صورتوں کے منعکس نہ ہونے کے پانچ اسباب ہیں۔

۱۔ فسادِ صورتِ آئینہ، یعنی اس کی شکل غیر مدور اور ٹیڑھی میڑھی ہو۔

۲۔ زنگ۔

۳۔ آئینہ، صورت کی سمت سے ہٹا ہُوا ہو مثلاً یہ کہ صورت اس کے پیچھے ہو۔

۴۔ آئینہ اور تصویر کے درمیان کوئی پردہ حائل ہو۔

۵۔ آئینہ کو پتا نہ ہو کہ تصویر کس طرف ہے۔

دل کی بھی یہی حالت ہے وُہ اس بات کی استعداد رکھتا ہے کہ وُہ تمام اُمور میں خدائی صفات کے ساتھ مزّین ہو لیکن مندرجہ بالا پانچ اسباب کی وجہ سے خالی رہ جاتا ہے، پہلی بات یہ کہ خود دل ہی خراب ہو جیسے مجنون وصبی کا دل۔ دوسری یہ کہ کدورتِ معاصی اور خباثت، کثرتِ شہوت سے دل پر چڑھی ہوئی ہو جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے:۔

کلا بل ران علی قلوبھم ہرگز نہیں، اللہ نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔

اور حضور نے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے:۔

"جس شخص نے کوئی گناہ کیا اُس سے عقل کا کچھ حصہ زائل ہو جاتا ہے جو کبھی نہیں لوٹتا"۔ اس لیے کہ عقل کا یہ کام ہے کہ دل کو کسی اچھائی کے ساتھ جلا دے اگر انسان گناہ نہ کرتا تو دل کی روشنی میں اضافہ ہوتا۔

تیسری یہ کہ دل حقیقتِ مطلوبہ کی طرف سے ہٹا ہُوا ہو مثلاً یہ کہ ترتیبِ طاعات میں لگا رہتا ہے حالانکہ اُسے ابراہیم خلیل اللہ کی طرح ذاتِ خداوندی کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے تھا کہ اُنھوں نے فرمایا، انی وجھت۔

چوتھی چیز حجاب ہے، وہ یہ کہ دل کے اندر بقیہ شہوت یا فسادِ عقیدہ ہو جو بچپن میں لگ گیا تھا اور اس کا اثر باقی رہ گیا ہو۔

پانچویں اس سمت سے آشنا نہ ہونا جدھر طلب کرنی چاہیئے تھی، ایسے شخص کو چاہیئے کہ کلی طور پر ایمان بالغیب رکھے کیونکہ جب تک ایمان بالغیب نہ ہوگا تو وُہ ایک نامعلوم چیز کی تحصیل کے درپے کیسے ہو سکتا ہے لہٰذا غفلت مانع بن جاتی ہے۔ چنانچہ رسُول اللہ نے فرمایا ہے:۔

"اگر شیاطین قلوب بنی آدم کے اِردگرد نہ گھومتے تو وہ ملکوت السمٰوت کا مشاہدہ کیا

Marfat.com

کرتے ۔" نیز فرمایا" ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے مگر اُس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔"

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ" انھوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! اللہ کہاں ہے زمین میں یا آسمان میں؟ فرمایا مومن بندوں کے دلوں میں۔"

حدیث میں آیا ہے" کہ اللہ نے فرمایا مجھے ارض وسما نہیں سما سکتے البتہ میرے مومن بندے کا دل سما سکتا ہے۔"

حضرت عمر فرماتے ہیں" میرے دل نے میرے پروردگار کو دیکھ لیا کیونکہ اس نے میرے دل کو صاف شفاف کر دیا تھا۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

قد افلح من زکٰھا — فلاح پا گیا جس نے اُس کا تزکیہ کیا۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ قبولِ حق کے تین درجے ہیں۔

۱۔ حق کو ابتداء میں کسی سے سن کر قبول کر لینا، اس میں غلطی ممکن ہے یہ عوام کی تقلید ہے۔

۲۔ یہ کہ گھر کے اندر سے کسی شخص مطلوب کی آواز سنے اور پہچان جائے کہ یہ اُسی کی آواز ہے جس کا وہ طالب ہے۔

۳۔ گھر کے اندر داخل ہو کر اس شخص کا مشاہدہ کر لے۔ حضرت علی کے قول سے یہی مراد ہے "اگر پردہ اُٹھ جائے تو میرے یقین میں کوئی اضافہ نہ ہو یہ ایمان انبیاء، صدیق و اولیاء ہے اس کے گرد نہ سہو گھومتا ہے نہ غفلت۔

کافر، بچے اور مجنون کا انکشافِ حقائق سے باز رہنا ایسا ہے جیسے ایک کامل صاحبِ بصارت بغیر نورِ شمس کے کچھ نہیں دیکھ سکتا تو وہ بصیرتِ سابقہ کی بنا پر طلوعِ شمس کے وقت دیکھ لیتا ہے۔ اسی طرح سنِ رشد و عمل سے پہلے صبی و مجنون کے دل میں علم منکشف نہیں ہوتا کیونکہ اس کی لوحِ قلب ابھی تک نقشِ قلم کے قبول کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ قلم اللہ کی ایک مخلوق ہے جس سے قلوبِ عباد میں علوم، نقش ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ — جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی اور انسان کو نامعلوم چیزوں کا علم دیا۔

اس کا قلم مخلوق کے قلم کے مشابہ نہیں ہے جیسے اس کے صفات مخلوق کے صفات جیسے نہیں ہیں کیونکہ اس کا قلم بانس یا لکڑی کا نہیں ہے۔ جیسے اس کی ذات نہ جوہر ہے نہ عرض۔

جسم کا بادشاہ

قلب یعنی لطیفۂ ربانی بادشاہ کی مانند ہے اور بدن اُس کی مملکت ہے اور قوتِ عقلیہ منکرہ وزیر ہے اور صفاتِ مذمومہ پولیس کی طرح ہیں تو دل جب تک کہ اپنی مملکت کے تصرف میں وزیر کے اشارے پر چلتا ہے اُس کی سلطنت درست رہتی ہے اور اگر صفاتِ مذمومہ، اشارۂ عقل کے خلاف غالب آجاتے ہیں تو راہِ عدل سے منحرف ہوجاتا ہے۔

ہم اس کی ایک اور مثال دیتے ہیں، لطیفۂ ربانی کی مثال ایسی ہے جیسے شہسوار شکاری بدن اس کی سواری ہے اور غضب و شہوت اس کے کتے۔ اگر اس کی سواری اور اس کتے فرمانبردار ہیں تو وہ شکار پر قادر ہوجاتا ہے یعنی علوم و فنون اور سعادت ابدی حاصل کرلیتا ہے اور اگر گھوڑا سرکش ہو یا کتے غیر تربیت یافتہ ہوں کہ اُس کے چھوڑنے پر نہ لپکیں اور اس کے روکنے پر نہ رکیں تو معاملہ خراب ہوجاتا ہے اور مقصود حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ کہیں کتے اس پر نہ ٹوٹ پڑیں اور بجائے شکار کے اسے نہ پھاڑ ڈالیں۔

مراتبِ قلب

قلب میں حصولِ علم کے چند مرتبے ہیں، ایک تو وہ جو علماء کو حاصل ہوتا ہے مقدمات کے ذریعہ نتائج تک پہنچتے ہیں اور دلیلوں کے واسطے مدلولات تک رسائی پیدا کرتے ہیں۔ دُوسرے وہ جو بطورِ کشف و ارادۂ الٰہی حاصل ہوتا ہے جیسا کہ پیغمبروں کو ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ابراہیم خلیل اللہ کے بارے فرماتے ہیں :-

وکذلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوت والارض۔	ہم اسی طرح ابراہیم کو ارض و سما کے ملکوتی حالات دکھاتے ہیں۔

ہمارے پیغمبر فرماتے ہیں "اے اللہ! اشیاء کو جیسی کہ وہ ہیں ہمیں دکھا" لہٰذا ان کے لیے حقائق بغیر کسی دلیل، برہان یا مقدمات کے واضح ہوجاتے ہیں اللہ کے قول سے یہی مراد ہے۔

مایفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا۔	اللہ لوگوں کے لیے جو رحمت کھول دیتا ہے اُسے کوئی روک نہیں سکتا۔

Marfat.com

یہ رحمت جودِ الٰہی و کرم ابدی سے ان لوگوں کے لیے کھول دی جاتی ہے جو اس رحمت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ اسی کی طرف علیہ السلام نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے "کچھ دن ایسے ہیں کہ تمہارے پروردگار کی رحمتیں کھلتی ہیں تو انہیں بڑھ کر حاصل کرو"۔ ان کے درپے ہونا ہی فلاح و سعادت ہے جو تزکیہ سے حاصل ہو سکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

قد افلح من زکاھا	فلاح پا گیا جس نے نفس کا تزکیہ کیا۔

اس سے اعراض، ادبار ہے اور بدبختی اس کے خلاف چلنے میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

وقد خاب من دسّٰھا۔	محروم رہا جس نے نفس کو آلودہ کیا۔

اگر بندہ کی طرف سے خواہشِ استکشاف ہو تو یہ بصورتِ دعا اور طلبِ ہدایت کے ظاہر ہوتی ہے اور اگر اللہ کی طرف سے ہو اور بندہ کی طلب کو دخل نہ ہو تو اس کا ظہور بصورتِ نزول ہوتا ہے اسی کی طرف حضور نے اس حدیث میں اشارہ کیا ہے "اللہ تعالیٰ ہر رات، سمائے دُنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں۔" اور اس حدیث میں بھی جو پروردگار کی زبانی ہے اس طرف اشارہ ہے "نیک بندوں کو مجھ سے ملنے کا شوق کس قدر زیادہ ہے اور میرا ان سے شوقِ ملاقات کہیں زیادہ ہے"۔

استکشاف و تکشف کی طرف اس حدیثِ قدسی میں بھی اشارہ ہے، "جو شخص میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے مَیں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہُوں۔"

بہرحال معلوم ہونا چاہیئے کہ جودِ الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ وُہ بغیر کسی بخل کے صرف ہوتی رہے اور کرم سرمدی کا یہ تقاضا ہے کہ قلب اپنی اصلی فطری حالت میں اس سعادت کے قبول کے لیے مستعد رہے۔ اسی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے :-

"ہر بچہ دینِ فطرت پر پَیدا ہوتا ہے۔" اور اس قولِ خداوندی میں بھی :-

فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا۔	اللہ کی فطرت جس پر لوگوں کو پَیدا کیا۔

فرماتے ہیں :-

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم	ہم نے انسان کو بہترین پیمانے پر پَیدا کیا ہے۔

Marfat.com

ہاں ان دونوں اُمور کے درمیان بعض اُمور موانع و مشاغل پیدا ہو جاتے ہیں جیسے شہوتیں، خباثتیں اور مشاغل، جب موانع اُٹھ جاتے ہیں تو معاملات اپنے اقتضاء کے مطابق جاری ہو جاتے ہیں اور قلب کے لیے جلال و عظمت الٰہی کا انکشاف ہو جاتا ہے اور انسان سعادت ابدی پاتا ہے جس قدر کسی برتن میں گنجائش ہوتی ہے اُسی قدر اس میں کوئی چیز سما سکتی ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالےٰ ربانیوں والاحبار کہا ہے۔ یہ سعادت جسے حاصل ہو جائے وہ ملک کریم بن جاتا ہے اور ربانیوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ اسی کی طرف حضرت علی نے اشارہ فرمایا ہے" سرزمین پر اللہ کے کچھ برتن ہیں یعنی دل، اللہ کو وہ پسند ہیں جو لطیف و شفاف اور سخت ہوں۔" پھر آپ نے خود ہی اس قول کی تفسیر فرماتے ہوئے کہا: "دین میں سخت، یقین میں صاف شفاف اور بھائیوں کے لیے نرم۔"

اسی کی طرف اللہ کے اس قول میں اشارہ ہے :۔

مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا	اس کے نور کی مثال اس طاق کی سی
مصباح ۔	ہے جس میں چراغ روشن ہو۔

ابی بن کعب نے فرمایا ہے یہ نور مومنین و قلوبِ مسلمین کی مثال ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

او کظلمات فی بحر لجیّ	یا بحرِ مواج میں تاریکی کی طرح

یہ منافق کے قلب کی مثال ہے۔ زید بن اسلم کہتے ہیں فی لوح محفوظ سے مراد قلبِ مومن ہے۔

فطرتِ قلبِ انسانی

انسان اپنی اصلی فطرت و ترکیب کے اعتبار سے چار چیزوں کا مجموعہ ہے، درندوں کے صفات، چوپایوں کے صفات، شیطانی صفات اور ربانی صفات۔

جب غصہ کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ درندوں کے سے کام کرتا ہے، شہوتوں کا تسلط ہوتا ہے تو چوپاؤں کے سے اور ان دونوں کے جمع ہو جانے کی وجہ سے اور حبِ حرص و قوت و غلبہ اور مکر و فریب کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے اس پر شیطنت غالب آجاتی ہے لیکن چونکہ دراصل روح امر ربانی ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا قل الروح من امر ربی لہٰذا وہ اپنے لیے ربانیت و علو چاہتی ہے اور تابعِ فرمان بننا نہیں چاہتی اور ایسے اُمور سے خوش ہوتی ہے جو

معرفت سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے ساتھ متصف ہونے سے سرور محسوس کرتی ہے، جہالت اور جہالت کے ساتھ متصف ہونے سے نفرت کرتی ہے۔

جب یہ معلوم ہوگیا تو اچھی طرح جان لو کہ عبادتوں کے ساتھ مشغولیت اور ان پر مداومت سے مقصود لایعنی باتوں کا مغلوب کرنا اور شایاں امور کا بقا ہے۔ عنقریب ریاضت نفس کے بارے میں تفصیل آئے گی۔

اگر علم صالح، تعلیم و تعلم اور تربیت مقدمات سے پیدا ہوا ہے تو یہ طریقہ علماء ہے اور اگر اس کے علاوہ حاصل ہوا ہے تو یہ طریقہ صوفیہ ہے جو کہ کشف و مشاہدہ سے ملتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ نفس میں الہام ہو اسے نفث فی الروع کہتے ہیں جس کی طرف رسول اللہ نے اس قول میں اشارہ کیا ہے۔ "روح القدس نے میرے دل میں پھونکا کہ جس سے چاہے محبت کرو اسے چھوڑنا ہی پڑے گا۔ کرو جو چاہے اس کا بدلہ ضرور ملے گا، زندہ رہو جب تک چاہو مرنا ضرور ہے۔"

دوسری قسم بھی جنس الہام سے ہے اس کی صورت یہ ہے کہ انسان کے لیے حقائق اشیاء منکشف ہوں اور وہ اس موکل فرشتہ کو بھی دیکھے جس سے استفادہ کرتا ہو۔

جب دل صاف شفاف آئینہ کی طرح ہوتا ہے اور حجاب اٹھ جاتا ہے تو وہ ایسے ہو جاتا ہے جیسے لوح محفوظ کے سامنے آئینہ لہٰذا اس میں حقائق علوم منکشف ہو جاتے ہیں یہ بات ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ حقائق اشیاء لوح محفوظ میں منقش ہیں۔ ارتفاع حجاب کبھی نیند میں ہوتا ہے اور کبھی بیداری میں، صوفیہ اس سے آشنا ہیں۔ کبھی رحمت ربانی کی ہوائیں بلاسبب و کوشش کے چلنے لگتی ہیں تو پردۂ غیب کے پیچھے سے علوم غریبہ کی روشنی پڑتی ہے اس قسم کے کشف کی تکمیل موت سے ہوتی ہے جس سے پوری طرح پردے اٹھ جاتے ہیں۔ اسی کی طرف رسول اللہ نے اشارہ کیا ہے۔

الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا۔ — لوگ سو رہے ہیں جب مریں گے تب ہی بیدار ہوں گے۔

صوفیہ کا طریقہ تصفیہ موت کے قریب قریب ہوتا ہے لہٰذا وہ علوم کے پیچھے نہیں پڑتے بلکہ تصفیۂ قلب و قطع علائق کے درپے رہتے ہیں تاکہ پورے طور سے اللہ کی طرف متوجہ ہو سکیں۔ پھر معاملہ خدا کے سپرد کہ وہ ان کے قلوب کے لیے انوار و الطاف کے دروازے

Marfat.com

کھول دے، انبیاء و اولیاء کا یہی طریقۂ کار ہے، ان لوگوں نے علوم و حقائق کو کسی سے پڑھا نہیں بلکہ خزانے پائے لہٰذا کسب و اکتساب سے مُنہ موڑ کر انھیں کے ساتھ مشغول ہو گئے۔ علمِ کسبی کسب و صوفیہ کے طریقۂ کار کی مثال، خزانہ و کیمیا کی سی ہے مگر خبردار اکتساب کو نہ چھوڑنا کیونکہ یہ تو باعثِ ہلاکت ہے۔

طریقۂ تعلیم و طریقۂ صوفیہ

دل کے دو دروازے ہیں ایک دروازہ عالمِ محسوسات کی طرف کھلا ہے اور دُوسرا عالمِ غیب کی طرف۔

اس بات کی سچائی کا علم حالتِ خواب پر کرنے سے واضح ہو جاتا ہے، تم نیند میں عجائبات دیکھتے ہو اور ایسے غیبی اُمور پر اطلاع پا لیتے ہو جو مدّت بعد ظہور پذیر ہونے والے ہوتے ہیں۔

بیداری میں یہ دروازہ انبیاء و اولیاء کے لیے کھلا ہوتا ہے یہ بات ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو ماسوی اللہ سے دل کو پاکیزہ کر لیتے ہیں اور بالکل اسی کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، رسُولِ خدا نے مندرجہ ذیل حدیث میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے:۔

"یکتا لوگ سبقت لے گئے، سوال کیا گیا وہ کون ہیں؟ یا رسُول اللہ!

فرمایا ذکرِ الٰہی میں کوشش کرنے والے، ذکر نے ان کے گناہوں کے بوجھوں کو اُتار دیا لہٰذا وہ بروزِ قیامت ہلکے پھلکے آئیں گے۔"

اس کے بعد ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا، "مَیں ان کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، تمھیں پتا ہے مَیں جس کی طرف متوجہ ہوتا ہُوں اُسے کیا دیتا ہوں؟"

پھر فرمایا، "سب سے پہلی چیز جو انھیں دیتا ہُوں یہ ہے کہ اپنا نور ان کے دلوں کو بخشتا ہوں تو وہ مجھ سے باخبر ہو جاتے ہیں جیسے مَیں ان سے باخبر ہو جاتا ہُوں۔"

یہ تمام چیزیں دل میں اسی دروازے سے داخل ہوتی ہیں جو عالمِ غیب کی طرف کھُلتا ہے اور وہ عالمِ الٰہی ہے۔ بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ دل میں غیب کی طرف ایک روزن ہے۔"

اب ہم تعلیم اور تصوّف کے درمیان ایک مثال سے فرق واضح کرتے ہیں، کہتے ہیں چین اور روم کے مصوّروں نے شاہِ روم کے سامنے ایک دُوسرے پر فخر کیا تو شاہِ روم نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں آمنے سامنے کی دیوار پر اپنی اپنی تصویریں بنائیں اور دونوں کے درمیان ایک پردہ ڈلوا دیا کہ ایک دُوسرے کے نقش و نگار کو نہ دیکھ سکیں، رُوم کے باشندوں نے طرح طرح کے رنگ و روغن جمع کیے اور نقش و نگار بنانے لگے، چین والوں نے اپنی دیوار کو

Marfat.com

خوب خوب صیقل کیا، جب رومی فارغ ہو گئے تو چینیوں نے کہا ہم بھی فارغ ہو گئے ہیں تو بادشاہ کو بڑی حیرت ہوئی اس نے کہا کیسے؟ تم لوگ تو رنگ و روغن لائے ہی نہیں۔ چینیوں نے کہا آپ کو اس سے کیا غرض، پردہ اٹھوایا تو عجیب و غریب نقوش اور رنگ روغن ان کی دیوار پر ظاہر ہوئے اتنے روشن اور چمکدار کہ لوگ حیران رہ گئے۔ چینی تصفیہ میں مشغول رہے جبکہ رومی نقش و نگار میں۔

صوفیہ صیقل کرتے ہیں اور علماء نقش بناتے ہیں تو جو کچھ علماء پر ظاہر ہوتا ہے ان پر اور زیادہ روشن ہو کر ظاہر ہوتا ہے اور علماء کی پہنچ سے زیادہ ایسے امور منکشف ہوتے ہیں جن تک علم کی رسائی نہیں ہوتی۔

اسی کی طرف رسول اللہ نے اشارہ کیا ہے "وہ ہے جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا اور کسی انسان کے دل پر نہیں گزرا" اسی طرح مذکورہ بالا حدیث میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے "کیا تم میں سے کوئی جانتا ہے کہ جب میں کسی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو کیا دیتا ہوں" یہی زندگی مطلوب ہے جس کا اللہ نے ذکر کیا ہے۔

اذا دعاکم لما یحییکم — جب تمہیں بلاتا ہے زندگی بخش چیزوں کی طرف۔

تب دل مرتا نہیں۔ حسن نے فرمایا ہے، مٹی محل ایمان کو نہیں کھاتی، ہر شخص کو اس کے منصب کے بقدر اجر ملے گا تو مومن بندے اپنے انوار کی روشنی میں لقائے الٰہی کی طرف بڑھیں گے، اسی کی طرف حضور نے اس حدیث میں اشارہ کیا ہے:۔

"بعض لوگوں کو پہاڑ برابر نور دیا جائے گا بعض کو کم حتیٰ کہ آخری شخص وہ ہوگا جسے اس کے قدموں کے انگوٹھے پر نور عطا ہوگا تو کبھی روشن ہو جائے گا اور کبھی بجھ جائے گا جب روشن ہوگا تو وہ آگے کو قدم بڑھائے گا اور جب بجھ جائے گا تو کھڑا رہ جائے گا۔ صراط پر ان کا گزر بقدر انوار ہوگا، بعض طرفۃ العین میں گزر جائیں گے بعض بجلی کی طرح، بعض بدلی کی مانند، بعض شہاب کی صورت اور بعض گھوڑے کی رفتار سے، جس شخص کو پاؤں کے انگوٹھوں پر نور دیا جائے گا وہ کبھی منہ کے بل، کبھی پیروں پر اور کبھی ہاتھوں پر گھسٹ گھسٹ کر چلے گا، نار جہنم اسے لگتی جائے گی، اسی حالت میں وہ خلاصی پا کر گزر جائے گا۔"

یہی وجہ ہے کہ ایمان کے درجات مختلف ہیں، رسول اکرم نے فرمایا:۔

Marfat.com

"اگر ابوبکر کے ایمان کو عالم کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے اور ایمان انبیاء کو شامل نہ کیا جائے تو ان کا پلڑا جھکا رہے گا۔" یہ بات اسی طرح ہے جیسے کسی نے کہا ہے۔

"کہ اگر نورِ شمس کو سارے چراغوں کے نور سے وزن کیا جائے تو نورِ شمس غالب رہے گا۔" لوگوں کا ایمان چراغ اور شمعوں کی مانند ہے اور اولیاء کا ایمان قمر و نجوم کے نور کی طرح ہے اور انبیاء کا نورِ شمس جیسا۔

صوفیہ راستی پر ہیں

ابوالدرداء کہتے ہیں "مومن باریک پردے کے پیچھے سے دیکھتا ہے، خدا کی قسم، اللہ سچائی کو ان کے دلوں میں بھر دیتا ہے اور ان کی زبانوں پر جاری کر دیتا ہے۔"

رسول اللہ نے فرمایا ہے "مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ نورِ ایمان سے دیکھتا ہے۔"

حضور نے فرمایا ہے "میری اُمت میں محدثین و مکلمین ہیں اور عمر انھیں سے ہیں۔"

ابن عباس نے فرمایا: "وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث یعنی صدیقین۔"

خلاصہ یہ کہ جس کسی نے بھی اپنی تمام عمر میں ایک سچا خواب دیکھ لیا، اُسے اس بات پر کسی دلیل یا حدیث وغیرہ کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی، علاوہ ازیں بے شمار نشانیاں اس پر دلیل ہیں۔

دل کے دو (۲) دروازے

معلوم ہونا چاہیئے کہ دل کے اُس دروازے کے بالمقابل جو عالمِ غیب کی طرف کھلتا ہے ایک دوسرا دروازہ ہے جس سے شیطان داخل ہوتا ہے تو جس قدر صفاتِ ذمیمہ کا قلع قمع کیا جاتا ہے شیطان کے داخلے والا دروازہ اسی قدر تنگ یا بند ہو جاتا ہے اور جس قدر صفاتِ ذمیمہ کو ڈھیل دی جاتی ہے دروازہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اَب تمہیں اختیار ہے خواہ اس دروازے کو بند کر دو کہ دل محلِ حکمت و مھبطِ ملائکہ بن جائے اور جی چاہے تو کھلا چھوڑ دو کہ شیاطین کا آشیانہ بن جائے۔ اَب جتنے ابواب ہم قائم کریں گے سب میں شہوتوں کے قلع قمع کرنے اور دل کے ان سے پاک کرنے کا بیان ہوگا۔ اچھی طرح سمجھ لو، بہت کچھ پا لوگے، واللہ اعلم بالصواب۔

○

Marfat.com

بائیسواں باب

ریاضتِ نفس

رسُول اللہ نے فرمایا "ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹے" معلوم ہونا چاہیئے کہ نفس میں رذیل عادتیں ہوتی ہیں جن کا تزکیہ و تصفیہ ضروری ہے۔ اسی سے تم سعادتِ ابدی پا سکتے ہو اور قربِ خداوندی بھی جیسا کہ تمہیں پیچھے معلوم ہو چکا ہے۔

فضیلتِ حُسنِ خلق

رسُول اللہ نے فرمایا ہے، "حسنِ خلق خطاؤں کو اس طرح پگھلا دیتا ہے جس طرح سورج برف کو۔"

عبدالرحمان بن سمرہ بیان کرتے ہیں، "ہم رسول اللہ کے پاس تھے تو آپ نے فرمایا کل رات میں نے عجیب بات دیکھی، میں نے اپنی اُمّت کے ایک فرد کو گھٹنوں کے بل گھسٹتے دیکھا درآنحالیکہ اس کے اور اللہ کے درمیان حجاب تھا تو حسن خلق آیا اور اُسے اللہ تک پہنچا دیا۔"

خوش خوئی و بدخوئی

کہتے ہیں فلاں شخص حُسنِ خلق و حسنِ خُلق رکھتا ہے یعنی حسن ظاہر و باطن رکھتا ہے تو حُسنِ ظاہر جمال ہے۔ جیسا کہ تم جانتے ہو اور حُسنِ باطن، اخلاقِ ذمیمہ پر اخلاقِ حُسنہ کے غلبہ کو بولتے ہیں۔ باطن کا تفاوت، ظاہری تفاوت سے بہت بڑھا ہوتا ہے۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا ہے:۔

انی خالق بشراً من طین	میں مٹی سے ایک انسان پیدا کیا چاہتا
فاذا سویتہ و نفخت فیہ	ہوں تو جب اُسے سنوار دوں اور
من روحی۔	اپنی رُوح پھونک دوں۔

فرشتوں کو اس بات پر متنبہ کر دیا کہ اس کی ظاہری صورت مٹی سے بنی ہے مگر صورتِ باطنی عالمِ امرِ الٰہی سے ہے لہذا ہم حسنِ خلق سے حسنِ صورتِ باطن مراد لیتے ہیں جس قدر

صفاتِ مذمومہ مٹتے جاتے ہیں ان کی جگہ صفاتِ محمودہ لیتے جاتے ہیں یہی حسنِ خلق ہے اور مکمل حسن خلق رسولِ اللہ کا تھا کیونکہ انھوں نے درجۂ کمال پایا۔ آپ نے فرمایا ہے "اپنے اخلاق کو درست کرو" یہ کہہ کر اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اخلاق تغیر و تصرف کو قبول کرتے ہیں، لہٰذا تمھیں کہ غصہ، شہوت اور حرص کو مغلوب کرو۔ یہ سارے صفات شرع کے تحت ہونے چاہئیں اگر تم نے ایسا کر لیا تو مقصود حاصل ہو گیا، یہ بات مجاہدہ اور ناپسندیدہ باتوں پر صبر کرنے سے حاصل ہوتی ہے تاکہ پھر یہ عادت بن جائے۔

رسول اکرم نے فرمایا ہے "بھلائی عادت ہے" تو مثلاً اگر کوئی شخص فطری طور پر سخی نہ ہو، اسے چاہیئے کہ بہ تکلف سخی بنے۔ اسی طرح اگر فطری طور پر متواضع نہیں ہے تو زبردستی ایسا کرے تاکہ عادت بن جائے، سارے اوصاف کا یہی حال ہے کہ ان کی ضد کے ساتھ ان کا علاج کرے حتیٰ کہ مقصود حاصل ہو جائے، عبادتوں پر مداومت اور شہوتوں کی مخالفت باطن کو حسن بخشتی ہے اور اللہ سے انس ہو جاتا ہے۔

رسول کریم نے فرمایا ہے "خوشی خوشی اللہ کی عبادت کرو اگر ایسا نہیں ہے تو مکروہات پر صبر کرنا خیر کثیر ہے۔"

معلوم ہوا ابتدائے حالت میں صبر و استقلال سے کام بنتا ہے حتیٰ کہ عادت بن جائے۔ اصل فطرت، حسن باطن کا تقاضا کرتی ہے اسی کی طرف رسول اللہ نے اشارہ کیا ہے "نیکی کے دس ثواب ملتے ہیں" کیونکہ یہ فطرتِ اصلیہ کے مطابق ہوتی ہے۔

تہذیب اخلاق کی تفصیل یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں، امراض جسمانیہ میں مرض کا ضد کے ساتھ علاج کیا جاتا ہے۔ یہی حال مرضِ قلب کا ہے مگر طریقۂ کار اشخاص کے اختلاف سے بدل جاتا ہے کیونکہ طبیعتیں مختلف ہیں، اپنی قوم میں شیخ طریقت، نبی کی طرح ہوتا ہے وہ مرید کی حالت دیکھتا ہے تو جان لیتا ہے کہ اس پر کن اوصاف کا غلبہ ہے اور ان کا کس طرح علاج کرنا چاہیئے۔ تو ابتداء میں اُسے عبادتوں میں مصروفیت، کپڑوں کی پاکیزگی، نماز کی مداومت اور خلوتوں میں اللہ کے ذکر کی تلقین کرتا ہے، اس طرح اُس کے چھپے عیب ظاہر ہونے لگتے ہیں جیسے آگ پتھر میں چھپی ہوتی ہے، اگر اس کے پاس بہت سا مال ہوتا ہے تو اُسے لے کر اربابِ قلوب کے مصارف میں لاتا ہے تاکہ اس کا دل فارغ ہو جائے، فراغتِ قلبی ہی تو اصل ہے، پھر اُس کے مال سے دوسروں کو بھی فراغت نصیب ہوتی ہے اور ان کی ہمتیں بلند ہو جاتی ہیں تو دوسروں کی وجہ سے

Marfat.com

بھی اس کا مقصود آسان ہو جاتا ہے۔

تہذیب اخلاق کا ایک طریقہ یہ ہے کہ شیخ ایک عادت کو دوسری پر مسلط کر دیتا ہے تو ریاکاری کے ذریعہ اسے سخاوت پر آمادہ کرتا ہے تاکہ بخل کو چھوڑ دے اور حب دنیا سے منہ موڑ لے اور غضب و شہوت کو ترک کراتا ہے تاکہ عفت وصلاح کی توفیق ہو، پھر اس کے بعد وہ ریا کے قلع قمع کے درپے ہوتا ہے، ریاضت و توجہ الی اللہ اور نفس کی مخالفت سے جو قوت دینی شیخ میں پیدا ہوتی ہے اس کے ذریعہ وہ اس کی ریا کو ختم کر دیتا ہے۔

کہتے ہیں ایک شیخ کو رات کے قیام میں سستی ہوتی تھی تو اس نے نفس کو ایک مدت تک سر کے بل کھڑے ہونے پر مجبور کیا تو اس کا نفس پاؤں پر کھڑا ہونے پر بخوشی راضی ہو گیا کیونکہ نفس نے اسے غنیمت جانا۔

عیوب نفس کی پہچان

رسول اللہ نے فرمایا ہے "جب اللہ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے اپنے نفس کے عیوب پر بصیرت دے دیتے ہیں" اس کے چند طریقے ہیں، سب سے بہتر یہ ہے کہ کسی پیر طریقت کے پاس جائے اور جو کچھ وہ کہے کرے تو کبھی خود اس پر اس کے عیوب ظاہر ہو جائیں گے۔ اور کبھی شیخ مطلع کر دے گا۔ یہ طریقہ کار سب سے اعلیٰ اور اولیٰ ہے مگر اس دور میں ایسے شیخ کا پایا جانا نادر ہے۔ ایک اور طریقہ بھی ہے وہ یہ کہ کسی ایسے نیک آدمی کو دوست بنائے جو اس قسم کی باتوں سے آشنا ہو تو اس کے ساتھ رہا کرے اور اسے اپنا نگران بنا دے کہ حالات پر نظر رکھے اور متنبہ کر دے، اکابر آئمہ دین اسی طرح کیا کرتے تھے۔

حضرت عمر فرمایا کرتے تھے "اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو مجھے میرے عیوب پر مطلع کرے" آپ مسلمان سے اپنے عیوب دریافت کیا کرتے تھے۔ جب بھی وہ آتے تو دریافت کرتے آپ کو میرے عیوب سے کیا بات پہنچی ہے؟ تو وہ معافی چاہتے ایک دفعہ آپ نے اصرار کیا تو کہا، میں نے سنا ہے کہ آپ ایک دسترخوان پر دو سالن جمع کرتے ہیں اور آپ کے پاس دو کپڑے ہیں ایک رات کے لیے اور ایک دن کے لیے دریافت فرمایا اس کے علاوہ کوئی اور بات؟ کہا نہیں، فرمایا اگر صرف یہی ہیں تو ایسا نہیں ہے۔

حضرت حذیفہ جو منافقوں کے متعلق رسول اکرم کے رازداں تھے۔ ان سے دریافت کیا کرتے کیا مجھ میں کوئی نفاق کا عیب پاتے ہو؟ باوجود اتنے بڑے جلیل القدر صحابی ہونے کے

Marfat.com

وہ اپنے آپ پر شبہ ہی کی نظر ڈالتے تھے۔

اگر کوئی دوست نہ ملے تو حاسدوں کی باتیں غور سے سنو کیونکہ ضرور تمہارا کوئی نہ کوئی حاسد ہوگا جو تمہارے عیوب پر نگاہ رکھتا ہوگا اور بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہوگا۔ اس سے ضرور استفادہ کرو اور اپنے آپ کو عیوب کے بارے میں متہم کرو، اگر کوئی شخص تمہیں عیب پر مطلع کرے تو غصہ نہ کرو کیونکہ عیوب سانپ اور بچھو ہیں دنیا و آخرت میں تمہیں ڈسیں گے۔ اگر کوئی شخص تمہیں بتائے کہ تمہارے کپڑوں میں سانپ ہے جو تمہیں کاٹ لے گا تو اس کا ممنون ہونا چاہیئے اگر تم عیب بتانے والے پر غصہ کرتے ہو تو یہ آخرت پر ضعفِ ایمان کی دلیل ہے اور اگر ممنون ہوتے ہو تو یہ قوتِ ایمان پر دال ہے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ چشمِ خشم عیوب کو ظاہر کرتی ہے لہذا قوتِ ایمانی سے تمہیں یہ فائدہ ہوگا کہ حاسدوں کے عار دلانے کو غنیمت سمجھوگے۔ عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا آپ کو کس نے ادب سکھایا؟ فرمایا، کسی نے بھی نہیں، میں نے سبک سروں کی سبک سری دیکھی تو اس سے پرہیز کیا۔

پرہیز گاری

میں جو کچھ ذکر کیا اس پر غور کروگے تو آنکھیں کھل جائیں گی اور تمہیں فائدہ پہنچے گا اگر ایسا نہیں ہو سکا تو ایمان و تصدیق کو تو کم از کم نہ چھوڑو کیونکہ سب سے پہلے ایمان ہے پھر پہنچ جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات۔	اللہ تم میں سے ایمان والوں کو بلند کرتا ہے اور علم والوں کو درجات عطا کرتا ہے۔

تقوٰے ان اعمال کی تحصیل کے لیے راس المال ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب	جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اُس کے لیے راہ بنا دیتا ہے اور بے گمان رزق دیتا ہے۔

کہتے ہیں عزیزِ مصر کی بیوی نے یوسف علیہ السلام سے کہا "اے یوسف! حرص و شہوت نے بادشاہوں کو غلام اور صبر و پرہیز گاری نے غلاموں کو بادشاہ بنا دیا ہے۔" تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

انه من یتق و یصبر فان اللہ لایضیع اجر المحسنین۔ — جو شخص پرہیزگاری اور صبر کرتا ہے اللہ اچھائی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔

جنید فرماتے ہیں ایک رات وظیفۂ شب کے لیے بیدار ہُوا تو جو لذت محسوس ہوا کرتی تھی نہ ہوئی میں نے سونا چاہا تو سو نہ سکا میں بیٹھ گیا تو بیٹھ بھی نہ سکا لہٰذا حجرے سے نکل کھڑا ہُوا راہ میں ایک شخص عبا میں لپٹا پڑا ہُوا ملا۔ اسے میری آمد کا احساس ہوا تو بولا اے ابوالقاسم! ذرا ٹھیرنا، میں نے کہا میں نے کوئی وعدہ تو نہیں کیا تھا، کہنے لگا کیوں نہیں، میں نے دلوں کو حرکت دینے والے سے دعا کی تھی کہ میری طرف آپ کے دل کو متوجہ کر دے، میں نے کہا اچھا ایسا ہی تو گیا کہو کیا کام ہے؟ وہ پُوچھنے لگا یہ بتائیے جائے کہ نفس کی بیماری دوا کب بن جاتی ہے؟ میں نے کہا، جب تم اپنے نفس کے خلاف چلو، وہ اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا سُن لے دیکھ میں نے سات بار تجھے یہی جواب دیا تھا مگر تو نے میری ایک نہ سُنی جنید ہی سے جواب طلب کرنا چاہا۔ حضرت جنید فرماتے ہیں، پھر میں لَوٹ آیا پتہ نہیں کون تھا۔

حُسنِ خلق کی نشانیاں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔
" فلاح پاگئے وہ مومن جو خشوع سے نمازیں پڑھتے ہیں۔" ان کے بارے میں فرمایا " یہی وارث جنت ہیں۔" فرماتے ہیں، "توبہ کرنے والے عبادت گزار۔" نیز فرمایا " مومن وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ڈر جاتے ہیں اور جب اس کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور زیادہ ہوجاتا ہے۔" فرماتے ہیں، اللہ کے بندے وہ ہیں کہ زمین پر چلتے ہیں تو آہستہ۔"

بعض لوگوں کے لیے ادنیٰ اصلاح کافی ہوتی ہے کیونکہ انھیں بچپن میں کوئی مصلح مل جاتا ہے جیساکہ حضرت سہل تستری سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں تین سال کا تھا میں رات کو اُٹھ کر اپنے ماموں محمد بن محمد بن سوار کی خلوت نشینی کو دیکھا کرتا تو ایک دن ماموں بولے ارے کیا جس نے تجھے پیدا کیا ہے اُسے یاد نہیں کرے گا؟ میں نے کہا وہ کیسے؟ وہ کہنے لگے، جب تو کپڑوں میں لپٹا پڑا ہوا کرے تو دل سے بغیر زبان کو حرکت دیے تین بار کہا کر اللہ معی، اللہ ناظرالی، اللہ شاہدی۔ میں نے چند رات ایسا ہی کیا پھر اُن سے اس کا

ذکر کیا تو وہ کہنے لگے ہر رات سات بار کہا کر۔ میں نے ایسا ہی کیا پھر انھیں بتایا تو وہ بولے گیارہ بار کہا کر میں نے ایسا ہی کیا تو میرے دل میں ذکر کی حلاوت پیدا ہوگئی۔ سال بیت گیا تو ماموں بولے جو کچھ میں نے تجھے سکھایا ہے اس کی قبر کے کونے تک پابندی کرنا اس سے دُنیا و آخرت میں تجھے نفع پہنچے گا۔ چند سال میں اس پر پابند رہا تو میں نے حلاوتِ ذکر اپنے باطن میں محسوس کی، بعد ازاں ایک دن ماموں بولے "اے سہل! وہ شخص جس کے ساتھ اللہ ہو اور وہ اسے دیکھتا بھی ہو اور مشاہدہ بھی کرتا ہو کیسے اس کی نافرمانی کرسکتا ہے؟ لہٰذا دیکھ معصیت سے بچنا" میں خلوت گزین رہا کرتا پھر گھر والے مجھے مکتب بھیجنے لگے تو میں نے کہا" مجھے ڈر ہے کہ میری ہمت پراگندہ نہ ہوجائے اچھا معلّم سے یہ شرط کرلو کہ میں صرف گھنٹہ بھر پڑھ کر لوٹ آیا کروں گا۔"

چنانچہ میں مکتب چلا گیا چھ یا سات سال کا تھا کہ قرآن حفظ کرلیا، میں صائم الدہر رہتا، بارہ سال تک جو کی روٹی کھاتا رہا۔ تیرہ سالہ تھا کہ ایک مسئلہ درپیش ہوا میں نے گھر والوں سے کہا مجھے بصرہ بھیج دو تاکہ وہاں کے علماء سے دریافت کرسکوں مگر وہاں کے علماء میرے سوال کا جواب نہ دے سکے لہٰذا میں عبادان چلا گیا وہاں ابو حبیب حمزہ بن عبداللہ عبادانی تھے ان سے وہ مسئلہ دریافت کیا تو انھوں نے مجھے اس کا جواب سمجھا دیا، میں انھیں کے پاس قیام پذیر ہوکر استفادہ کرتا رہا اور ان کے آداب سیکھتا رہا پھر تستر کی طرف لوٹا تو میں اپنی خوراک بہت ہی معمولی کرلی، ایک درہم میں ایک بوری جو خرید لیے انھیں پیس کر روٹی بنائی جاتی ہر شب میں آدھ پاؤ کی روٹی بغیر نمک اور سالن کے کھاتا رہا اس طرح ایک درہم مجھے سال بھر کے لیے کافی ہوگیا پھر میں نے ارادہ کیا کہ تین دن کے بعد سحری کھایا کروں گا پھر پانچویں پھر ساتویں رات سے پچیسویں رات تک افطار کرنے لگا، بیس سال میری یہی حالت رہی بعد ازاں میں سیاحت کے لیے نکل کھڑا ہوا اس کے بعد تستر لوٹا، میں ساری رات قیام کیا کرتا تھا اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

ارادت کے شرائط

جو شخص آخرت کی کھیتی کا آرزومند ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ دُنیا کی کھیتی سے مُنہ موڑ لیتا ہے۔ کیونکہ جو شخص دل سے آخرت کا مشاہدہ کرلیتا ہے، اس کی یہ پہچان ہے کہ وہ دُنیا کو حقیر سمجھتا ہے۔ دیکھو جو شخص کوئی عمدہ گوہر دیکھ پائے اور اس کے ہاتھ میں گھونگا ہو تو اسے گھونگا اچھا نہیں

Marfat.com

لگے گا۔ اگر کوئی شخص ایسا نہیں کرتا تو اس لیے کہ اسے اللہ اور روزِ حشر پر ایمان نہیں ہے۔

وصول الی اللہ سے مانع عدمِ سلوک ہے اور سلوک سے مانع عدمِ ارادہ ہے اور ارادے سے مانع عدمِ ایمان ہے اور عدمِ ایمان کا ظاہری سبب، راہ نما کا نہ ہونا اور ایسے علماء کا نہ ہونا جو اس کی راہ دکھانے والے ہوں، بہر حال جو شخص خود یا کسی دُوسرے کی وجہ سے متنبہ ہو جائے اور ارادت کی طرف قدم بڑھانا چاہیئے اس کے لیے چار شرطیں ہیں۔

۱۔ پہلی شرط رجحانات اور موانع کو اٹھا دینا، یہ چار ہیں، مال، جاہ، تقلید اور معصیت۔ مال کو تقسیم کر دے، جاہ کا یہ علاج ہے کہ وطن کو چھوڑ دے یا تواضع اور گمنامی اختیار کرے اور ایسی باتیں کرے جن سے جاہ ختم ہو جائے تقلید کا یہ علاج ہے کہ مذہبی تعصب چھوڑ دے اور لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر یقینی ایمان رکھے اور ایسے اعمال کرے جن سے اس کی مزید تصدیق و تحقیق ہو سکے۔ خواہشاتِ نفس، دُنیا اور ان جیسے سارے معبودوں کو ٹھکرا دے پھر پُوری ہمت سے اللہ کی طرف متوجہ ہو اور اس کے ذکر میں لگا رہے تا آنکہ اعتقادِ حق واضح ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔	جو ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کے لیے اپنی راہیں کھول دیتے ہیں۔

معصیت کو چھوڑ کر طاعت میں لگ جائے، اگلے گناہوں پر ندامت و توبہ کرے ردِ مظالم کرے جب ان چاروں امور سے فارغ ہو چکا تو ایسا ہو گیا گویا وضو کر لیا۔ حدث و خبث کو دُور کر چکا۔ ستر عورت کر لی اور نماز کے لیے مستعد ہو گیا۔

اب اسے ایک ایسے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو خود راہ آخرت پر چلا ہو تا کہ اس سے ہدایت پا سکے۔ شیخ کے سامنے ایسے رہنا چاہیئے جیسے مُردہ غسل دینے والوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے کہ خود حرکت نہیں کرتا بلکہ غسل دینے والا اُسے حرکت دیتا ہے جیسے چاہتا ہے۔ اُسے موسیٰ اور خضر کا قصہ یاد رکھنا چاہیئے اور کسی صورت بھی اپنے شیخ پر اعتراض نہ کرنا چاہیئے۔

تب اُسے چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے۔ خلوت، خاموشی، بھوک اور بیداری، بھوک اس لیے ہے کہ دل کا خون کم ہو جائے تا کہ بیاض و نور حاصل ہو کیونکہ جب دل کی چربی پگھلتی ہے تو دل رقیق ہو جاتا ہے۔ یہ مکاشفہ کی کنجی ہے جس طرح قساوت جو کہ رقت کی ضد ہے سبب حجاب ہوتی ہے اسی کی طرف رسُول اللہ نے اشارہ کیا ہے کہ عائشہ سے فرمایا، "شیطان کی راہوں کو بھوک سے تنگ

Marfat.com

کردو: عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے کہا، اپنے شکموں کو بھوکا رکھو شاید تمہارے قلوب اپنے پروردگار کو دیکھ سکیں، حضرت سہل تستری فرماتے ہیں، ابدال صرف چار خصلتوں سے ابدال بنتے ہیں۔ شکموں کو خالی رکھنا، بیداری، خاموشی اور گوشہ نشینی۔ بیداری بھی قلب کو جلا بخشتی ہے بھوک بیداری پر مدد کرتی ہے اور دونوں تنویر قلب میں ایک دوسرے سے تعاون کرتی ہیں۔ نیند دل کو مردہ کرتی اور سخت بناتی ہے مگر یہ کہ بقدر ضرورت ہو۔

ابدال کے بارے میں کہا گیا ہے" ان کی نیند غلبہ سے ہوتی ہے، کھانا فاقہ سے ہوتا ہے اور کلام ضرورت سے۔"

ابراہیم الخواص فرماتے ہیں" ستر صدیقیوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کثرتِ نوم پانی بکثرت پینے سے لاحق ہوتی ہے۔"

خاموشی عزلت سے حاصل ہو جاتی ہے، دلوں کو بولنے کی بڑی خواہش ہوتی ہے خصوصاً ان لوگوں کو جو ذرا علم کی چاشنی لے چکے۔ اس عادت کا چھڑانا بڑا ہی دشوار ہے مگر بہت مفید ہے، اس لیے کہ باطن غیب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور دنیوی زندگی سے مُنہ موڑ لیتا ہے۔

خلوت کا فائدہ یہ ہے کہ مشاغل سے خلاصی مل جاتی ہے اور اپنے مقصود کے لیے فرصت ہاتھ آجاتی ہے، حواس کے جمود سے قلب حرکت میں آتا ہے اور یہ بات صرف خلوت ہی سے میسر آسکتی ہے، بہتر یہ ہے کہ خلوت تاریک کمرے میں ہو تاکہ کسی مشغول کر دینے والی چیز پر نظر نہ پڑے۔ اگر کمرہ تاریک نہ ہو تو سر کو کسی چیز سے لپیٹ لے یا آنکھیں بند کر لے۔ حواس معطل ہو جائیں گے تو حق کی آواز سُننے لگے گا اور جمالِ حضرت ربوبیت دیکھنے لگے گا۔ دیکھیے رسُول اللہ کو ان الفاظ سے پکارا گیا ہے، یا ایہا المزمل یا ایہا المدثر (اے چادر میں لپٹے ہوئے، اے کملی میں لپٹے ہوئے)

جب مرید بھوک، خلوت، بیداری اور خاموشی اختیار کر لے تو اب اُسے کوئی ذکر کرنا چاہیئے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی زاویہ میں قبلہ رُو، باوضو بیٹھ کر زبان سے کہے، اللہ اللہ، اسی طرح کہتا رہے حواس اور دل کو زبان سے اس کلمہ کے سُننے پر لگائے رکھے، اس پر مداومت کرے حتیٰ کہ بغیر اختیار کے ذکر، زبان پر جاری ہو جائے خود زبان کو حرکت دینے کی ضرورت نہ پڑے پھر زبان سے دل کی طرف رجوع کرے اور جب بھی قلب، ذکر سے غافل ہو زبان سے ذکر کرنے لگے۔ بعد ازاں اگر دل ذاکر ہو جائے تو زبان کو بند کر لے، یہی حالت رہے حتیٰ کہ قلب سے حروف مٹ جائیں اور

Marfat.com

صاف شفاف معریٰ عن الالفاظ ذکر باقی رہ جائے پھر ذکر سے بھی برتر ہو کر ایک دوامی حالت میں لگ جائے، بیدار ہو تو جو کچھ گزرے شیخ سے بیان کرے۔ ایسے حالات میں اس پر صفوت و کدورت طاری ہوگی، خیالات و وساوس آئیں گے اور احوال عجیبہ بھی، جنہیں وہ خود نہیں پہچان سکتا، شیخ کو بتائے وہ ان باتوں سے نیچ اونچ سے خوب واقف ہوتا ہے۔

بہرحال تمام احوال میں جب تک اپنی ذات کا احساس ہوتا رہے ذکر میں مشغول رہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

قل اللہ ثم ذرھم	کہہ دو اللہ، پھر سب کو چھوڑ دے۔

اگر کوئی وسوسہ یا برا خیال دامن گیر ہوتا ہے اور اپنے نفس سے غائب رہتا ہے کہ اسے پتا ہی نہیں کیا ہوا تو کوئی حرج نہیں مگر جب اپنی خودی کا علم ہو جائے اور اپنی ذات کو جاننے لگے تو ذکر میں لگ جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

ان الذین اتقوا اذا مسھم	جب پرہیزگاروں کو شیطانوں کا
طائف من الشیطان تذکروا	جھونکا لگتا ہے تو وہ ذکر کرنے لگتے
فاذا ھم مبصرون۔	ہیں تو صاحب بصیرت ہو جاتے ہیں
واما ینزغنک نزغ من	جب تجھے شیطان کا کوئی دھچکا لگے تو
الشیطان فاستعذ باللہ انہ	اللہ سے پناہ مانگ وہ سننے والا جاننے
سمیع علیم۔	والا ہے۔

ہمیشہ ذکر میں لگا رہے شاید وہ دین کے ان سلاطین سے ہو جائے جن کے لیے حقائق کھل جاتے ہیں اور وہ ایسی چیزیں دیکھنے لگے جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل پر گزریں۔

اگر کسی قسم کا انکشاف نہ ہو تب بھی مداومت کرتا رہے کیونکہ ملک الموت کی آمد پر سب کچھ ظاہر ہو جائے گا اور وہ مقصود تک پہنچ جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

○

Marfat.com

تیئسواں باب

شہوتِ طعام و جماع

معلوم ہونا چاہیے کہ ساری آفتیں شہوتِ بطن سے پیدا ہوتی ہیں، اسی سے شہوتِ فرج پھوٹتی ہے۔ اسی کی وجہ سے آدم مبتلائے مصیبت ہوئے اور جنت سے نکالے گئے یہی انسان کو طلبِ دنیا تک پہنچاتی ہے اور اس میں رغبت دلاتی ہے۔

بھوک کی فضیلت

رسول اللہ نے فرمایا ہے" بھوک پیاس کے ذریعہ اپنے نفوس سے مجاہدہ کرو کیونکہ اس کا اجر مجاہد فی سبیل اللہ کے اجر جیسا ہے اور اللہ کے نزدیک کوئی عمل بھوک اور پیاس سے زیادہ محبوب نہیں۔" ابن عباس فرماتے ہیں، رسول اللہ نے فرمایا ملکوت السمٰوت میں وہ شخص داخل نہیں ہوسکتا جس نے اپنے پیٹ کو بھرا۔" ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا" پہنو، پیو اور کھاؤ آدھے پیٹ کیونکہ یہ نبوت کا جزو ہے۔" حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" رسول اللہ نے فرمایا، تم میں اللہ کے ہاں سب سے بلند مرتبہ وہ شخص ہے جو بہت بھوکا رہتا ہو اور بہت غور و فکر کرتا ہو اور مبغوض ترین بہت سونے والا، بہت کھانے والا اور بہت پینے والا ہے۔" رسول اللہ نے فرمایا" اللہ ملائکہ سے اس بندے پر فخر کریں گے جو دنیا میں کم خوراک ہے، کہیں گے، میرے بندے کو دیکھو میں نے اسے دنیا میں کھانے پینے میں مبتلا کیا تو اُس نے میری خاطر دونوں کو چھوڑ دیا اے فرشتو! گواہ رہنا جو بھی لقمہ اُس نے چھوڑا ہے میں نے اس کا بدلہ اُسے جنت میں عطا کیا ہے۔" ابوسلیمان کہتے" اگر رات کے کھانے سے ایک لقمہ چھوڑ دوں تو مجھے یہ زیادہ پسندیدہ ہے اس بات سے کہ صبح تک جاگوں۔" ہم بیان کرچکے ہیں کہ اس سے رقت و انکسار پیدا ہوتا ہے اور حرص و غرور دُور ہوتا ہے۔

اس کے فوائد سے ایک یہ بات بھی ہے کہ اہلِ فاقہ کی تکلیف اور مبتلائے مصائب کی

Marfat.com

مصیبت کو انسان نہیں بھولتا اور ساری شہوتیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ اسی کے ذریعہ نفس وشیطان پر غلبہ ہوتا ہے اور ان کا قلع قمع ہوجاتا ہے۔ اسی سے بیداری رہتی ہے اور نیند دفع ہوجاتی ہے۔ اسی لیے بعض شیوخ دسترخوان پر کھڑے ہوکر کہتے تھے اے مریدو! زیادہ نہ کھاؤ کہ زیادہ پینا پڑ جائے گا نیند چھا جائے اور تم بہت حسرت کرو۔

بھوک ہی سے عبادت پر مداومت آسان ہوجاتی ہے، جو شخص پیٹ بھر کر کھاتا ہے طاعتوں سے کسل مند ہوجاتا ہے، زیادہ کھانا، طلب، پکانے، ہاتھ دھونے، خلال اور بیت الخلا کی طرف آمدورفت کو زیادہ کرتا ہے۔

حضرت سری سقطی سے بعض شیوخ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ ستو پھانکا کرتے تھے ان سے دریافت کیا گیا ایسا کیوں کرتے ہو؟ فرمایا میں نے چبانے اور پھانکنے میں ستر تسبیحوں کا فاصلہ شمار کیا ہے لہٰذا چالیس سال سے روٹی نہیں چبائی۔ ظاہر ہے جو شخص اس امر کا یقین رکھتا ہے کہ ہر سانس ایک بے بہا جوہر نفیس ہے وہ یقیناً اس کے ضائع ہونے پر کڑی نگاہ رکھے گا۔

بھوک کے فوائد سے صحت نفس و بدن بھی ہے کیونکہ جو کم کھاتا ہے کم بیمار ہوتا ہے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ایثار پر قدرت ہوتی ہے اور فضیلت کا حصول ہوتا ہے۔

طریقۂ ریاضت

حلال روزی حاصل کرنے کے بعد تین فرائض عائد ہوتے ہیں۔ قلت و کثرت طعام پر نگاہ رکھنا، کھانے کے اوقات میں تعجیل و تاخیر کو مدنظر رکھنا اور جنس طعام کی صحیح تعین کرنا۔

پہلا وظیفہ

پہلا وظیفہ یعنی تقلیل طعام اس کے لیے تدریجی راہ اختیار کرنی چاہیے کیونکہ اک دم کثیر سے قلیل پر آجانا مزاج کو فاسد کر دیتا ہے لہٰذا بتدریج چلنا چاہیے کہ حساب لگائے اگر ہر روز تین روٹیاں کھاتا ہو تو ہر دن روٹی کا تیسواں حصہ کم کرے اس طرح مہینہ میں ایک روٹی کم ہوجائے گی۔ اور دو ماہ میں دو اور کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ یہ تدریجی کمی ایسی ہونی چاہیے جس پر اعتماد و استقلال کرسکے۔ اس کے بعد اور درجات ہیں۔ صدیقوں کا طریقہ کار یہ رہا ہے کہ انھوں نے اتنا کھایا جس سے عقل و زندگی سلامت رہی اسی طرف رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے "ابن آدم کے لیے چند لقمے کافی ہیں جن سے اس کی پیٹھ سیدھی رہے۔"

اس کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ ریاضت سے اپنے آپ کو دن رات میں نصف مد پر

لگا دے یعنی ایک روٹی سے سوا پر حضرت عمر کی یہی عادت تھی، وہ سات یا نو لقمے کھایا کرتے تھے۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ ریاضت کرکے شب و روز میں ایک مد یعنی ڈھائی روٹیوں پر لگا دے یہ ثلث بطن سے زیادہ ہوجاتا ہے۔

چوتھا درجہ یہ ہے کہ مد پر ایک من کا اور اضافہ کردے (یعنی تقریباً پانچ روٹیاں) یہ انتہائی خوراک ہے اس سے زیادہ اسراف ہے۔ قریب ہے کہ اللہ کے اس قول کے تحت آجائے۔

کلوا واشربوا ولا تسرفوا — کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو

اس کا ایک اور طریقہ بھی ہے کہ بھوک پر ہاتھ بڑھائے اور سیری سے پہلے ہاتھ کھینچ لے اس سے آگے بڑھنے کی جرأت نہ کرے مگر ایسا کرنے میں اس بات کا خطرہ ہے کہ شاید جوعِ صادق و کاذب میں امتیاز نہ کرسکے۔ کہتے ہیں سچی بھوک کی یہ پہچان ہے کہ سالن کی طلب نہ ہو۔ بعض نے کہا ہے یہ پہچان ہے کہ اچھی بُری روٹی کے درمیان تمیز نہ کرے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اشخاص کے بدلنے سے اوزان و مقادیر بدل جاتے ہیں، ہر حال میں اپنی حالت کا اندازہ ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

حضرت سہل فرماتے ہیں، "اگر دُنیا تازہ خون ہوتی تو مومن کے لیے اس کا کھانا پینا جائز ہوتا کیونکہ مومن کا کھانا بقدرِ ضرورت و طاقت ہوتا ہے۔

دُوسرا وظیفہ

دُوسرا وظیفہ اوقاتِ اکل سے متعلق ہے، بعض مریدوں نے ریاضت کرکے کھانے کے اوقات میں تبدیلی کی ہے مقدار میں نہیں یعنی بعض نے تین دن کے بعد کھانا کھایا، بعض نے تیس دن کے بعد اور بعض نے چالیس دن کے بعد۔ چالیس تک بہت سے لوگ پہنچے ہیں ان میں سے سلیمان الخواص، سہل بن عبداللہ اور ابراہیم الخواص بھی ہیں۔

بعض صُوفی علماء نے کہا ہے: "جس نے چالیس دن نہ کھایا اس پر عالمِ ملکوت و اسرارِ الٰہی منکشف ہوگئے۔" ان میں سے بعض لوگ کسی راہب کے پاس گئے اور اس سے احوال پر گفتگو کی اور داخلِ اسلام ہونے کی دعوت دی تو اس نے کہا، مسیح چالیس دن نہیں کھاتے تھے یہ تو معجزہ ہے جو سچے نبی کو حاصل ہوسکتا ہے۔ صوفی نے کہا اگر میں پچاس دن نہ کھاؤں تو داخلِ اسلام

Marfat.com

ہو جاؤ گے اور یہ سب کچھ چھوڑ دو گے ؟ اس نے کہا ضرور ! تو وہ اس کی نظروں کے سامنے ہی بیٹھے رہے حتیٰ کہ پچاس دن گزر گئے تو بولے میں ساٹھ دن پورے کر سکتا ہوں اور ساٹھ پورے کر دکھائے تو راہب کو تعجب ہوا کہنے لگا میں تو کبھی یہ خیال بھی نہ کر سکتا تھا کہ کوئی مسیح سے بھی زیادہ کر سکتا ہے ، پھر وہ مسلمان ہو گیا ۔ یہ بڑا درجہ ہے ۔ کوئی صاحب مکاشفہ و مشاہدہ بزرگ ہی کر سکتا ہے جو طبیعت و عادت کے تقاضوں کو منقطع کر چکا ہو اور اس کا نفس لذت روحانی میں مشغول ہو چکا ہو اور بھوک وغیرہ کو بھول چکا ہو تو اسے عالم غیب سے روحانی غذا پہنچتی رہتی ہے اسی کی طرف رسول نے اشارہ فرمایا ہے :۔

" میں اپنے پروردگار کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے ۔"

دوسرا درجہ یہ ہے کہ دو تین دن تک کچھ نہ کھائے پیئے ایسا تو عموماً لوگ کرتے ہیں ۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ شب و روز میں صرف ایک بار کھایا جائے یہ سب سے کم درجہ ہے ۔ ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں ، کہ رسول اللہ اگر صبح تناول فرما لیتے تو شام کو نہ کھاتے اور شام کو کھا لیتے تو صبح کو نہ کھاتے ۔

رسول اللہ نے حضرت عائشہ سے فرمایا تھا " اسراف سے بچو کیونکہ ایک دن میں دو کھانے اسراف میں داخل ہیں :

جوعِ محمود

جوعِ محمود وہ ہے جس سے ذکرِ الٰہی میں خلل نہ پڑے کیونکہ حد سے گزر جاتی ہے تو خلل ڈالتی ہے ، الا یہ کہ کسی کو سخت غلبۂ شہوت ہو تو وہ اس کے توڑنے کے لیے ایسا کر سکتا ہے ۔ اگر یہ بات نہ ہو تو خیال رکھنا چاہیئے کہ ہر چیز میں اعتدال بہتر ہوتا ہے ۔ شہوتِ طعام کے توڑنے میں دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے ایک یہ کہ خلوت میں کھائے اور لوگوں کے سامنے نہ کھائے تو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ شرکِ خفی ہے اور ہو سکتا ہے کہ نفاق تک پہنچا دے ۔

دوسری یہ کہ اس بات سے خوش ہو کہ قلتِ اکل و عفت میں مشہور ہو جائے تو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایسے شخص نے آسان آفت کو چھوڑ کر ایک بڑی آفت مول لے لی ہے یعنی حبِ جاہ و شہرت ۔

ابو سلیمان فرماتے ہیں : " اگر تمہیں خواہشِ طعام ہو اور تم اسے توڑ چکے ہو تو تھوڑا سا ضرور کھا لو مگر نفس کو سیر نہ ہونے دو ، اس طرح تمہاری شہوتِ طعام بھی بجھ جائے گی اور نفس

Marfat.com

کی قوت بھی ٹوٹ جائے گی کہ تم نے اُسے اچھی طرح کھانے نہ دیا ایسا کرنے سے دو فائدے ہوگئے شہوت طعام بجھ گئی اور نفس کی نافرمانی بھی ہوگئی۔

حضرت جعفر بن محمد بن صادق فرماتے ہیں "جب مجھے کسی چیز کی خواہش ہوتی ہے تو میں نفس کو وہ چیز کھانے دیتا ہُوں یہ ترک سے بہتر ہے جب دیکھتا ہُوں کہ نفس کی خواہش پوری ہوگئی تو اُسے خوب سزا دیتا ہُوں۔" کسی شہوت کے بارے میں یہ بھی نفس کو سزا دینے کا ایک طریقہ ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ جس نے شہوتِ طعام کو ترک کیا مگر ریا میں پڑگیا اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو بچھو سے بھاگا اور سانپ کی طرف چلا گیا۔

شہوتِ فرج

انسان پر لذتِ جماع دو فائدوں کے لیے مسلط کی گئی ہے، ایک تو یہ کہ اُس کی لذت پر آخرت کی لذت کو قیاس کرے کیونکہ یہ سب سے قوی لذت جسمانی ہے جس طرح کہ آگ کا عذاب سب سے بڑی جسمانی تکلیف ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ نسل باقی رہے اور وجود قائم رہے لیکن اگر حد اعتدال میں نہ رکھا جائے تو ان دو فائدوں کے علاوہ کچھ آفات بھی ہیں جو دین و دُنیا کو ہلاک کر ڈالتے ہیں بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ مراد شہوت ہے۔

ربنا ولا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ — اے پروردگار! ہم پر اتنا بوجھ نہ ڈال جو طاقت سے باہر ہو۔

حضرت ابن عباس ومن شر غاسق اذا وقب کے بارے میں کہتے ہیں کہ مراد قیام ذکر ہے۔ بعض راویوں نے اسے رسول اللہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے، "اے خدا! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہُوں اپنے کان، آنکھ اور منی کے شر سے" نیز فرمایا، "عورتیں شیطان کا جال ہیں، اگر شہوتیں نہ ہوتیں تو ایسا نہ ہوتا"

روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے کہ ابلیس رنگ برنگی ٹوپی اوڑھے آیا، قریب آیا تو اتار کر رکھ دی پھر حاضر خدمت ہوکر سلام کرنے لگا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا وعلیک السلام تم کون ہو؟ وہ بولا، شیطان، تو فرمایا تجھ پر سلامتی نہ ہو کیسے آنا ہوا؟ بولا اس لیے آیا ہُوں کہ اللہ کے ہاں آپ کا بڑا درجہ ہے، آپ نے دریافت فرمایا یہ تمھارے اُوپر کیا

Marfat.com

چیز ہے ؟ بولا۔ اسی سے تو قلوب بنی آدم کو اچکتا ہوں حضرت نے سوال کیا وہ کونسی بات ہے کہ جب انسان کرلے تو تُو اس پر غالب آجاتا ہے ؟ بولا جبکہ وہ خود پسند ہوجائے، اپنے عمل کو بہت سمجھنے لگے اور اپنے گناہوں کو بھول جائے۔ میں آپ کو تین باتوں سے ڈراتا ہوں ایک تو یہ کہ کسی عورت کے ساتھ جو آپ کے لیے حلال نہ ہو خلوت میں نہ بیٹھنا کیونکہ جب بھی کوئی مرد غیر محرم عورت کے ساتھ بیٹھتا ہے تو میں خود اپنے دوستوں کے ساتھ اس کا ساتھی بن جاتا ہوں حتیٰ کہ اُسے مبتلا کر کے چھوڑتا ہوں، دوسرے یہ کہ آپ کبھی اللہ سے کوئی ایسا عہد نہ کریں جسے پورا نہ کرسکیں، تیسرے یہ کہ جب بھی کوئی صدقہ نکالیں فوراً دیں کیونکہ جب بھی کوئی شخص کسی قسم کا صدقہ نکالتا ہے تو میں اور میرے ساتھی اس کے دوست بن جاتے ہیں تاآنکہ میں اسے پورا کرنے نہیں دیتا۔ بعد ازاں شیطان یہ کہتا ہوا چلا گیا افسوس جن باتوں سے میں بنو آدم کو دھوکا دیتا ہوں، موسیٰ کو ان کا پتہ چل گیا۔

کبھی شہوت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ انسان کسی ایک ہی کا گرویدہ ہوجاتا ہے اور صرف اسی سے شہوت بجھانا چاہتا ہے۔ یہ انتہائی بہیمیت ہے۔ اور مذموم ہے کیونکہ اسراف بہرصورت مذموم ہے۔ یہ اس درجہ کا غلبۂ شہوت ہے کہ عقل اُس کی اطاعت پسند نہیں کرتی مگر اس شہوت کا بالکل نہ ہونا یعنی نامرد ہونا بھی مذموم ہے، اوسط بات ہمیشہ ٹھیک ہوتی ہے۔

جب کبھی شہوت حد سے بڑھ جائے تو اُسے بھوک یا نکاح سے توڑ دینا چاہیئے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے، اے نوجوانوں کے گروہ! شادی کرو اگر نہیں کرسکتے تو روزے رکھو یہ باہ کو ختم کر دیتا ہے۔

شادی بیاہ

مرید کو ابتدائے امر میں شادی سے گریز کرنا چاہیئے کیونکہ انسان پوری ہمت کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا اسی لیے ابو سلیمان دارانی نے کہا ہے، "جس نے شادی کرلی وہ دنیا میں پڑ گیا، میں نے کسی ایک مرید کو بھی شادی کے بعد پہلی حالت پر قائم نہیں دیکھا۔"

معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر اپنے آپ کو رسول اللہ پر قیاس کرتے ہو تو یہ غلطی ہے، اس لیے کہ انھیں دنیا و آخرت اور جو کچھ کہ ان میں ہے، اللہ سے مشغول نہیں کرسکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے قول میں اسی طرف اشارہ ہے۔

مازاغ البصر وماطغیٰ۔ نہ آنکھ جھپکی نہ اُس نے غلط دیکھا۔

کیونکہ رسُول اکرم کو اللہ سے کوئی چیز پھیر نہیں سکتی تھی لہٰذا جب کبھی شہوت کا غلبہ ہو تو روزے، بھوک، پیاس اور بیداری سے اُسے توڑ دو۔ اگر ان سے کام بن جاتا ہے اگر حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہو اور آنکھ کی حفاظت نہ کر سکو تو ایسی صورت میں نکاح واجب ہے کیونکہ جو شخص آنکھ کی حفاظت نہیں کر سکتا وہ دل کی حفاظت کیا کرے گا اور جب خیالات پریشان ہوں تو شادی نہ کرنے سے فائدہ بلکہ اُس کے بارے میں خدشہ ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا "نظر سے بچو کیونکہ وُہ دل میں شہوت بوتی ہے اور یہ بڑا فتنہ ہے" حضرت داوُد نے اپنے بیٹے سے فرمایا "بیٹا شیر اور اژدہوں کے پیچھے چل پڑنا مگر عورت کے پیچھے نہ چلنا" حضرت یحییٰ بن ذکریا سے سوال کیا گیا زنا کی شروعات کیسے ہوتی ہے؟ فرمایا "نظر اور آرزو سے" البتہ اگر نفس ایسا مطالبہ نہیں کرتا جسے توڑ نہ سکے تو نکاح نہ کرنا جائز ہے۔

کہتے ہیں محمد بن سلیمان کو ایسی جاگیر مل گئی جس کی ہر روز کی آمدنی اسی ہزار درہم تھی تو انھوں نے علمائے بصرہ کو لکھا کہ کسی عورت سے شادی کرا دیں سب نے بالاتفاق رابعہ بصری کا نام تجویز کیا تو انھوں نے رابعہ کو چھٹی لکھی :۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم اما بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے مال دنیا سے اسی ہزار درہم روزانہ کی آمدنی کا مالک بنا دیا ہے، کچھ دن نہ گزریں گے کہ میری آمدنی ایک لاکھ درہم یومیہ تک پہنچ جائے گی میں یہ سب تمہیں دے دیا کروں گا، اگر مجھ سے نکاح کرنے پر راضی ہو تو جواب دو"

رابعہ نے جواب لکھا،

بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد دنیا میں بے رغبتی راحت جسمانی بخشتی ہے اور رغبت، غم و الم پیدا کرتی ہے، جب تیرے پاس میری یہ چھٹی پہنچے تو اپنا توشہ سفر تیار کر کے آخرت کی طرف قدم بڑھانا، خود اپنا وصی بننا لوگوں کو اپنا وصی نہ بنانا کہ وہ تیرا مال آپس میں تقسیم کر لیں، ہمیشہ روزے رکھ حتیٰ کہ تو مر جائے رہا میرا معاملہ اگر اللہ مجھے اتنا کچھ دیتا جتنا تجھے دیا ہے بلکہ اس سے بھی کئی گناہ تو بھی میں ایک لمحہ بھر کے لیے بھی اللہ کو چھوڑ کر اس سے دل نہ بہلاتی"

اس سے ظاہر ہو گیا کہ جو چیز اللہ سے غافل کر دے اس کے لیے کوئی جواز نہیں"

عصمت

معلوم ہونا چاہیے کہ اگر پوری قوت رکھنے کے باوجود کوئی شہوت کی مخالفت پر قادر ہے تو وُہ سب سے افضل ہے اور یہ صدیقین کا درجہ ہے اسی لیے رسُول اللہ نے فرمایا ہے "جو شخص کسی پر عاشق ہوُا اور اس کو چھپا لیا اور مر گیا تو وہ شہ

Marfat.com

نیز فرمایا :-

"سات لوگوں پر اللہ اپنا سایہ ڈالے گا جس دن کسی اور کا سایہ نہ ہوگا" ان سات میں آپ نے اس شخص کو بھی شمار کیا جسے کوئی حسب ونسب وجمال والی عورت اپنی طرف بلائے تو وہ کہے میں پروردگارِ عالم سے ڈرتا ہوں۔

کہتے ہیں سلیمان بن یسار بڑے حسین تھے۔ ایک عورت آئی اور آپ سے خواہش کرنے لگی آپ باز رہے۔ گھر سے بھاگ کھڑے ہوئے اور اُسے وہیں چھوڑ کر چلے گئے سلیمان کہتے ہیں میں نے خواب میں یوسف علیہ السلام کو دیکھا گویا میں اُن سے کہہ رہا ہوں آپ یوسف ہیں؟ فرمایا ہاں میں وہی یوسف ہوں جو بہک گیا تھا اور تو وہ سلیمان ہے جو نہیں بہکا۔

واللہ اعلم بالصواب۔

○

چوبیسواں باب

آفاتِ زبان

معلوم ہونا چاہیئے زبان کا خطرہ بڑا ہے اس سے نجات خاموشی ہی کے ذریعہ ہوسکتی ہے، اسی لیے رسول اللہ نے اس کی تعریف کی اور اس پر اکسایا ہے۔ فرماتے ہیں "جو خاموش رہا نجات پاگیا" نیز فرمایا خاموشی حکمت ہے مگر ایسے کم ہی ہیں جو خاموش رہتے ہیں۔ فرماتے ہیں "جو شخص اپنے جبڑوں اور پیروں کے درمیان کا ضامن رہا میں اُس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔"

روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے نصیحت کیجیے تو فرمایا اللہ کی عبادت کر گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کر، اگر تو چاہے تو میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو ان سب سے بہتر ہو اور اپنے ہاتھ سے زبان کی طرف اشارہ کیا۔ صدیق رضی اللہ عنہ منہ میں سنگریزہ رکھا کرتے تھے تاکہ بولنے سے باز رہیں اور اپنی زبان کی

Marfat.com

طرف اشارہ کیا کرتے اور کہتے اسی نے مجھے مبتلائے مصائب کیا حضرت ابن مسعود نے فرمایا قسم ہے اُس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں زبان کے سوا کسی چیز کو قیدِ طویل کی ضرورت نہیں۔"

اَب ہم آفاتِ زبان کا ذکر کرتے ہیں پہلے چھوٹی اور پھر بڑی آفتوں کا ذکر کریں گے۔

پہلی آفت

بے ضرورت بات کرنا، معلوم ہونا چاہیئے کہ جب تم بے ضرورت بات کرتے ہو تو اپنا وقت ضائع کرتے ہو اور اپنے آپ کو یومِ حساب میں حساب کتاب کے لیے پیش کرتے ہو اور بہتر کو ادنیٰ سے بدلتے ہو کیونکہ اگر تم اس کے بجائے اللہ کا ذکر کرتے ہو یا خاموش رہتے یا غور و فکر میں لگ جاتے تو بڑے درجے پاتے، رسُول اللہ نے فرمایا "انسان کے حُسنِ اسلام کی یہ دلیل ہے کہ وُہ مالایعنی باتوں کو ترک کر دیتا ہے۔"

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں ہم میں سے ایک لڑکا شہید ہُوا، بھوک کی وجہ سے اس کے پیٹ پر پتھر بندھا تھا اُس کی ماں آئی اور مُنہ پر سے مٹی پونچھنے لگی، بولی اے بیٹے! تجھے جنّت مبارک ہو۔ رسُول اللہ نے سُنا اور فرمایا تجھے کیا پتا اور جو وُہ لایعنی باتیں کرتا ہو اور ایسی چیزوں کے دینے سے روکتا ہو جس سے اس کا کوئی نقصان نہ ہو۔"

معلوم ہونا چاہیئے کہ مالایعنی کلام یہ ہے کہ تم کہیں بیٹھ کر اپنے کسی سفر کے حالات بیان کرنے لگو اور وہاں کے پہاڑوں اور خشکی میں جو کچھ دیکھا ہو اُس کا حال سُنانے لگے، جن میں کوئی بات جھوٹ نہ ہو

دُوسری آفت

زیادہ باتیں کرنا یعنی بے فائدہ مکرر کہنا کہ اتنے الفاظ کی ضرورت نہ ہو عطا بن ابی رباح کہتے ہیں "تم سے پہلے لوگ فضول کلام کرنے کو ناپسند کرتے تھے، اسی قسم سے یہ بات ہے کہ مثلاً کہے اے اللہ اس کتے کو رسوا کر دے۔

مطرف کہتے ہیں "تم لوگوں کے دلوں میں جلالِ الٰہی کی عظمت رہنی چاہیئے لہٰذا اگر کسی کو کتا یا گدھا کہتے ہو تو ایسے نہ کہو اے اللہ اسے رسوا کر دے۔" فضول باتوں کا انحصار نہیں کیا جا سکتا۔

رسُول اللہ نے فرمایا ہے "خوش بخت ہے وہ جو زبان کو فضول سے روکتا ہے اور ضرورت سے زیادہ مال کو خرچ کر دیتا ہے۔" بلال بن حارث کہتے ہیں۔ رسُول اللہ نے فرمایا ہے "آدمی ایسی بات کرتا ہے جس سے خدا خوش ہوتا ہے مگر اُسے پتا بھی نہیں چلتا کہ بات کہاں تک جا پہنچی کہ اللہ نے اُس کے لیے روزِ حشر تک اپنی رضا لکھ دی ہے اور انسان

ایسی بات کرتا ہے جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے مگر اُسے پتا بھی نہیں چلتا کہ بات کہاں تک جا پہنچی کہ اللہ نے اُس کے لیے قیامت تک اپنی ناراضی لکھ دی ہے۔

بلال کہتے ہیں حضرت علقمہ کہا کرتے تھے کتنی باتیں ایسی ہیں کہ میں بلال کی حدیث سُن کر ان سے باز رہا ہوں۔

رسول اللہ نے فرمایا ہے "آدمی ہم نشینوں کے ہنسانے کے لیے بات کرتا ہے مگر وہ ثریا کے فاصلے سے بھی زیادہ گر جاتا ہے۔"

تیسری آفت

باطل و معاصی میں گھس جانا جیسے عورتوں یا شراب کی مجلس یا فاسقوں کی باتیں کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے:-

وکنا نخوض مع الخائضین — ہم ڈوبنے والوں کے ساتھ ڈوبا کرتے تھے۔

ہم دُوسری آفت میں بلال کی حدیث نقل کر چکے ہیں۔

چوتھی آفت

پھلی بُری باتوں کے بارے میں لڑائی جھگڑا کرنا یا ان تک جوڑ ملانا، ایسا کرنا منع ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے "اپنے بھائی سے جھگڑا اور ہنسی مذاق نہ کرو اور ایسا وعدہ نہ کرو جسے پورا نہ کر سکو" نیز فرمایا "جس نے حق ہوتے ہوئے جھگڑے سے منہ موڑا اُس کے لیے اعلیٰ جنت میں گھر بنا دیا جاتا ہے اور جس نے باطل پر ہوتے ہوئے جھگڑا کرنا چھوڑا اُس کے لیے جنت کے کینوں میں گھر بنا دیا جاتا ہے۔"

پانچویں آفت

جھگڑے بازی بھی منع ہے مثلاً کسی سے اپنے حق یا مال کے لیے لڑنا جھگڑنا، حضرت عائشہ فرماتی ہیں رسول اللہ نے فرمایا۔ اللہ کے نزدیک سب سے مبغوض وہ ہے جو بڑا جھگڑالو ہو۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں، رسول اللہ نے فرمایا "جس کسی نے بغیر جانے بوجھے کسی بات میں جھگڑا کیا وہ اللہ کی ناراضی میں رہے گا جب تک کہ اُس سے باز نہ آجائے۔

چھٹی آفت

سجع اور تصنع کے لیے چرب زبانی کرنا۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے "میں اور میری اُمت کے پرہیزگار تکلف سے بری ہیں" فاطمہ کہتی ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا، میری اُمت کے شریر وہ لوگ ہیں جو ناز و نعم میں پلے، قسم قسم کے کھانے کھائے، رنگ رنگ کے کپڑے پہنے اور بات کرتے ہیں تو چرب زبانی سے۔"

Marfat.com

ساتویں آفت

گالی گلوچ، فحش اور بد زبانی۔ علیہ السلام نے فرمایا "فحش سے بچو کیونکہ اللہ فحش اور فحش جیسی باتوں کو ناپسند کرتا ہے۔" مثلاً بدر کے مشرک مقتولوں کو گالی دینا۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے "فحش کلامی اور فحش بیانی نفاق کی شاخیں ہیں"

آٹھویں آفت

لعن طعن کرنا خواہ حیوان کو خواہ جماد کو خواہ کسی انسان کو منع ہے۔ حضور نے فرمایا ہے۔ مومن لعنت باز نہیں ہوتا" حضرت حذیفہ فرماتے ہیں "جس قوم نے لعنت بازی شعار بنایا وہ تباہ ہوئی" ام المومنین عائشہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ نے ابوبکر کو لعنت کرتے سنا تو آپ ان کی طرف متوجہ ہو کر بولے۔ "اے ابوبکر! صدیق اور لعنت باز! ہرگز نہیں قسم ہے رب کعبہ کی" دو یا تین بار یہی فرمایا آپ اپنے غلام کو لعنت کر رہے تھے تو اُسے آزاد کر دیا اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے آئندہ کبھی ایسا نہیں کروں گا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ شریعت سے جس پر لعنت کا جواز ثابت ہو چکا ہے۔ جیسے ابوجہل اور فرعون ان کو لعنت کرنے میں مضائقہ نہیں اور اگر ایسا بھی نہ کرے تو کیا حرج ہے۔

رہا کسی خاص یہودی کو لعنت کرنا تو اس کو لعنت کرنا خطرہ سے خالی نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے اللہ نے اس کی تقدیر میں اسلام لانا لکھ دیا ہو۔ الا یہ کہ ساتھ یہ کہہ دے کہ اگر وہ اسی دین پر مرا تو لعنت ہے۔ خلاصہ یہ کہ ابلیس پر بھی لعنت نہ بھیجنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے تو اوروں کا کیا حال ہوگا لہذا ترک لعن اور زبان کو لگام دینا ہی بہتر ہے۔

نویں آفت

گانا اور شعر پڑھنا بھی زبان کی آفتوں سے ہے، گانے کا بیان، سماع میں گزر چکا ہے، رہا شعر کا معاملہ تو اچھا شعر اچھا ہے اور برا برا۔ البتہ شعر بازی میں پڑے رہنا برا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے، "اگر تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھرا ہو تو یہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ شعر سے بھرا ہوا ہو"

مداومت اور وقت گزاری منع ہے۔ البتہ اس کے جواز میں بہت سے دلائل پیش کیے جا سکتے ہیں۔

دسویں آفت

مذاق در اصل مذموم و ممنوع ہے مگر یہ کہ بہت تھوڑی سی خوش مذاقی ہو، رسول اللہ نے فرمایا ہے "اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کرو اور نہ مذاق کرو"

Marfat.com

معلوم ہونا چاہیے کہ افراط ممنوع ہے کیونکہ اس سے کثرت ضحک پیدا ہوتی ہے اور کثرت ضحک سے دل مُردہ ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے: "میں مذاق کرتا ہوں مگر سچی"۔

روایت ہے کہ آپ نے صہیب سے فرمایا: آنکھیں دُکھ رہی ہیں اور کھجوریں کھا رہے ہو! تو انہوں نے عرض کیا: ہاں مگر دوسری جانب سے، تو رسول اللہ مسکرا دیئے۔

گیارہویں آفت

تمسخر و استہزاء حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لا یسخر قوم من قوم — کوئی قوم کسی قوم کی مذاق نہ اڑائے۔

استحقار، اہانت اور عیوب پر متنبہ کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔ کبھی اقوال و افعال کی نقالی کے ذریعہ ایسا کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے: "لوگوں کے مذاق اڑانے والے کے لیے جنت کا ایک دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا آؤ آؤ تو وہ بڑی تکلیف کے ساتھ بڑھے گا مگر جب دروازے پر پہنچ جائے گا تو دروازہ بند کر دیا جائے گا پھر دوسرا کھولا جائے گا اور پکارا جائے گا آؤ آؤ، وہ بڑی مصیبت سے وہاں تک پہنچے گا مگر پہنچتے ہی بند کر دیا جائے گا، اسی طرح کیا جاتا رہے گا حتیٰ کہ اس کے لیے دروازہ کھولا جائے گا اور پکارا جائے گا تو وہ قدم ہی نہیں اٹھائے گا"۔

معاذ بن جبل کہتے ہیں، رسول اللہ نے فرمایا جس نے اپنے کسی بھائی کو کسی گناہ پر عار دلائی جس سے وہ توبہ کر چکا ہو تو وہ جب تک خود اس کا مرتکب نہیں ہو جائے گا نہیں مرے گا۔

بارھویں آفت

افشائے راز حرام ہے کیونکہ اس میں ایذاء اور دوستوں کی بے حرمتی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بات امانت ہوتی ہے۔

تیرھویں آفت

جھوٹا وعدہ کرنے کی ممانعت ہے یہ نفاق کی نشانیوں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

یا ایھا الذین آمنوا اوفوا بالعقود۔ — اے ایمان والو وعدے پورے کیا کرو۔

Marfat.com

علیہ السلام نے فرمایا ہے: "وعدہ عطیہ ہے۔"

چودھویں آفت

جھوٹی بات اور جھوٹی قسم بڑے گناہوں سے ہے، روایت ہے کہ ابوبکر وفات رسول کے بعد خطبہ دے رہے تھے تو فرمایا: "اس مقام پر رسول اللہ کھڑے ہوتے تھے۔ یہ کہہ کر رونے لگے پھر فرمایا، جھوٹ سے بچو کیونکہ یہ فسق و فجور کا منبع ہے اور یہ دونوں آگ میں جائیں گے۔"

رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا ہے: "جھوٹ نفاق کا دروازہ۔"

بعض سلف صالحین نے کہا ہے: "تعریض کے ذریعہ آدمی جھوٹ سے بچ سکتا ہے۔"

پندرھویں آفت

پندرھویں آفت غیبت ہے پہلے ہم آپ کو وہ آیات سناتے ہیں جو شریعت میں اس کی مذمت کے بارے میں آئے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے:

ولا یغتب بعضکم بعضا	کوئی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے
ایحب احدکم ان یاکل	کیا تم اس کو پسند کرو گے۔ کہ اپنے
لحم اخیہ میتا۔	مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ۔

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: "آپس میں حسد مت کرو، بغض نہ رکھو، نکتہ چینی نہ کرو، سازشیں نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ اللہ کے نیک بندے اور بھائی بھائی ہو جاؤ۔"

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "غیبت سے بچو۔ کیونکہ غیبت زنا سے سخت ہے اس لیے کہ انسان جب زنا کرتا ہے اور توبہ کر لیتا ہے تو اللہ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے مگر غیبت والے کو نہیں بخشتا جب تک کہ وہی شخص معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی گئی ہے۔"

حضرت انس فرماتے ہیں: "رسول اللہ نے فرمایا شب معراج میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جو اپنے ناخنوں سے منہ نوچ رہے تھے میں نے جبریل سے دریافت کیا یہ کون ہیں؟ کہا یہ وہ لوگ ہیں جو غیبت کرتے ہیں اور لوگوں کی آبروؤں پر ہاتھ ڈالتے ہیں۔"

اللہ نے موسیٰ کو وحی بھیجی: "جو شخص غیبت سے توبہ کر کے مرگیا وہ جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوگا اور جو اسی حالت میں مرگیا وہ دوزخ میں سب سے پہلے داخل

Marfat.com

غیبت کی تعریف یہ ہے کہ کسی آدمی کے بارے میں ایسی بات کہی جائے جو اُسے ناپسند ہو جیسے کسی جسمانی نقص، نسب، قول و فعل یا دین و دُنیا کے بارے میں کوئی ایسی بات کہی جائے حتیٰ کہ کسی کے کپڑے، گھر اور جانور کے بارے میں بھی۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس باب میں تعریض و تفہیم بھی تصریح کا حکم رکھتی ہے کوئی ایسی حرکت جس سے بات سمجھ میں آجائے قول صریح کی مانند ہے۔ سُننے والا بھی کہنے والے کا شریک ہے۔ اسی طرح اس کی طرف کان دھرنا یا تعجب کرنا بھی، غیبت میں شرکت و اعانت ہے۔ ابوالدرداء کہتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا: "کسی نے پیٹھ پیچھے اپنے بھائی کی عزت سے مدافعت کی اللہ پر بروزِ قیامت اس کا یہ حق ہوگا کہ اس کی آبرو سے مدافعت کریں۔"

جائز غیبت

کسی صحیح شرعی فرض کے لیے غیبت جائز ہے، چھ چیزوں میں غیبت کر سکتے ہیں۔

۱۔ کسی قاضی کے سامنے ظلم کی فریاد رسی کے لیے یا رشوت دینے کے بارے میں یا اسی قسم کی کسی اور بات کے لیے غیبت جائز ہے۔

۲۔ کسی بُری بات کی اصلاح کے لیے اور معاصی کے قلع قمع کے واسطے۔

۳۔ فتویٰ طلب کرنے کے واسطے مثلاً یہ کہے کہ میرے باپ بھائی نے ظلم کیا ہے تو کس طرح خلاصی حاصل کی جا سکتی ہے۔

۴۔ ایسے معاملات میں تعریض کرنا اور یہ غیبت سے زیادہ بہتر ہے۔

۵۔ اگر کوئی شخص لنگڑا یا چوندھا کر کے مشہور ہے تو مضائقہ نہیں۔

۶۔ جو شخص کھلا فاسق و فاجر ہو جیسے ہیجڑے یا فاسقانہ مجلس جماتا ہو یا علی الاعلان شراب پیتا ہو۔ رسُول اللہ نے فرمایا ہے: "جس شخص نے اپنے چہرے سے حیا کی نقاب اتار دی اس کی غیبت میں مضائقہ نہیں۔"

غیبت کا کفارہ

غیبت کرنے والے کو اپنی حرکت پر ندامت، توبہ اور افسوس کرنا چاہیے تاکہ حق الٰہی سے بری ہو جائے پھر جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی چاہے تاکہ اس کے ظلم سے خلاصی پا جائے یہ اس طرح کہ غم اور ندامت کا اظہار کرے۔ حسن فرماتے ہیں استغفار کافی ہے کسی سے معافی کی ضرورت نہیں۔ انس بن مالک رسول اللہ سے راوی ہیں: "تم نے جس کی غیبت کی ہے اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے لیے استغفار کرو۔"

Marfat.com

مجاہد کہتے ہیں "اپنے بھائی کے گوشت کے کھانے کا کفارہ یہ ہے کہ اس کی تعریف کرو بھلائی کے ساتھ دعا مانگو اور بہتر یہ ہے کہ ندامت کا اظہار کر کے حلال ہو جاؤ"

سولھویں آفت

چغل خوری: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہماز مشاء بنمیم (طعنہ زن چغل خور) عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: "ولد الزنا بات کو نہیں چھپا سکتا" یہ بات کہہ کر انھوں نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جو شخص بات کو چھپا نہیں سکتا اور چغل خوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے

عتل بعد ذالک زنیم ۔ سرکش اور بے نسب

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ویل لکل ھمزۃ لمزۃ ۔ افسوس ہے ہر طعنہ زن چغل خور پر

ھمزہ چغل خور کو کہتے ہیں اور فرمایا حمالۃ الحطب بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد لگائی بجھائی کرنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فخانتاھما فلم یغنیا عنھما شیئا ۔ ان دونوں نے خیانت کی اور کچھ فائدہ نہ پہنچا سکیں

حدیث میں ہے جنت میں چغل خور داخل نہیں ہوگا اس بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔

چغل خوری کی تعریف یہ ہے کہ ایسی بات کا انکشاف کر دیا جائے جس کا انکشاف ناپسندیدہ ہو خواہ اسے وہ شخص برا سمجھے جس کے متعلق وہ بات ہو سننے والا برا محسوس کرے یا کوئی تیسرا شخص ناپسند کرے اور یہ انکشاف خواہ قول سے ہو خواہ تحریر سے اور خواہ رمز و اشارے سے معلوم ہوا چغل خوری کی حقیقت افشائے سر و ہتک ستر ہے۔

سترھویں آفت

دو رنگی باتیں کرنا جیسے کوئی شخص دو دشمنوں سے بات کرتا ہو اور دونوں سے ایسی بات کہے جس سے وہ خوش ہوں یہ عین نفاق ہے۔ عمار بن یاسر کہتے ہیں نبی نے فرمایا ہے "دنیا میں جس کی دو زبانیں ہوں گی روز حشر اس کی آگ کی دو زبانیں ہوگی" ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا "تم بندوں میں سب سے برا قیامت کے دن دو رخے کو دیکھو گے جو ادھر کی ادھر اور ادھر کی ادھر کرتا ہے"

اٹھارویں آفت

اٹھارویں آفت تعریف ہے۔ بعض مقامات پر تعریف کرنا ممنوع ہے رہی مذمت سو وہ تو غیبت میں داخل ہے۔ مدح میں چھ آفتیں ہیں، چار مدح کرنے والے سے تعلق رکھتی ہیں اور دو ممدوح سے۔ مادح کی چار آفتیں یہ ہیں۔

۱۔ تعریف میں مبالغہ کرے کہ کذب تک پہنچ جائے۔

۲۔ ریاکار ہو جائے کیونکہ مادح محبت کا کا اظہار کرتا ہے۔

۳۔ ایسی بات کہے جس کے متعلق اسے تحقیق نہیں۔

۴۔ ممدوح کو خوش کرے جبکہ وہ ظالم یا فاسق ہو۔ ایسا کرنا ناجائز ہے۔

رسول اللہ فرماتے ہیں "فاسق کی تعریف پر اللہ غضبناک ہو جاتا ہے۔"

ممدوح کے لیے دو قسم کی آفتیں ہیں۔

(۱) یہ کہ اس میں غرور و خود پسندی پیدا ہو جائے۔

(۲) تعریف سن کر وہ اپنے نفس سے خوش ہو کر اپنی کمی کا احساس نہ کر سکے لہذا بھلائی کے لیے مستعد نہ رہے۔ اسی لیے رسول اللہ نے فرمایا تھا "تو نے اپنے دوست کی گردن کاٹ دی، تجھ پر افسوس اگر وہ سن پاتا تو فلاح نہ پاتا۔"

انیسویں آفت

نحوائے کلام میں چھوٹی غلطیوں سے غفلت برتنا خصوصاً جبکہ اللہ اور اس کی صفات کے بارے میں ہوں، ہم اس کی ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ حذیفہ کہتے ہیں "رسول اللہ نے فرمایا کوئی شخص یہ نہ کہے جو اللہ نے اور میں نے چاہا ہاں ایسے کہے جو اللہ نے چاہا اور پھر میں نے چاہا۔" یہ اس لیے کہ عطف شرکت کو چاہتا ہے۔

حضور نے فرمایا ہے "منافق کو اے ہمارے سردار کہہ کر نہ پکارو۔ اس لیے کہ اگر وہ تمہارا سردار ہوگا تو تم نے پروردگار کو ناراض کر دیا۔" نیز فرمایا "جس شخص نے یہ بات کہی کہ میں اسلام سے بری ہوں اگر سچا ہے تو جیسے اس نے کہا، وہی ہے، اور اگر جھوٹا ہے تو اسلام کی طرف وہ صحیح سالم نہیں لوٹے گا۔"

بیسویں آفت

عوام کا اللہ کے صفات کے بارے میں پوچھ گچھ کرنا اور اس کے کلام کے بارے میں دریافت کرنا کہ حادث ہے یا قدیم؟ یہ باتیں ان کے

بے فضول ہیں، انھیں عمل میں لگنا چاہیئے علمی مسائل میں نہیں کیونکہ عوام جب ایسے مسائل میں گھستے ہیں تو بعض اوقات قریب کفر بات کہہ جاتے ہیں اور انھیں احساس تک نہیں ہوتا، عوام کا ایسے مسائل میں دخل دینا ایسا ہے جیسے حکام، بادشاہوں کے اسرار کے دریافت کرنے کے درپے ہو جائیں۔

حدیث میں آیا ہے "رسول اللہ نے قیل وقال کثرتِ سوال اور تضییع مال سے منع فرمایا ہے" خلاصہ یہ کہ عوام کا یہ دریافت کرنا کہ حروفِ قرآن قدیم ہیں یا حادث ایسا ہے جیسے بادشاہ کسی کو محضر لکھ کر دے تو وہ احکاماتِ شاہی پر تو عمل نہ کرے اور وقت کو اس تحقیق میں رائیگاں کر دے کہ محضر کا کاغذ پرانا ہے یا نیا، نتیجہ یہ کہ وہ لامحالہ مستحقِ سزا ہوگا۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وسلم۔

○

پچیسواں باب

غضب، کینہ، حسد

معلوم ہونا چاہیئے کہ غصہ دل میں چھپی ہوئی ایک آگ ہے جیسے راکھ کے تلے انگارے چھپے ہوتے ہیں، غرور اُسے اندر سے نکال لاتا ہے شاید یہ اُس آگ سے ہے جس سے شیطان کی تخلیق ہوئی تھی۔

مذمتِ غضب

ابوہریرہ روایت کرتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی چھوٹا سا عمل بتایئے، فرمایا غصہ مت کر پھر اُس نے مکرر عرض کی آپ نے فرمایا غصہ مت کر۔"

ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول نے دریافت فرمایا "تم سب سے بڑا پہلوان کسے سمجھتے ہو؟ ہم نے کہا جسے کوئی نہ پچھاڑ سکے، فرمایا، نہیں، سب سے بڑا پہلوان

وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو۔" نیز فرمایا۔ جو شخص بھی غضب ناک ہوا قریب جہنم پہنچا۔"

حقیقتِ غضب

معلوم ہونا چاہیئے کہ چونکہ انسان کو مارا جا سکتا ہے اور اللہ کو مقصود اس کی بقا تھی تو غصہ عطا فرمادیا یہ ایک گرم گرم طاقت ہے جو باطن سے پھوٹتی ہے۔ اللہ نے غصہ کو آگ سے پیدا کیا اور انسان کے باطن سے پھوٹتی ہے۔ اللہ نے غصہ کو آگ سے پیدا کیا اور انسان کے باطن میں اُسے بٹھادیا تو وہ جب چاہتا ہے نارِ غضب بھڑک اُٹھتی ہے اور ایسا جوش مارتی ہے کہ دل کا خون ہیجان میں آجاتا ہے اور رگوں میں پھیل کر جسم کے بلند حصے کی طرف دوڑتا ہے جیسے آگ اُوپر کو بلند ہوتی ہے یا جیسے جوش زدہ پانی اُوپر کو اُبلتا ہے۔ اس طرح وہ چہرے کی طرف اُٹھتا ہے اور اُسے سرخ کر دیتا ہے، جب غصہ اپنے سے کم پر ہوتا ہے اور اُسے اس پر قدرت ہوتی ہے تو چہرہ سرخ ہوجاتا ہے اور اگر اپنے سے بالا پر ہوتا ہے اور اس سے خوف و طاقت کا احساس ہوتا ہے تو خون منقبض ہوکر غم بن جاتا ہے اور رنگ زرد پڑجاتا ہے اور اگر برابر والے پر ہوتا ہے تو خون انقباض و انبساط میں پڑکر کبھی چہرے کو سُرخ اور کبھی زرد کردیتا ہے اور انسان مضطرب ہوجاتا ہے، خلاصہ یہ کہ غصہ کا مقام قلب ہے اور طلبِ انتقام کے لیے خونِ دل کے جوش مارنے کو غصہ کہتے ہیں۔

اس بارے میں لوگوں کے تین درجے ہیں۔

(۱) تفریط، یعنی اس قوت کا فقدان یا ضعف، اسے بے غیرتی سے تعبیر کرتے ہیں یہ بُری ہے۔ امام شافعی کی اس قول سے یہی مراد ہے" کہ جسے غصہ دلایا گیا اور غصہ نہ آیا وہ گدھا ہے۔"

(۲) مطلوب اعتدال ہے یہی ہے جس کے ساتھ اللہ نے صحابہ کی توصیف کی ہے۔

اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ کفار پر سخت ہیں آپس میں رحم دل۔

(۳) افراط، وہ یہ کہ حد سے گزر جائے اور انسان کو مغلوب کردے کہ عقل و شرع کے دائرے سے خارج ہوجائے تو انسان پر اضطراری کیفیت طاری ہوجائے یہ مذموم ہے۔ بظاہر انسان کا چہرہ بگڑ جاتا ہے اور مسخ ہوجاتا ہے اور باطن اس سے بھی زیادہ بدتر ہوجاتا ہے روایت ہے کہ ایک دفعہ عائشہ غضب ناک ہوئیں تو رسول اللہ نے فرمایا، تمھارا

Marfat.com

شیطان آگیا تو انھوں نے دریافت کیا اور کہا آپ کا شیطان نہیں ہے؟ فرمایا کیوں نہیں مگر میں نے خدا سے دعا کی تو اس نے میری مدد کی لہٰذا وہ تابع فرمان ہو گیا اس لیے وہ بھلائی کا ہی حکم دیتا ہے۔

حضرت علی فرماتے ہیں: رسول اللہ دنیا کے لیے غصہ نہیں فرماتے تھے۔ اگر حق کیلئے غصہ کرتے تو آپ کے غضب کے سامنے کوئی چیز نہ ٹھہر سکتی جب تک کہ آپ حق کی فتح نہ کرا دیتے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ اگرچہ غصہ کا بالکل ازالہ نہیں کیا جا سکتا مگر مجاہدات سے اُسے کم کیا جا سکتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ بھی ہے کہ اپنے نفس کو کمتری کا احساس دلایا جائے اور بتایا جائے کہ اس قدر کمتر ہونے پر بلند پروازی زیبا نہیں ہے ہم ذیل میں اس کا علاج بتاتے ہیں۔

غصہ کا علاج

ایک تو یہی علاج ہے کہ دل کو غصہ پی جانے کے ثواب کی تلقین کی جائے پھر نفس کو عذاب الٰہی سے ڈرایا جائے اور بتایا جائے کہ اللہ تجھ پر زیادہ قادر ہے اتنا تو حریف پر قادر نہیں ہے۔ عاقبت انتقام سے ڈرائے کہ دشمن بھی درپے ایذا ہوگا اور لمبی دشمنی چل پڑے گی۔ غور کرے کہ غصہ کے وقت لوگوں کی صورت کیسی بگڑ جاتی ہے اور خود اس کی کیسی بگڑ جاتی ہوگی اور اگر غصہ پر عمل کرے گا تو درندے کے مشابہ ہو جائے گا پھر یہ کہ بردباری پر عمل کرے گا تو انبیاء و اولیاء کے مانند ہوگا۔ غور کرے کہ میں اس لیے غصہ کر رہا ہوں کہ معاملہ مشیت الٰہی کے مطابق کیوں ہوا میری مشیت کے مطابق کیوں نہ ہوا اس لیے احادیث میں آیا ہے کہ یہ غضب الٰہی کا سبب ہے۔

جب یہ سب باتیں ذہن نشین کرلے تو لازم ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کہے کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ غصہ کے وقت تعوذ کرنا چاہیئے۔ جب عائشہ غصہ کرتیں تو حضور ناک پکڑ کر فرماتے: اے عویش! کہو اللھم رب النبی محمد اغفرلی ذنبی واذھب غیظ قلبی واجرنی من مضلات الفتن ما ظھر منھا و ما بطن۔ پھر اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے:

غصہ ایک انگارہ ہے جو دل میں روشن ہوتا ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ غصہ والے کی رگیں پھول جاتی ہیں اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔ جب کبھی تم میں سے کسی کو غصہ عارض ہو اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اگر پھر بھی حالت پذیر نہ پائے تو

Marfat.com

ٹھنڈے پانی سے وضو یا غسل کرے کیونکہ آگ کو تو پانی ہی بجھاتا ہے۔

فضیلت حلم

بردباری غصہ پینے کی نسبت سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ غصہ پی جانا تو بہ تکلف علم ہوتا ہے اور طبعی حلم کمال عقل پر دلیل ہے اور اس بات کا پتا دیتا ہے کہ قوت غضبیہ قوت عقلیہ کے تحت ہے۔ عموماً پہلے انسان بہ تکلف بردبار بنتا ہے پھر یہ عادت ہو جاتی ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے: "علم تعلم سے ہے اور حلم تحلم سے۔ جو شخص خیر کی تلاش کرے گا اُسے خیر اور جو شر سے بچے گا اسے شر سے بچایا جائے گا۔" نیز فرمایا: "علم کو طلب کرو اور علم کے ساتھ حلم و بردباری کو طلب کرو جن سے سیکھتے ہو اور جنھیں سکھاتے ہو ان کے ساتھ نرم برتاؤ کرو۔ جبار عالم نہ بنو کہ تمھاری سبک سری تمھارے علم پر غالب نہ آ جائے۔"

آپ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا: "اے اللہ! مجھے علم کی تونگری عطا فرما، حلم سے زینت دے، تقوی سے سرفراز فرما اور عافیت سے آراستہ کر۔"

رسول اللہ نے فرمایا ہے: "اللہ کے ہاں رفعت طلب کرو۔ صحابہ نے سوال کیا یا رسول اللہ وہ کیا ہے؟ فرمایا: جو قطع رحمی کرے اس سے صلہ رحمی کرو جو تمھیں محروم کرے اُسے دو اور جو تمھارے ساتھ طیش کا برتاؤ کرے اس کے ساتھ بردباری کرو۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "جب ان سے جاہل خطاب کرتے ہیں تو کہتے ہیں سلام۔" مفسرین نے کہا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی سبک سری کرتا ہے تو وہ سبک سری نہیں کرتے۔ اگر اگر کوئی شخص تمھیں گالی دے یا غیبت کرے یا عار دلائے تو بردباری کا برتاؤ کرو کیونکہ نجات دارین اسی میں ہے۔

اس دنیا میں تو اس طرح کہ ایسے شخص کا لوگ احترام کرتے ہیں اور آخرت میں اس عزت کے لیے بہت سا ثواب ملتا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے: "اگر کوئی شخص تمھیں ایسی بات سے عار دلائے جو تم میں ہو تو تم اُسے ایسی چیز سے عار نہ دلاؤ جو اس میں ہو۔"

فضیلت عفو

عفو یہ ہے کہ تمھارا کوئی حق ہو تو اُسے چھوڑ دو جیسے قصاص سے معافی دے دینا یا مال و تاوان سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "معافی اختیار کرو۔" نیز فرمایا: "اگر معاف کر دو تو یہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔"

رسول اللہ فرماتے ہیں:-

"تین چیزیں ایسی ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے کہ اگر میں

ان کے بارے میں قسم کھاؤں تو جھوٹی قسم نہ ہوگی ایک تو صدقہ مال ہے لہٰذا صدقہ کرو دوسرے کسی کے ظلم کو بوجہ اللہ معاف کر دینا، اللہ ایسے شخص کو قیامت کے دن عزت بخشے گا تیسرے جو بھی سوال کرتا ہے اللہ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

فرمان نبوی ہے :۔

"تواضع سے انسان بلند ہی ہوتا ہے لہٰذا تواضع کرو اللہ تمھیں بلند کرے گا اور عفو سے عزت زیادہ ہی ہوتی ہے تو معاف کرو اللہ تمھیں عزت دے گا اور صدقہ سے مال بڑھتا ہی ہے لہٰذا صدقہ کرو اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔" نیز فرمایا، "جس نے ظالم پر بددعا کی اُسے مددِ خداوندی ملی۔

فضیلتِ نرم خوئی

نرمی محمود ہے اور یہ حسن خلق کا ثمرہ ہے اس کا مقابل سختی اور حدت ہے۔ رسول اللہ نے عائشہ سے فرمایا، "جسے نرمی سے حصہ ملا اُسے دنیا و آخرت کی بھلائی سے حصہ ملا اور جو نرمی سے محروم رہا اُسے دنیا و آخرت کی بھلائی سے محرومی ہوئی۔" نیز فرمایا، "جب اللہ کسی گھر والوں سے محبت کرتے ہیں تو انھیں نرمی عطا فرماتے ہیں۔"

مذمت حسد

یہ کینہ کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے اور کینہ غصہ سے پیدا ہوتا ہے رسول اللہ نے فرمایا ہے، "حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ سوختہ کو۔"

اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے بھائی پر نعمتِ الٰہی کو پسند نہیں کرتا لہٰذا اس کے زوال کی تمنا کرتا ہے، اگر ایسا ہو کہ اس سے زوال کی تمنا نہ کرے اور اپنے لیے بھی ویسی ہی نعمت چاہے تو اسے غبطہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے، "مومن غبطہ کرتا ہے، حسد نہیں کرتا۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

ود کثیر من اھل الکتاب	بہت سے اہلِ کتاب حسد کی بنا ر تمنا
لو یردونکم من بعد	کرتے ہیں کہ تم ایمان لانے کے
ایمانکم کفارا حسدا	بعد کفر کی طرف لوٹ جاؤ۔

اس سے معلوم ہوا زوالِ نعمت کی تمنا حسد ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ	مت تمنا کرو اس فضیلت کی جو
بعضکم علی بعض۔	بعض کو اللہ نے بعض پر دی ہے

مطلب یہ ہے کہ کسی خاص نعمت کے انتقال کی بھی تمنا نہ کرو ہاں یہ تمنا کرنا کہ خدا ہمیں

Marfat.com

بھی ایسی نعمت دے دے یہ غیر مذموم ہے خصوصاً جبکہ دین کے بارے میں ہو تو محمود ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ حسد کے بہت سے اسباب ہیں۔ جیسے عداوت، عزّتِ نفس، بغض، کبر، غرور، مقاصدِ مطلوبہ کے نہ ملنے کا ڈر، حبِ ریاست، خباثتِ نفس اور بخل اور یہ سب کے سب مذموم ہیں۔

اس کا علاج یہ ہے کہ تم سوچو کہ حسد سے دُنیا و آخرت کا ضرر ہے۔ دنیا میں اس طرح کہ یہ غم تمھیں ہر وقت لگا رہتا ہے اور تکلیف پہنچاتا رہتا ہے۔ اور دین میں اس طرح کہ یہ نعمتِ الٰہی پر ناراضی ہے جو اس کے لیے تو ثواب ہے اور تمھارے لیے عقاب ہے۔ اگر اس بات کا یقین ہے اور دشمن کے دوست بننا نہیں چاہتے ہو تو ضروری ہے کہ زبردستی اس عادت کو چھوڑ دو۔

حضرت حسن سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا "مومن میں تین عیب ہوتے ہیں جن سے وُہ چھٹکارا حاصل کر سکتا ہے اور حسد سے تو اسی طرح نجات پا سکتا ہے کہ حسد نہ کرے۔

○

چھبیسواں باب

مذمّتِ دُنیا

معلوم ہونا چاہیئے کہ دُنیا اللہ، اللہ کے دوستوں اور اُس کے دشمنوں کی دشمن ہے اللہ کی اس لیے دشمن ہے کہ اس نے اس کے دوستوں پر اس کی راہ منقطع کی۔ اسی لیے جب سے اللہ نے اُسے پیدا کیا ہے، اس کی طرف نہیں دیکھا۔ اولیاء اللہ سے اس کی عداوت کی یہ صورت ہے کہ ان کے لیے خوب بناؤ سنگار کیا، اپنی چمک دمک سے انھیں دھوکا دیا حتیٰ کہ اُنھیں اس سے قطعِ تعلق میں صبر کے تلخ گھونٹ پینے پڑے۔ دشمنانِ خدا سے اس کی عداوت یہ ہے کہ خوب خوب نیرنگیاں دکھا کر شکار کرتی ہے اور جب وُہ پھنس جاتے ہیں اور اس پر بھروسہ کر بیٹھتے ہیں تو انھیں محتاج بنا کر آنکھیں پھیر لیتی ہے۔

Marfat.com

معلوم ہونا چاہیے کہ پیغمبر اس لیے بھیجے گئے ہیں کہ لوگوں کو دُنیا سے آخرت کی طرف لائیں، اسی بارے میں کتاب نازل ہوئی اس کی بہت سی آیتیں اس پر دلیل ہیں۔

روایت ہے کہ جب آپ ایک مری ہوئی بکری کے پاس سے گزرے تو فرمایا" کیا تم اس بکری کو دیکھ رہے ہو؟ اپنے مالک کی نگاہوں میں یہ کس قدر حقیر ہے صحابہ نے کہا، بے شک۔ فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے دُنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے اگر دُنیا اس کے نزدیک پرِ پشہ کی برابر بھی وقعت رکھتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا"

فرمانِ نبوی ہے" دُنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کی جنّت ہے" نیز فرمایا" دنیا ملعون ہے سراپا لعنت مگر جس قدر کہ اللہ کے لیے ہو" حضرت ابوموسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ رسُول اللہ نے فرمایا" جو دُنیا سے محبت کرتا ہے آخرت کو خراب کرتا ہے اور جو آخرت کو پسند کرتا ہے دُنیا کو برباد کرتا ہے لہٰذا فانی پر باقی کو ترجیح دو" نیز فرمایا" دُنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے"

زید بن ارقم روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابوبکر کے پاس تھے انھوں نے پینے کو پانی مانگا تو شہد اور پانی لایا گیا پینے کے لیے مُنہ سے لگایا تو رونے لگے حتیٰ کہ سب ساتھی رونے لگے پھر سب خاموش ہو گئے مگر آپ خاموش نہ ہوئے اور پھر رونے لگے حتیٰ کہ لوگوں کو خیال ہوا کہ ایسی حالت میں ان سے رونے کا سبب پوچھنے کی کوئی جراٰت نہ کر سکے گا، پھر آپ نے اپنی آنکھیں پونچھیں تو لوگوں نے سوال کیا اے خلیفۂ رسُول اللہ! آپ کیوں روئے؟ فرمایا میں رسُول اللہ کے ساتھ تھا، میں نے دیکھا کہ آپ اپنے اردگرد سے کسی چیز کو دفع کر رہے ہیں مگر وہاں کوئی بھی نہ تھا تو میں نے کہا یا رسُول اللہ! آپ کس چیز کو دفع کر رہے ہیں؟ فرمایا، یہ دُنیا میری سامنے آئی تو میں نے اس سے کہا دُور ہو جا وہ پھر لوٹی اور بولی اگرچہ آپ نے مجھ سے خلاصی پالی ہے مگر آپ کے بعد والے چھٹکارا نہیں پا سکیں گے، پھر فرمایا تعجب ہے اس شخص پر جو دارالخلود پر ایمان رکھتا ہے اور پھر بھی دارالغرور کے لیے جدوجہد کرتا ہے" نیز فرمایا" دنیا میٹھی اور سرسبز و شاداب ہے اور اللہ تعالیٰ تمھیں دے گا پھر دیکھے گا کیسے کام کرتے ہو، جب بنی اسرائیل کیلئے دنیا کشادہ کر دی گئی تو وہ زیورات، عورتوں، خوشبوؤں اور کپڑوں میں فخر بازی کرنے لگے"

عیسٰی علیہ السلام فرماتے ہیں" دُنیا کو اپنا پروردگار نہ بناؤ کہ وہ تمھیں اپنا غلام بنا لے اپنا خزانہ اس ذات کے پاس جمع کرو جو اسے ضائع نہ کرے دُنیا والے مال پر تو ہمیشہ آفات کا خطرہ لگا

Marfat.com

رہتا ہے مگر جس کا خزانہ اللہ کے پاس جمع رہتا ہے اُسے کوئی خطرہ نہیں۔"

ایک خطبہ میں رسُول اللہ نے فرمایا: "مومن دو خوف کے درمیان ہے، ایک اس وقت کا خوف جو گزر چکا پتا نہیں خدا اس کے بارے میں کیا کرے گا۔ دُوسرے اس وقت کا ڈر جو باقی رہا خبر نہیں اللہ کیا فیصلہ کرنے والا ہے، لہٰذا بندے کو چاہیئے کہ اپنے نفس سے اپنی ذات کے لیے توشہ بنائے اور دُنیا سے زادِ آخرت مہیا کرے۔ زندگی سے موت کے لیے اور شباب سے بوڑھاپے کے واسطے۔

کیونکہ دُنیا تمھارے لیے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لیے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، موت کے بعد خدا کے راضی کرنے کی کوئی سبیل نہیں اور دُنیا کے بعد کوئی گھر نہیں یا جنت یا دوزخ۔"

نیز فرمایا: "اللہ دنیا کی ہر اُس چیز کو جسے بلند کرتے ہیں گراتے ضرور ہیں۔" عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "کون ہے جو سمندر کی موجوں پر گھر تعمیر کرے؛ اس دُنیا میں قرار نہ پکڑو۔" یہ بھی فرمایا: "اے حواریو کے گروہ! دین کی سلامتی کے ساتھ تھوڑی سی دُنیائے دنی پر راضی ہو جاؤ جیسے اہل دُنیا سلامتی دُنیا کے ساتھ تھوڑے سے دین پر قانع ہو گئے۔"

ابن عباس فرماتے ہیں: "اللہ نے دُنیا کے تین ٹکڑے کیے ہیں، ایک مومن کے لیئے دوسرا منافق کے واسطے اور تیسرا کافر کے لیے تو مومن صرف توشہ لیتا ہے اور منافق زینت دُنیا حاصل کرتا ہے اور کافر خوب فائدہ اٹھاتا ہے، اس بارے میں شعراء نے بڑے اچھے اچھے شعر کہے ہیں۔

بعض داناؤں نے کہا ہے: "دن تیر ہیں اور لوگ ہدف اور زمانہ ہر روز تم پر تیر چلاتا رہتا ہے اور اپنے روز و شب سے تمھیں پارہ پارہ کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ تمھارے سارے اجزاء پر چھا جاتا ہے تو تم کیسے سالم رہ سکتے ہو جبکہ دن تم پر حملہ کر رہے ہیں اور راتیں تیزی سے تمھارے بدن کو تباہ کر رہی ہیں۔ اگر تمھیں پتا چل جائے کہ اُنھوں نے تمھارے اندر کیا کمی پیدا کر دی ہے تو ہر آنے والے دن سے تمھیں وحشت ہو جائے اور گھڑیوں کا گزرنا ناگوار گزرے مگر اللہ کی تدبیر کے سامنے کسی کی پیش نہیں جاتی۔ انسان دُنیا کی ہلاکتوں سے غافل ہے تبھی تو اس کی لذتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ ورنہ وہ دراصل اندرائن سے بھی زیادہ تلخ ہے۔ اس کے ظاہری افعال نے عقلمند کے لیے عیوب کھول کر رکھ دیئے ہیں۔"

Marfat.com

ایک اور حکیم نے کہا ہے: "دنیا ہمیں خیالات سے خوش کر دیتی ہے پھر جب وُہ خیالات ختم ہو جاتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی خوابِ پریشان دیکھا ہو" رسُول اللہ نے فرمایا ہے:۔

"دنیا ایک خواب ہے جس پر اہلِ دُنیا کو جزاء، سزا یا ہلاکت ملتی ہے"

حضرت علی بن ابی طالب نے سلمان فارسی کو اس کی مثال دیتے ہُوئے تحریر فرمایا، "دُنیا کی مثال سانپ کی سی ہے کہ چھُونے میں نرم مگر زہرِ قاتل تو جو کچھ اس کی چیز پسند آئے اس سے مُنہ موڑ لو کیونکہ زیادہ دن ساتھ نہیں رہیگی اور اس کے آلام کی پرواہ نہ کرو کیونکہ تمھیں یقین ہے کہ اسے چھوڑ جانا ہے۔ اس سے بچنے میں سرور محسوس کرو اس لیے کہ دُنیا دار جب اس کے سرور سے مطمئن ہوتا ہے تو وُہ اس پر غم سوار کر دیتی ہے، والسلام"

رسُول اللہ نے فرمایا ہے: "دنیا دار کی مثال پانی پر چلنے والے کی سی ہے کیا پانی پر چلنے والا پیروں کے بھیگنے سے محفوظ رہ سکتا ہے" نیز فرمایا: "دنیا کی مثال آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہوگی جیسے تم سمندر میں انگلی ڈالو تو دیکھو کیا حاصل ہُوا۔

حقیقتِ دُنیا

معلوم ہونا چاہیے کہ دُنیا اور آخرت تمھاری دو حالتوں کا نام ہے قریبی حالت دُنیا ہے یعنی موت سے پہلے کا زمانہ اور بعد والی حالت آخرت ہے یعنی مابعد الموت دنیا کی جو بھی چیز تمھارے ساتھ جائے گی جیسے علم و عمل اس کا شمار آخرت میں ہوگا اگرچہ بظاہر وہ دونوں اسی عالم کے ہیں جیسا کہ رسُولِ اکرم نے فرمایا "تمھاری دُنیا سے مجھے تین چیزیں محبُوب ہیں، خوشبو اور عورت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔" آپ نے نماز کو دنیا میں شمار کیا ہے کیونکہ بظاہر اس کی حرکات حس و مشاہدہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

ان کے مقابل دُوسری قسم میں وُہ چیزیں ہیں جن میں لذتِ عاجلہ ہے ان کا موت کے بعد کوئی ثمرہ نہیں جیسے معاصی اور مباحاتِ زائدہ۔

تیسری قسم ان دونوں کے درمیان ہے یعنی ہر وہ حظِ دُنیا جو اعمالِ آخرت پر معین ہوتا ہے جیسے کھانا، پینا، پہننا اور نکاح بقدرِ ضرورت۔ یہ بھی قسم اوّل کی طرح دُنیا میں داخل نہیں ہیں۔

ان تینوں قسموں کو کسی نے اپنے اس قول میں جمع کر دیا ہے: "دنیا وہ ہے جو تمھیں اللہ سے مشغول کر دے" اللہ تعالیٰ نے ساری خواہشات کو پانچ امُور میں محصُور کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"حیاتِ دنیوی لہو و لعب، زینت و فخر اور مال و اولاد میں کثرتِ بازی ہے"

Marfat.com

جن چیزوں میں یہ پانچ جمع ہوتی ہیں وہ سات ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "لوگوں کے لیے زینت دی گئی ہے عورتوں، بیٹوں، سونے چاندی کے ڈھیروں، عمدہ گھوڑوں، جانوروں اور کھیتوں میں یہ متاعِ حیاتِ دُنیا ہیں"

معلوم ہونا چاہیے کہ انسان کی مثال اپنے نفس اور اپنے مال کو بھولنے میں اس حاجی کی سی ہے جو راہ میں ٹھیر جائے، اونٹنی کو خوب چارہ کھلائے، رکھوالی کرے، صاف ستھرا رکھے رنگ رنگ کی جھولیں پہنائے، قسم قسم کے چارے لائے اور برف سے ٹھنڈا کر کے پانی پلائے حتیٰ کہ قافلہ آگے جا چکے۔ اُسے نہ حج کا خیال رہے نہ قافلہ کا بس جنگل میں پڑا رہ جائے اور درندوں کا کھاجا بن جائے مگر جو عقل مند ہو گا وہ بقدرِ ضرورت اُونٹنی سے سروکار رکھے گا، اسی طرح آخرت پر نظر رکھنے والا اپنے نفس و دُنیا سے بس اتنا ہی تعلق رکھتا ہے کہ وہ راہِ آخرت طے کر سکے۔ ایک گروہ وُہ ہے جن پر شہوت و غفلت کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ خوب کمائی کرتے ہیں، کھاتے پہنتے ہیں اور کھانے پہننے کے لیے ہی کماتے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جو جانتے ہیں کہ کیوں پیدا کیے گئے لہٰذا اس کی تیاری میں مصروف رہتے ہیں اور بقدرِ ضرورت چیزوں سے سروکار رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور کسی سے دل چسپی نہیں لیتے۔

○

ستائیسواں باب

حُبِّ مال و مذمّتِ بخل

حبِّ مال کی مذمت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اے ایمان والو! تمھیں تمھارے مال و اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جو کوئی ایسا کرے گا خائب و خاسر ہو گا"

انما اموالکم و اولادکم فتنة تمھارے مال و اولاد فتنہ ہیں۔

رسول اللہ کا فرمان ہے "حبِ مال و جاہ، نفاق کو اس طرح اگاتے ہیں جیسے پانی سبزی

Marfat.com

کو۔" نیز فرمایا اگر دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے باڑے میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اس قدر فساد نہیں مچا سکتے جتنا کہ حبِ مال و جاہ مسلمان کے دین میں فساد برپا کرتی ہے۔"

حدیث نبوی ہے، "اکثر لوگ برباد ہو گئے مگر وہ جو کہے فلاں کو میں نے اتنا دیا اور فلاں کو اتنا دیا مگر ایسے کم ہیں۔" فرمایا: "میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو بہترین کھانے کھائیں گے، خوب صورت ترین عورتوں سے شادی کریں گے، طرح طرح کے نرم کپڑے پہنیں گے۔ اچھے اچھے گھوڑوں پر سوار ہوں گے، ان کے شکم تھوڑے سے سیر نہ ہوں گے، ان کے نفس کثیر پر بھی قناعت نہ کریں گے، دنیا پر صبح و شام گریں گے، اسے خدا کو چھوڑ کر اپنا معبود بنائیں گے، اور خواہشات کا اتباع کریں گے۔ محمد بن عبد اللہ قسم دلاتا ہے تمہاری نسلوں کو کہ اگر وہ انہیں پائیں تو سلام نہ کریں، ان کے مریضوں کی عیادت نہ کریں، ان کے جنازوں کے پیچھے نہ جائیں اور ان کے بڑوں کا احترام نہ کریں، جس نے ایسا کیا اس نے اسلام کے منہدم کرنے پر مدد کی۔"

فرماتے ہیں "ابن آدم کہتا ہے، میرا مال، میرا مال، ارے تیرا مال تو وہ ہے جو تو نے صدقہ کیا اور اسے باقی رکھا یا کھایا اور فنا کر دیا یا پہنا تو پرانا کر ڈالا۔"

ایک شخص نے آپ سے سوال کیا یا رسول اللہ! کیا بات مجھے موت سے محبت نہیں؟ فرمایا کیا تیرے پاس مال ہے؟ کہا ہاں، فرمایا، اپنے مال کو اپنے آگے بھیج کیونکہ مومن کا قلب اس کے مال کے ساتھ ہوتا ہے اگر وہ اسے آگے بھیجے تو چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ رہے اور اگر مال کو پیچھے رکھتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ رہے۔" علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے "ابن آدم کے تین دوست ہیں، ایک تو روح قبض ہونے تک ساتھ رہتا ہے دوسرا قبر تک اور تیسرا محشر تک، مال قبضِ روح تک ساتھ دیتا ہے، گھر والے قبر تک اور محشر تک عمل۔

مالِ محمود و مذموم

بعض آیات میں اللہ نے اسے خیر سے تعبیر کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:۔

ان ترک خیراً — اگر مال چھوڑ جائے۔

اور رسول اللہ نے فرمایا ہے، "مالِ صالح انسان کے لیے بہترین ہے۔" صدقہ و حج وغیرہ کے بارے میں جو ثواب ہے وہ در اصل مال کی مدح ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ داناؤں اور بزرگوں کا مقصد سعادت ابدی ہے اور مال اس کا وسیلہ ہے کبھی وہ تقویٰ اور عبادت پر توشہ بہم پہنچاتا ہے اور کبھی اُسے راہِ آخرت میں خرچ کیا جاتا ہے، جو کوئی اُسے تعیش یا معاصی و شہوات کے لیے لیتا ہے۔ اس کے لیے مال مذموم ہے۔

یُوں سمجھو کہ اس کی مثال سانپ کی سی ہے اس میں زہر بھی ہے اور تریاق بھی تو فوائد تریاق میں ہیں اور ہلاکتیں زہر میں ہیں۔ جو شخص اسے اچھی طرح جان گیا، اس کے زہر سے بچا اور تریاق سے فائدہ اٹھایا تو مال اُس کے حق میں محمود ہے۔

حرص و قناعت

فقر محمود ہے مگر فقیر کو قانع ہونا ضروری ہے کہ جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس کی طرف نہ دیکھے یہ بات تو قناعت ہی سے حاصل ہوسکتی ہے کہ بقدر ضرورت کھانا پینا اور لباس رکھے یعنی کم مقدار اور خراب ترین قسم لے۔ ایک دن یا ایک ماہ کا اندوختہ رکھے تاکہ فاقہ پر صبر کر سکے اور طمع و طلب میں گرفتار نہ ہوجائے اور امیروں کے آگے جھکنے پر مجبور نہ ہوجائے۔ رسُول اللہ نے فرمایا "رُوح القدس نے میرے دل میں یہ بات پھونکی ہے کہ کوئی نفس اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ اپنا رزق پورا نہ کرلے گا لہذا اللہ سے ڈرو اور طلب خوبی کے ساتھ کرو۔"

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک دن آپ نے مجھ سے فرمایا: "اے ابوہریرہ! جب بھوک سختی پکڑ جائے تو ایک چپاتی اور ایک کوزہ پانی پر گزارہ کر اور دُنیا پر لعنت بھیج دے۔"

علاج حرص

دوائے حرص تین چیزوں سے مرکب ہے، صبر، علم اور عمل، پہلا درجہ عمل کا ہے یعنی معیشت میں اقتصاد اور خرچ میں نرمی، تو جو شخص عزتِ قناعت سے سرفراز ہونا چاہتا ہے اُسے چاہیئے کہ خرچ کم کرے کیونکہ حدیث میں آیا ہے " تدبیر آدھی معیشت ہے"۔ دوسرا درجہ قصرِ امل کا ہے تاکہ ضروریات کی وجہ سے پریشان ہونا نہ پڑے تیسرا درجہ علم کا ہے کہ اس پر یقین رکھے کہ قناعت میں عزت، سوال سے راحت اور ذلتِ طمع سے بچاؤ ہے۔ اس طرح طمع سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔

فضیلت سخاوت

معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر مال نہیں ہے تو انسان کو قانع رہنا چاہیئے اور اگر مال موجود ہے تو ایثار و سخاوت سے کام لینا چاہیئے بخل نہ کرے۔ رسُول اللہ نے فرمایا ہے:

" سخاوت جنّت کا درخت ہے، اس کی شاخیں زمین تک لٹکی ہوئی ہیں جس کسی نے اس کی

Marfat.com

کوئی شاخ پکڑ لی وُہ شاخ اُسے جنت تک پہنچا دے گی اور بخل جہنم کا درخت ہے، بخیل اس کی شاخ پکڑ لیتا ہے یہ شاخ اُسے جہنم رسید کر کے ہی رہتی ہے"۔

رسُول اللہ نے بیان کیا "کہ مجھ سے جبریل نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے اس دین کو پسند کیا اس کی اصلاح سخاوت وحسنِ خلق ہی کر سکتی ہے۔ لہٰذا جہاں تک ہو سکے اس دین کو ان دونوں کے ساتھ عزّت بخشو" ایک روایت میں ہے ان دونوں کے ساتھ اس دین کا اکرام کرو جب تک کہ تم اس کے ساتھ رہو۔

حدیثِ نبوی ہے کہ اللہ نے کسی ولی کو بغیر سخاوت وحسنِ خلق کے پیدا نہیں کیا حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسُول اللہ سے پُوچھا گیا کونسا ایمان افضل ہے؟ فرمایا صبر وحسنِ خلق۔

حضرت عائشہ کو ابن زبیر نے بہت سارا مال دو بوریوں میں بھر کر بھیجا یہ کوئی ایک لاکھ اسی ہزار درہم تھے آپ نے ایک بڑا طباق منگایا اور سارا لوگوں میں تقسیم کر دیا، شام ہوئی تو باندی سے فرمایا میری افطاری تو لے آؤ وہ روٹی اور تیل لائی توام درہ نے کہا یہ مال جو آپ نے تقسیم کیا اس سے ہمارے لیے ایک درہم کا گوشت افطار کے لیے نہ منگا دیا، فرمایا اگر اس وقت یاد دلاتی تو ضرور منگا دیتی۔

مذمتِ بخل

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "جو لوگ بخل سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں" نیز فرمایا:

"بخیلوں کو اللہ نے جو مال دیا ہے یہ نہ خیال کرو کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے بلکہ بہت بُرا ہے کیونکہ قیامت کے دن ان کے گلوں کا طوق بنا دیا جائے گا" رسُول اللہ فرماتے ہیں، "بخل سے بچو کیونکہ اس نے تم سے پہلوں کو ہلاک کر دیا انہیں اپنوں کی خوں ریزی پر اکسایا اور حرام چیزوں پر ڈالا" حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں "جنت میں بخیل، دھوکے باز، خائن اور بدخلق داخل نہیں ہوں گے"۔

فضیلتِ ایثار

سخاوت کے بلند درجوں میں ایثار ہے ضرورت ہوتے ہُوئے مال کو خرچ کر دینا ایثار ہے اور سخاوت یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ مال کو خرچ کر دے، اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے ایثار کی تعریف کی ہے:

ویؤثرون علی انفسھم — وُہ اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ

ولو کان بہم خصاصۃ۔ خود بڑے ضرورت مند ہوتے ہیں۔
رسُول اللہ فرماتے ہیں: "اگر کسی شخص کو کوئی خواہش پیدا ہوئی اور اس نے اسے روک دوسرے شخص کو ترجیح دی تو اس کے گناہ بخش دیئے گئے۔

روایت ہے کہ رسُول اللہ کے پاس مہمان آیا آپ کے گھر میں کھانے کے لیے کچھ بھی نہ تھا ایک انصاری آئے اور اسے اپنے گھر لے گئے کھانا سامنے رکھا اور بیوی سے کہا کہ چراغ بجھا دو پھر وہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے رہے کہ مہمان سمجھتا رہا ساتھ کھا رہے ہیں حتیٰ کہ وہ کھا کر فارغ ہوگیا، صُبح ہُوئی تو رسول اللہ نے فرمایا رات جو کچھ تم نے مہمان کے ساتھ کیا اللہ کو بڑا پسند آیا پھر یہ آیت نازل ہوئی ویوثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ۔

علاج بخل

معلوم ہونا چاہیئے کہ بخل کا سبب حب مال ہے اور حب مال کے دو سبب ہیں ایک حبّ خواہشات کیونکہ خواہشات تک وصول بغیر مال اور طول امل کے ممکن نہیں، اس لیے کہ انسان سوچتا ہے کہ اگر میں ایک دن یا ایک ماہ زندہ رہا۔

توشاید دل مال کے خرچ پر آمادہ ہوجائے گا یا اولاد میں سے کسی کے کام آجائے گا۔ اسی لیے حضور نے فرمایا ہے "بچہ سبب بخل، سبب بزدلی اور سبب جہالت ہے" اب اگر ان اسباب کے ساتھ فقر کا خوف اور رزق پر بھروسہ نہ ہونے کا روگ لگ جاتا ہے تو بخل اور قوی ہوجاتا ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ انسان صرف مال ہی سے محبت کرتا ہے مثلاً بعض بے اولاد بوڑھے جنہیں معلوم ہوتا ہے کہ انھیں مال کی ضرورت نہیں پڑے گی صرف مال ہی سے محبت کرتے ہیں۔ یہ دل کی بڑی ہی مزمن بیماری ہے۔ عیاذاً باللہ! اس کی مثال یوں سمجھو کہ کوئی شخص کسی پر عاشق ہو مگر پھر اُس کے قاصد سے تو محبت کرنے لگے اور اُسے بالکل بھول ہی جائے۔ یہ مثال ہم نے اس لیے دی ہے کہ درہم و دینار سے مقصود اپنی اغراض تک پہنچنا ہے مگر ایسا شخص مقصود کو تو بھول گیا اور وسیلہ و واسطہ پر عاشق ہوگیا اس کے اور پتھر کے درمیان کیا فرق ہے صرف اتنا کہ مال وسیلہ حاجات ہے جو شخص اس بات کو نہیں سمجھتا وہ جاہل ہے۔

بخل کا علاج یہ ہے کہ خواہشات کو کم کرو، موت کو بکثرت یاد کرو، دوستوں کی موت کا خیال کرو، زیارتِ قبور کرو، سوچو کہ ان کے اندر کیڑے بھرے ہیں، غرض اس قسم کی باتوں

پر غور کرنا چاہیئے۔

اگر بچوں کی وجہ سے بخل کرتا ہے تو دل کو اطمینان دلائے کہ خالق نے اس کے ساتھ رزق بھی پیدا کیا ہے۔ کتنے بچے ایسے ہیں جو وارث مال بنے مگر اُسے کھا نہ سکے اور کتنے ایسے ہیں، جنھیں وراثت میں کچھ بھی نہیں ملا مگر خدا نے انھیں بہت مال دیا، پھر یہ کہ اگر بچہ نیک ہے تو اللہ صالحوں کا وارث ہے اور اگر فاسق ہے تو وہ مال کو معاصی میں خرچ کرے گا، خدا اُس جیسے مسلمانوں میں پیدا نہ کرے۔

یہ بات بھی بہت مفید ہے کہ سوچے، لوگ بخیلوں کی بڑی مذمت کرتے ہیں، طبعیتیں ان سے کراہت کرتی ہیں اور سخی لوگوں کی طرف مائل ہوتی ہیں۔ اور تعریفیں کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء۔ — شیطان فقر سے ڈرتا ہے اور بخل کا حکم دیتا ہے۔

شاید ان باتوں سے بخل کو کوئی فائدہ پہنچے۔

تونگری و فقر

کہتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "اے علمائے سوء، لوگ تمھارے حکم سے روزہ رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں مگر تم خود یہ کام نہیں کرتے ہو، ان باتوں کا درس دیتے ہو جنھیں تم نہیں جانتے تو یہ تمھارے حکم، احکام تمھارے حق میں کتنے بُرے ہیں۔ زبان سے توبہ کرتے ہو مگر عمل خواہشات پر ہے اپنی کھالوں کا صاف رکھنا تمھیں فائدہ نہیں دے سکتا جبکہ دل میلا ہو، میں تم سے سچ کہتا ہوں چھلنی کی طرح نہ بنو کہ اس سے اچھا آٹا نکل جاتا ہے اور چھانس رہ جاتا ہے تم لوگ اپنے مُنہ سے حکمت و دانائی کی باتیں کرتے ہو اور کھوٹ تمھارے دلوں میں باقی رہ جاتا ہے اے دُنیا کے غلامو! وہ شخص آخرت کو کیسے پاسکتا ہے جس کی خواہش دُنیا منقطع نہ ہوئی ہو، میں تم سے سچ کہتا ہوں تمھارے دل تمھارے اعمال پر روتے ہیں۔ تم نے دُنیا کو اپنی زبانوں تلے اور عمل کو قدموں کے نیچے ڈال رکھا ہے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں، تم نے اپنی آخرت کو فاسد کر دیا ہے کیونکہ دُنیا کی دوستی تمھاری نظروں میں آخرت کی درستی سے زیادہ محبوب ہے تم سے زیادہ ٹوٹے میں اور کون ہو سکتا ہے کاش تم جانتے۔ تم پر افسوس ہے کب تک تم تاریکی میں چلنے والوں کی راہ صاف کرو گے اور خود حیران کھڑے رہو گے گویا تم نے اہلِ دُنیا کو یہ دعوت دینے ہو کہ وُہ تمھارے لیے چھوڑ دیں، ٹھیرو ٹھیرو تم پر افسوس کیا تمھیں بات گھر کی تاریکی سے بچا سکتی ہے کہ چھت پر چراغ رکھ دیا جائے اور اندر وحشت ناک اندھیرا ہو اسی طرح اگر نورِ علم تمھارے مُنہ میں ہو اور باطن خالی اور بیکار رہو

Marfat.com

تمھیں کیا فائدہ ! اے دُنیا کے بندو ! نہ تم پرہیز گار بندوں کی طرح ہو نہ شریف آزادگان کی طرح قریب ہے کہ دُنیا تمھیں جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور تمھیں مُنہ کے بل گرا دے پھر سرنگوں کر کے تمہاری خطاؤں کو تمھاری پیشانیوں سے چمٹا کر ملک دیّان کی طرف اوندھا پھیر دے درآنحالیکہ تم بالکل ننگے اور تنہا ہوگے پھر اللہ تمھیں تمھاری برائیوں پر مطلع کرے گا بعد ازاں تمھاری بداعمالیوں کی سزا دے گا۔"

اس بیان سے تمھیں معلوم ہوگیا ہوگا کہ فقر اولیٰ اور افضل ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ تونگری افضل ہے اس نے رسُول اللہ، تمام انبیاء اور سلف صالحین کی تحقیر کی۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

بعض بدبختوں نے حضرت عبدالرحمان بن عوف کے واقعہ سے تونگری کی فضیلت پر دلیل پکڑی ہے، ہم ایک حکایت بیان کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ بات کس قدر غلط ہے لوگوں نے کہا ہمیں عبدالرحمان بن عوف کے بارے میں خطرہ ہے کہ انھوں نے اتنا سارا مال ترکہ میں چھوڑا ہے تو حضرت کعب نے کہا سبحان اللہ اور عبدالرحمان کے بارے میں اور خطرہ ہے کسب حلال خرچ حلال اور ترکہ حلال۔

یہ بات حضرت ابوذر کو پہنچی تو وُہ غصہ میں بھرے ہُوئے اُونٹ کے جبڑے کی ہڈی لیے کعب کے پاس پہنچے کعب سے کہا گیا ابوذر بلاتے ہیں وُہ بھاگ کر حضرت عثمان کی خدمت میں چلے گئے۔ انھیں معاملہ کی نوعیت بتائی اور فریاد رسی چاہی۔ ابوذر کعب کے پیچھے پیچھے حضرت عثمان کے گھر پہنچے جب ابوذر داخل ہوئے تو کعب ابوذر سے ڈر کر حضرت عثمان کے پیچھے جا بیٹھے ابوذر نے کہا۔ ہاں یہودی عورت کے پوت ! تو کہتا ہے عبدالرحمان نے جو کچھ چھوڑا کوئی مضائقہ نہیں۔ ایک دن رسُول اللہ احد پہاڑ کی طرف تشریف لے گئے میں ساتھ تھا فرمایا! اے ابوذر! میں نے کہا لبیک یا رسُول اللہ ! فرمایا تونگر روز قیامت میں فقیر ہوں گے مگر جس نے ادھر اُدھر پھینکا اور یہ فرماتے ہُوئے رسُول اللہ نے اپنے دست مبارک سے داہنے، بائیں، آگے اور پیچھے اشارہ کیا پھر فرمایا مگر ایسے کم ہی ہیں۔ پھر فرمایا اے ابوذر! میں نے عرض کیا ہاں یا رسُول اللہ ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، مجھے یہ بات پسند نہیں کہ اُحد کی برابر مجھے سونا ملے اور میں اُسے راہِ خدا میں خرچ کر دوں اور مروں تو دو قیراط برابر پیچھے چھوڑ جاؤں، میں نے دریافت کیا حضور کیا فرما رہے ہیں دو قیراط یا دو ڈھیر

Marfat.com

برابر ؟ فرمایا دو قیراط پھر فرمایا اے ابوذر تو زیادہ چاہتا ہے اور میں کم۔

رسول اللہ تو یہ فرماتے ہیں اور تو اے یہودیہ کے بیٹے کہتا ہے عبدالرحمان نے جو کچھ چھوڑا کوئی حرج نہیں۔ تو نے جھوٹ بولا اور جو بھی یہ بات کہے وہ جھوٹا ہے۔ تو کوئی بھی کچھ نہ بولا حتیٰ کہ وہ نکل کر باہر چلے گئے۔

کہتے ہیں۔ عبدالرحمان کے اونٹوں کا قافلہ یمن سے مال لایا تو مدینہ میں شور برپا ہو گیا حضرت عائشہ نے دریافت کیا۔ کیا ہے ؟ لوگوں نے کہا عبدالرحمان کا قافلہ آیا ہے۔ فرمایا رسول اللہ نے سچ فرمایا تھا یہ بات عبدالرحمان کو پہنچی تو اُن سے دریافت کیا رسول اللہ نے کیا فرمایا تھا ؟ آپ نے کہا۔ فرمایا تھا کہ میں نے جنت کو دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں مہاجرین اور مسلمانوں کے فقیر جنت میں دوڑ دوڑ کر داخل ہو رہے ہیں اور سوائے کسی بھی امیر کو ان کے ساتھ داخل ہوتے نہ دیکھا، میں نے انھیں دیکھا کہ وہ جنت میں گھٹنوں کے بل جا رہے ہیں۔

حضرت عبدالرحمان نے یہ حدیث سُنی تو فرمایا، یہ پورا قافلہ اور جو کچھ اس پر مال لدا ہے اللہ کی راہ میں دیا، اور سارے غلاموں کو آزاد کیا تاکہ میں بھی ان کے ساتھ آزادانہ دوڑ کر جنت میں داخل ہو سکوں۔

عمران بن حصین روایت کرتے ہیں، رسُول اللہ کے دربار میں مجھے جاہ و منزلت حاصل تھی ایک دن آپ نے فرمایا اے عمران ! ہمارے ہاں تیری قدر و منزلت ہے تو کیا تو فاطمہ بنت رسُول اللہ کی عیادت کو چل سکتا ہے ؟ میں نے عرض کی ضرور یا رسُول اللہ ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ! آپ کھڑے ہوئے اور میں بھی ساتھ کھڑا ہوا تا آنکہ آپ فاطمہ کے دروازے پر پہنچے ، دروازہ کھٹکھٹایا اور فرمایا السلام علیکم کیا میں اندر آ سکتا ہوں ؟ انھوں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسُول اللہ تشریف لایئے، فرمایا میرا ساتھی بھی ؟ انھوں نے دریافت فرمایا وہ کون ؟ فرمایا، عمران بن حصین ! وہ بولیں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے میں تو صرف ایک عبا اوڑھے ہوئے ہوں - تو آپ نے فرمایا ایسے ایسے کر لو اور ہاتھ سے اشارہ کیا، میں نے عرض کی بدن تو ڈھانپ لوں گی مگر سر کیسے چھپاؤں گی ؟ تو آپ نے ایک پرانی چادر اپنے سر سے اُتار کر پھینکی اور فرمایا اسے سر پہ باندھ لو پھر اندر آنے کی اجازت دے دی آپ داخل ہوئے اور فرمایا

السلام علیک یا بنتاہ! صبح کیسی ہوئی؟ بولیں واللہ درد مند رہی اور اس سے درد اور بڑھ گیا کہ کھانے کو کچھ بھی نہیں ہے۔ بھوک نے مجھے اور زیادہ نقصان پہنچایا، تو آپ رونے لگے، فرمایا بیٹی! نہ گھبرا خدا کی قسم میں نے تین دن سے کھایا نہیں کھایا، حالانکہ میں تیری نسبت سے اللہ کے ہاں زیادہ مکرم و معظم ہوں اگر میں پروردگار سے درخواست کرتا تو وہ مجھے ضرور کھلاتا پلاتا مگر میں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی پھر ان کے مونڈھے پر ہاتھ مار کر فرمایا، خوش ہو جا تو بخدا اہلِ جنت کی سیدۃ النساء ہے۔ انھوں نے دریافت فرمایا تو آسیہ زوجۂ فرعون اور مریم بنت عمران کہاں گئیں؟ فرمایا، آسیہ اپنی دنیا کی سیدۃ النساء ہوگی، مریم اپنے جہان کی، خدیجہ اپنے عالم کی اور تو اپنے دور کی تو ایسے گھروں میں ہوگی جو بانس کے ہوں گے نہ ان میں کوئی تکلیف ہوگی نہ شور۔ پھر فرمایا اپنے ابنِ عم پر قناعت کر قسم بخدا میں نے تیری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو دنیا اور آخرت دونوں کا سردار ہے۔

○

اٹھائیسواں باب

مذمّتِ جاہ و ریاکاری

معلوم ہونا چاہیئے کہ جاہ، محبوبِ قلوب ہے اُسے صدیق ہی چھوڑ سکتے ہیں اسی لیے کہا گیا ہے کہ صدیقوں کے سروں سے سب سے آخری چیز جو نکالی جاتی ہے وُہ حبِ جاہ ہے ہم اس مقصد کے لیے چند فصلیں قائم کرتے ہیں۔

حبِّ جاہ

معلوم ہونا چاہیئے کہ جاہ کی اصل، شہرت کا پھیلاؤ ہے، اور یہ مذموم ہے البتہ جسے اللہ نشرِ دین کے لیے شہرت بخش دے وُہ مذموم نہیں ہے۔ حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا، "آدمی کے لیے یہ شر بہت کافی ہے کہ لوگ اس کی دین یا دُنیا کے بارے اس کی طرف اشارہ کریں سوائے اُس شخص کے جسے اللہ ہی محفوظ رکھے۔

حضرت علی فرماتے ہیں "خرچ کرو اس طرح کہ شہرت نہ ہو، اپنی شخصیت کو بلند نہ کرو کہ لوگ تذکرہ کریں، سیکھو اور چھپاؤ، خاموش رہو، سالم رہو گے، نیکوں کو خوش کرو گے اور بدوں کو ناراض"۔

ابراہیم بن ادھم کہتے ہیں "جس نے شہرت کو پسند کیا اُس نے خدا کی تصدیق نہیں کی"۔

حضرت طلحہ نے کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ ساتھ چلتے دیکھا تو کہا "لالچی مکھیاں ہیں اور آگ کے پروانے"۔ سلیمان بن حنظلہ روایت کرتے ہیں کہ ہم ابی بن کعب کے پیچھے جا رہے تھے کہ حضرت عمر نے دیکھ پایا تو اُس پر درّے برسائے وہ بولا، امیرالمومنین! یہ آپ کیا کرتے ہیں؟ فرمایا "یہ تابع کے لیے ذلت ہے اور متبوع کے لیے فتنہ"۔

حسن روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ابنِ مسعود گھر سے نکلے تو لوگ ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگے، آپ ان کی طرف متوجہ ہو کر بولے میرے پیچھے پیچھے کیوں چل رہے ہو؟ اگر تمھیں میرے دروازے کے اندر کا حال معلوم ہوتا تو بخدا ایک بھی میرا اتباع نہ کرتا۔

حضرت حسن فرماتے ہیں "پیچھے پیچھے آنے والوں کے جوتوں کی آواز سے احمقوں کا دل دل کم ہی محفوظ رہتا ہے"۔

گمنامی کی فضیلت

رسُول اللہ نے فرمایا ہے "بعض پراگندہ بال، غبار آلود، گدڑی پوش جن کی طرف کوئی بھی دھیان نہیں دیتا ایسے ہوتے ہیں کہ اگر کسی بات پر خدا کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ اسے ضرور پورا کرے ان میں سے براء بن مالک بھی ہیں"۔

ابنِ مسعود روایت کرتے ہیں کہ رسُول اللہ نے فرمایا "بعض گدڑی میں لپٹے ہوئے جن کی کوئی بھی پرواہ نہیں کرتا ایسے ہوتے ہیں کہ خدا کی قسم کھائیں تو وہ اسے پورا کرے اگر وہ کہیں اے اللہ! تجھ سے جنت مانگتا ہوں تو وہ انھیں جنت دے مگر دُنیا سے کچھ بھی نہ دے"۔

ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جنّتی پراگندہ بال، غبار آلود، دو گدڑی والے ہیں جن کی لوگ پرواہ نہیں کرتے اگر امیروں کے پاس جانے کی اجازت مانگیں تو انھیں اجازت نہ ملے، اگر کسی عورت سے پیام دیں تو کوئی بھی نکاح پر راضی نہ ہو اور اگر وہ بات کریں تو لوگ ان کی بات نہ سُنیں، ان کی ضروریات دل کی دل ہی میں رہ

جاتی ہیں اگر قیامت کے دن ان کا نور لوگوں پر بکھیر دیا جائے تو وہ نور چھا جائے "
روایت ہے کہ عمر مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ معاذ بن جبل قبرِ رسول کے پاس رو رہے ہیں۔ پوچھا کیوں روتے ہو؟ بولے، میں نے رسول اللہ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے ."تھوڑی سی ریا بھی شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے پوشیدہ متقی لوگوں کو پسند کرتے ہیں کہ اگر وہ غائب ہو جائیں تو انھیں کوئی بھی تلاش نہ کرے اور اگر موجود ہوں تو کوئی نہ پہچانے۔ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں وہ ہر تاریکی سے دور رہتے ہیں "
ابن مسعود کہتے ہیں "علم کے سرچشمے ہدایت کے چراغ، گوشہ نشین، رات کے قندیل نئے دلوں اور پھٹے پرانے کپڑے والے بنو کہ آسمان والوں میں پہچانے جاؤ اور زمین والوں میں پوشیدہ رہو "

مذمتِ جاہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

تلک الدار الآخرۃ نجعلھا	یہ دارِ آخرت ان لوگوں کے لیے
للذین لا یریدون علوا	ہے جو زمین میں سر بلندی اور فساد
فی الارض ولا فسادا۔	نہیں چاہتے۔

جاہ کی حقیقت ملکیت قلوب ہے جیسے مال کی حقیقت ملکیت اشیاء ہے۔ جس طرح مال کا مالک اس کے ذریعہ سے اپنے مقاصد پورا کرتا ہے اسی طرح دلوں کا مالک بھی انکے ذریعہ اپنے مقاصد کی تکمیل کرتا ہے۔ معلوم ہوا جاہ بھی ایک مقصد ہے جس طرح مال حرفتوں اور صنعتوں سے کمایا جاتا ہے اسی طرح دل بھی طرح طرح کے معاملات سے قبضے میں کیے جاتے ہیں، قلوب اعتقادات کے ذریعہ مسخر کیے جاتے ہیں جو شخص یہ دیکھتا ہے کہ فلاں شخص میں فلاں کمال ہے تو وہ اس کا گرویدہ ہو جاتا ہے بلکہ ملکیت قلوب در اصل لوگوں کو اپنا غلام بنانا ہے۔ مال انسان کو محبوب ہے تو جاہ کیوں نہ محبوب ہو وہ تو بدرجۂ اولیٰ محبوب ہوگی۔
معلوم ہونا چاہیئے کہ جاہ روح کی غذا ہے کیونکہ روح استعلاء، اور ربوبیت کا تقاضا کرتی ہے اس لیے کہ وہ عالم امر الٰہی سے ہے اور یہ عالم، ربوبیت، علو، عبودیت انسان وحب کمال کا تقاضا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کسی بھی شخص کو اس کی محبت سے منزہ نہیں پائیں گے۔

Marfat.com

فصل

نفس مدح سے خوش ہوتا ہے کیونکہ مدح سے شعورِ کمال ہوتا ہے اور نفس کمال سے محبت کرتا ہے۔ اس کے برعکس مذمت سے کراہیت کرتا ہے کیونکہ مذمت سے نقص کا احساس ہوتا ہے اور نفس نقصان کو ناپسند کرتا ہے۔

علاجِ جاہ طلبی

معلوم ہونا چاہیئے کہ جس شخص کو جاہ سے محبت ہو جاتی ہے اس کی ساری ہمت حبِ جاہ پر لگ جاتی ہے اور مزید کی طلب میں لگی رہتی ہے طالبِ جاہ چاہتا ہے کہ لوگوں کے دلوں کو شکار کرے لہٰذا وُہ ریاکاری اور نفاق کی طرف دوڑتا ہے۔ اسی لیے رسُولِ خدا نے حبِ مال وجاہ کو ایسے دو بھیڑیوں سے تشبیہ دی ہے جو بھُوکے ہوں اور بکریوں کے باڑے میں چھوڑ دیئے گئے ہوں اور فرمایا یہ نفاق کو اس طرح اگاتی ہے جیسے پانی سبزے کو۔

اس کا علاج علم وعمل سے مرکب ہے، علم سے اس طرح کہ خیال کرے میرا مقصود دلوں پر قبضہ کرنا ہے اور اگر یہ میسر آ بھی جائے تو بالآخر مرجانا ہے لہٰذا یہ باقیاتِ صالحات سے نہیں ہے بلکہ اگر مشرق ومغرب کے سارے باشندے تمہیں پچاس سال تک بھی سجدہ کریں تو نہ سجدہ کرنے والا باقی رہے گا نہ جسے سجدہ کیا جائے گا وُہ باقی رہے گا اور تمھاری حالت اُس شخص کی سی ہوگی جو تم سے پہلے صاحبِ جاہ مرچکے ہیں لہٰذا یہ ایک وہی کمال ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، اس لیے کہ موت اسے زائل کردے گی۔

حضرت حسن بصری نے عمر بن عبدالعزیز کو لکھا تھا، "گویا آپ کا پالا ایسے آخری شخص سے پڑا ہے جس کے لیے موت لکھ دی گئی ہے اور وُہ مر بھی چکا ہے۔" عمر بن عبدالعزیز نے انھیں اس کے جواب میں لکھا،

"گویا آپ کبھی دُنیا میں تھے ہی نہیں اور آخرت ہی سے وابستہ رہتے ہیں۔ یہ لوگ نتائج پر نظر رکھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ آنے والا ہے، قریب ہے، رہا اُن کا طریقہ کار سو مختلف ہے۔ بعض نے شرابِ حلال پی جو خمر کے مشابہ تھی لہٰذا لوگوں نے انھیں شرابی سمجھ کر چھوڑ دیا۔ بعض زہد میں مشہور ہو گئے تو حمام میں گئے جب نکلے تو کسی دُوسرے کے کپڑے پہن کر نکل آئے اور راہ میں کھڑے ہو گئے لوگوں نے انھیں پکڑ کر پیٹا اور کپڑے اتار لیے کہ اور کہا یہ تو چور ہے لہٰذا اُسے سب نے چھوڑ دیا، سب سے قریبی راہ یہ ہے کہ سفر کر کے کسی گوشۂ گمنامی میں جا بیٹھے اس لیے کہ اگر اپنے شہر میں خلوت گزین ہوگا تو ریا کا احتمال ہے

کیونکہ بستی والے جان جائیں گے کہ فلاں شخص گوشہ نشین ہوگیا ہے۔

علاج

ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ حُبِ مدح و کراہت ذم کا سبب ایک دینی کمال ہے۔ تمھیں یہ معلوم ہوگیا ہے کہ یہ بے اصل ہے اور اس سے سوائے اس دنیا کے کوئی اور فائدہ نہیں ہے، آخرت میں تو یہ بالکل ہی بے کار ہے۔ اگر کسی دینی کام کی وجہ سے شہرت اور حب مدح کی خواہش ہو تو یہ بھی ایک ہوس سے زیادہ نہیں کیونکہ اعتبار تو حسن خاتمہ کا ہے اور اس خطرے سے گزر جانے کے بعد ہی کچھ فائدے کی توقع ہو سکتی ہے۔

ریاء

معلوم ہونا چاہیئے کہ ریا حرام ہے اور صاحب ریا اللہ کے ہاں مبغوض ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلیل ہے :-

فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون الذین ھم یراؤن	افسوس ہے ان نمازیوں پر جو نماز کو بھول جاتے ہیں اور ریاکاری کرتے ہیں۔

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں :-

فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔	جو پروردگار کی ملاقات کا آرزومند ہے اسے عمل صالح کرنا چاہیئے اور کسی کو عبادت میں شریک پروردگار نہ کرنا چاہیئے۔

رسُول اللہ سے دریافت کیا گیا کس چیز میں نجات ہے؟ فرمایا یہ کہ بندہ طاعت الٰہی بغیر دکھاوٹ کے کرے۔ نیز علیہ السلام نے فرمایا: "تمھارے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ شرکِ اصغر کا ہے، صحابہ نے دریافت کیا، وُہ کیا ہے؟ یا رسُول اللہ! فرمایا، ریا۔ قیامت کے دن اللہ کہے گا جاؤ ان لوگوں کے پاس جن کے دکھانے کے لیے تم عمل کرتے تھے، دیکھو کیا ان کے پاس تمھارے لیے کوئی جزاء ہے؟"

رسول اللہ نے فرمایا، حزن کے گڑھے سے پناہ پکڑو، لوگوں نے دریافت کیا وہ کیا ہے یا رسول اللہ؟ فرمایا جہنم کی ایک وادی ہے جو ریاکار قاریوں کے لیے رکھی گئی ہے۔

عبداللہ بن مبارک نے سند کے ساتھ ایک شخص سے روایت کی ہے کہ انھوں نے حضرت معاذ بن جبل سے کہا مجھے کوئی ایسی حدیث سناؤ جو تم نے رسُول اللہ سے سُنی ہو، تو معاذ

Marfat.com

رو پڑے، مجھے ایسا معلوم ہوا کہ اب روتے ہی رہیں گے بالآخر خاموش ہوگئے پھر فرمایا میں نے رسُول اللہ سے سُنا فرماتے تھے اے معاذ! میں نے عرض کی لبیک یا رسُول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! فرمایا میں تجھے ایک بات سُناتا ہوں اگر اسے محفوظ رکھے گا تو تجھے فائدہ ہو گا اور اگر ضائع کر دیا تو روزِ محشر میں اللہ کے ہاں تیری حجت ختم ہوجائے گی، اے معاذ! اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ ارض و سما سے پہلے سات فرشتے پیدا کیے پھر آسمان پیدا کیے اور ہر آسمان میں ساتوں میں سے ایک کو اس کا دربان بنایا اور اسے بڑی عزت دی، محافظ فرشتے صبح سے شام تک کے اعمال اُوپر لے جاتے ہیں، اس فرشتے کا نور سورج کے نور کی طرح ہے۔ جب کسی بندے کا عمل فرشتے آسمان پر لے جاتے ہیں تو اس کی خوب تعریف کرتے ہیں مگر سردارِ ملائکہ کہتا ہے اس عمل کو اس کے مُنہ پر جاکر مار دو میں غیبت کرنے والوں کے عمل کو آگے نہ جانے دوں، فرمایا، پھر محافظ فرشتے کسی اور شخص کا عمل لائیں گے اور اس کی بڑی تعریف کریں گے حتیٰ کہ وہ دُوسرے آسمان تک پہنچ جائیں گے تو دُوسرے آسمان کا موکل فرشتہ کہے گا، ٹھیرو! اس عمل کو اس شخص کے مُنہ پر جاکر مار دو، میں فخر کا فرشتہ ہُوں اس شخص نے اس عمل سے دنیا چاہی تھی، مجھے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ اس کے عمل کو آگے نہ جانے دوں یہ مجلسوں میں بیٹھ بیٹھ کر فخر کیا کرتا تھا، فرمایا محافظ فرشتے کسی بندے کا عمل صدقہ و صیام و صلوٰۃ لے کر جو نور سے چمکتا ہُوا ہوگا اور محافظ فرشتے اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں گے تیسرے آسمان تک لے جائیں گے، وہاں کا موکل فرشتہ کہے گا ٹھیرو اس عمل کو اس شخص کے مُنہ پر جاکر مار دو، میں تکبر کا بادشاہ ہُوں میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس کا عمل مجھ سے آگے نہ بڑھنے پائے وُہ مجلسوں میں لوگوں پر غرور کیا کرتا تھا، فرمایا، محافظ فرشتے ایک شخص کا عمل جو کوکب دُرّی کی طرح چمکتا ہوگا اور شہد کی مکھیوں کی سی آواز اس سے آتی ہوگی یعنی تسبیح، نماز، حج اور عمرہ وغیرہ کی صدائیں ہوں گی فرشتے اسے چوتھے آسمان تک لے جائیں گے وہاں کا موکل فرشتہ کہے گا ٹھیرو اس عمل کو صاحب عمل کے مُنہ پر جاکر مار دو اور اس کی پشت اور پیٹ پر بھی میں خود پسندی کا فرشتہ ہُوں یہ جب بھی کوئی کام کرتا تو خود پسندی کو اس میں شامل کر دیتا تھا، فرمایا، ایک اور بندے کا عمل فرشتے پانچویں آسمان کی طرف لے جائیں گے جیسے وہ دلہن ہو وہاں کا موکل فرشتہ کہے گا ٹھیرو اس عمل کو اس کے مُنہ پر مار دو اور اس کے کندھے پر لاد دو میں حسد کا فرشتہ ہوں، یہ شخص لوگوں سے کیا کرتا تھا کہ وُہ بھی اس کی طرح پڑھتے اور عمل کرتے ہیں اور جو بھی کوئی زیادہ عبادت کرتا تو یہ حسد کرتا اور ان کے بارے میں کچھ کچھ

Marfat.com

کہتا، میرے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ اس کے عمل کو آگے نہ جانے دوں۔ فرمایا، ایک اور بندے کے عمل کو چھٹے آسمان تک لے جائیں گے اس کے اعمال میں نماز، زکوٰۃ، حج عمرہ اور روزے ہوں گے۔ وہاں کا فرشتہ کہے گا ٹھیرو! اس عمل کو اسی شخص کے مُنہ پر مار دو وُہ کسی انسان پر رحم نہیں کرتا تھا خواہ کوئی کتنا ہی مبتلائے مصیبت ہو بلکہ خوش ہوتا تھا میں فرشتۂ رحمت ہُوں، پروردگار نے حکم دیا ہے کہ اس کا عمل آگے نہ بڑھنے پائے۔ فرمایا، ایک انسان کا عمل فرشتے ساتویں آسمان تک لے جائیں گے۔ اس کے اعمال میں روزہ، نماز، صدقہ، اجتہاد اور تقویٰ ہو گا ان اعمال کی آواز رعد کی سی آواز ہوگی اور سورج کی طرح چمک ہوگی اور تین ہزار فرشتے ساتھ ہوں گے وہ ساتویں آسمان تک لے جائیں گے تو وہاں کا فرشتہ کہے گا ٹھیرو اس شخص کے مُنہ پر جا کر مار دو اور اس کے اعضاء پر بھی، پھر ان سے اس کے دل پر قفل لگا دو۔ مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ ہر اُس عمل کو اُس تک پہنچنے سے روک دوں جو اس کی رضا کے لیے نہ ہو اس نے اپنے عمل سے غیر اللہ کا ارادہ کیا تھا، فقہاء کے ہاں رفعت چاہی تھی اور علماء کے ہاں شہرت اور شہروں میں نام نیک، مجھے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ اس کے عمل کو اپنے سے آگے نہ جانے دوں، ہر وہ عمل جو خالص اللہ کے لیے نہ ہو ریاء ہے، اللہ ریاکار کے عمل کو قبول نہیں کرتا۔ فرمایا، فرشتے ایک شخص کی نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، عمرہ، حسن خلق، خاموشی، ذکر الٰہی کو لے کر اوپر جائیں گے ساتوں آسمان کے ملائکہ اس کے ساتھ ہوں گے حتیٰ کہ سارے حجاب الٰہی پار کر جائیں گے۔ یہ اعمال خدا کے سامنے کھڑے ہو کر اس کے عمل صالح خالصاً للہ کی گواہی دیں گے تو اللہ فرمائے گا تم میرے بندے کے محافظ عمل فرشتے ہو اور میں اس کے نفس کا نگہبان ہوں اس نے عمل سے میرا ارادہ نہیں کیا بلکہ دُوسروں کا لہٰذا اس پر میری لعنت تو ملائکہ کہیں گے تیری اور ہماری سب کی لعنت اور ساتوں آسمانوں کی اور ان کی بھی جو ساتوں آسمانوں میں ہیں لعنت ہو۔

حضرت معاذ کہتے ہیں، یا رسول اللہ آپ رسول الٰہی ہیں اور میں معاذ ہُوں، بتائیے کیسے نجات ہوگی؟ فرمایا اپنے نبی پر قربان ہو جا، اپنی زبان کو اپنے حاملین قرآن بھائیوں اور دُوسروں کی چغلی سے روک، اپنے گناہ اپنے ہی اُوپر لاد، دوسروں پر نہ لاد، ان کی مذمت کر کے اپنی پاکیزگی نہ جتا اپنے آپ کو ان سے بڑا نہ سمجھ، دُنیا کے عمل کو آخرت کے عمل میں شامل نہ کر، اپنی مجلس میں غرور نہ کر۔ کہیں تیری بداخلاقی سے لوگ خوف نہ کھائیں، کسی کے ساتھ ایسی حالت میں سرگوشی نہ کر جبکہ دُوسرا شخص بیٹھا ہو، لوگوں سے بڑا نہ بن کہ دُنیا کی بھلائی تجھ سے منقطع ہو جائے۔ لوگوں کو نہ پھاڑ کہ قیامت

Marfat.com

کے دن جہنم کے کتے تجھے جہنم میں پھاڑیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والنشطٰت نشطاً، پتا ہے یہ کیا ہے؟ اے معاذ! میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ! فرمایا مراد جہنم کے کتے ہیں کہ گوشت اور ہڈیاں نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ! ان باتوں کی کون سکت رکھتا ہے؟ اور کون ان سے نجات پا سکتا ہے؟ فرمایا اے معاذ! یہ باتیں ان لوگوں کے لیے آسان ہیں جنھیں اللہ توفیق عطا فرما دے۔ ان سب باتوں میں سے تیرے لیے یہ کافی ہے کہ تو لوگوں کے لیے وہ پسند کرے جو اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہے اور وہ چیز ناپسند کرے جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے۔

راوی بیان کرتا ہے۔ میں نے معاذ سے زیادہ کسی کو قرآن تلاوت کرتے نہیں دیکھا، وہ اس حدیث سے ڈرتے تھے۔

عکرمہ کہتے ہیں، "اللہ بندے کو اس کی نیت کے مطابق دیتا ہے اتنا کہ اس کے عمل پر اتنا نہیں دیتا کیونکہ نیت زیادہ اثر رکھتی ہے۔"

حقیقتِ ریار

ریا، روایت سے اور سمعہ سماع سے مشتق ہے، ریا کی حقیقت یہ ہے کہ انسان لوگوں سے قدر و منزلت حاصل کرنے کے لیے انھیں دکھاتا ہے قدر و منزلت کی طلب کبھی عبادت کے ذریعہ اور کبھی عبادت کے علاوہ کسی اور کام سے ہوتی ہے۔

عبادت کے علاوہ ریاکاری کبھی تو کھردرے کپڑے پہن کر، کبھی کپڑوں کو خوب اونچا چڑھا کر، کبھی زرد رنگ دے کر، کبھی آنکھوں میں گڑھے ڈال کر، گاہے بال بکھیر کر، دھیمی آواز سے بول کر اور متانت کے ساتھ چل کر کی جاتی ہے۔ یہ سب باتیں بطور تکملۂ عبادت گزاری کے کی جاتی ہیں، یہ سب حرام ہیں جبکہ ارادہ ریا کا ہو۔ اسی طرح وعظ میں علمار کا مقفیٰ مسجع عبارتیں لانا اس لیے ہوتا ہے تاکہ لوگ ان کی عزارتِ علم کو دیکھیں الا یہ کہ ایسا اس لیے کیا جائے کہ لوگوں پر اچھا اثر پڑے بشرطیکہ وعظ صحیح نیت سے ہو تو بسا اوقات ایسا کرنا جائز ہو جاتا ہے۔

عبادت سے ریاکاری کی یہ صورت ہے کہ لوگوں کے سامنے طویل رکوع و سجدہ کرے تاکہ لوگ اسے متقی پرہیزگار سمجھیں۔ بعض اوقات خلوت میں بھی ایسا کیا جاتا ہے تاکہ لوگوں کے سامنے محتاجِ تکلف نہ ہونا پڑے ایسا شخص یہ خیال کرتا ہے کہ ریا سے خلاصی پا گیا کیونکہ خلوت میں طویل رکوع و سجدہ کرتا ہوں۔ اگر اسی ارادے سے ایسا کرتا ہے تو اس نے ریاکاری میں اور اضافہ کر دیا ہے کیونکہ وہ مخلص نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ریا طلب جاہ ہے اور عبادت اور بغیر عبادت کے بھی ہوتی ہے۔ اگر عبادت کے علاوہ کسی اور چیز سے ہے تو یہ مال حلال کی طلب کی طرح ہے لہذا حرام نہیں البتہ مکاری اور رسیہ کاری مال اور جاہ دونوں میں حرام ہے۔ یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ طلب جاہ بالکل حرام ہے کیونکہ جس طرح معیشت کے لیے مال ضروری ہے جاہ بھی ضروری ہے لہذا بقدر ضرورت مال حلال کی طرح جاہ حلال کا حاصل کرنا بھی جائز ہے۔ حضرت یوسف نے فرمایا تھا۔

اجعلنی علی خزائن الارض انی — مجھے زمین کے خزانوں پر لگا دے میں
حفیظ علیم۔ — حفیظ و علیم ہوں۔

جاہ میں زہر بھی ہے اور تریاق بھی جیسے مال کے بارے میں ہم بیان کر چکے ہیں جس طرح کثرت مال، اللہ کے ذکر سے غافل کر دیتا ہے یہی حال کثرت جاہ کرتا ہے۔ اگر بغیر حرص کے وسعت جاہ حاصل ہوگئی اور اللہ سے غافل نہ کرے اور اس کا استعمال اسی طرح ہوا جس طرح مال کثیر کوئی شخص سخاوت ایثار اور نفع خلائق کے لیے استعمال کرتا ہے تو اس کا حکم وہی ہے جو مال کثیر کا ہے جیسا کہ گزرا۔ اس لیے کہ پیغمبروں اماموں اور خلفاء کے جاہ سے زیادہ کسے جاہ نصیب ہو سکتا ہے لیکن یہ چاہیئے کہ آدمی خدا سے غافل نہ ہو اور اس کے زوال پر رنجیدہ نہ ہو۔

اس بنا پر اچھے کپڑے پہن کر نکلنا ریا ہے مگر حرام نہیں کیونکہ عبادت کے ساتھ ریاکاری نہیں کی گئی۔ اس پر دلیل حضرت عائشہ کا یہ قول ہے کہ رسول اللہ جب باہر نکلتے تو پانی کے مٹکے میں روئے مبارک دیکھتے عمامہ اور بالوں کو درست کرتے۔ عائشہ کہتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ اور ایسا کرتے ہیں ؟ فرمایا ہاں، اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ انسان اپنے بھائیوں کی طرف جائے تو بن سنور کر جائے۔

یہ بات رسول اللہ کے لیے عبادت تھی کیونکہ آپ دعوت خلق پر مامور تھے اگر لوگوں کی نظروں سے گر جاتے تو معاملہ خراب ہو جاتا۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ ریا کے چند درجے ہیں اگر کسی کام سے مقصود صرف ریا ہی ہو تو وہ یقیناً عبادت کو باطل کر دیتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ریا عبادت پر غالب آجائے اور اگر عبادت اور ریا دونوں برابر ہوں تو اگر ایسا شخص اس طرح نجات پا گیا کہ نہ اسے ثواب ملے نہ عذاب تو سمجھو کہ وہ نفع میں رہا اور اگر اصل مقصود عبادت ہو اور ریا مغلوب ہو کہ اگر ریا کا خیال نہ ہوتا تب بھی عبادت کرتا تو شاید اصل عمل ضائع نہیں جائے گا مگر ثواب ضرور کم ملے گا یا بقدر ریا سزا ملے گی۔

Marfat.com

معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر ایمان کی جڑ ریا ہے تو یہ نفاق ہے ایسا شخص جہنم کے سب سے پچھلے طبقے میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اگر اصل ایمان میں ریا داخل نہیں ہے بلکہ فرائض کے اصول میں ہے تو یخفیف ہے اور اگر نوافل و اوصاف عبادت میں ہے تو اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

ریائے خفی

ریائے خفی جو چیونٹی کے رینگنے سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے یہ ہے کہ نہ تو اُسے عبادت میں کوئی دخل ہوتا ہے نہ مخلوق کے دیکھنے سے عبادت میں خوشی اور آسانی ہوتی ہے مگر عبادت کرنے والا یہ چاہتا ہے کہ وہ عبادت گزار مشہور ہو جائے یا یہ خواہش کرتا ہے کہ لوگ اسے عبادت کرتا دیکھ پائیں اگر اس بات سے خوش ہو کہ کوئی اسے دیکھ لے تو یہ ریائے خفی ہے اس کے دفع کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ سوچے اس کی جڑ حب مال و جاہ و حب مدح ہے ۔ان سب کا ذکر گزر چکا ہے ۔ اس کے علاوہ یہ سوچنا چاہیئے کہ اللہ اُس کے اسرار پر مطلع ہے اور وہ یہ کہے گا کہ دیکھنے والوں میں تیرے نزدیک میں سب سے بے وقعت تھا اگر اس کے نتیجے پر غور کرے گا اور یہ سوچے گا کہ موت ان سب پر پانی پھیر دے گی تو اسے چھوڑ دینا ہی بہتر جانے گا۔

گناہ کی پردہ داری

اخلاص کی اصل یہ ہے کہ ستر و علن دونوں برابر ہوں حضرت عمر نے فرمایا ہے علانیہ عمل کرو، لوگوں نے دریافت کیا امیرالمومنین! علانیہ عمل کا کیا مطلب ہے ؟ فرمایا ، وہ کام کہ لوگ دیکھ لیں تو تم اس کے کرنے پر شرماؤ نہیں ۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے "جو کوئی تم میں سے کسی قسم کا گناہ کرے تو ستر الٰہی سے اُسے چھپالے ۔" جس طرح اپنے گناہ کے اظہار کو ناپسند کرے دوسروں کے گناہوں کے آشکارا ہونے کو بھی ناپسند کرنا چاہیئے۔

خوفِ ریا سے ترکِ عبادت

اگر کوئی عبادت بغیر ریا کے شروع کی ہے مگر یہ خطرہ ہو کہ درمیان میں ریا پیدا ہو جائے گی تو اس عبادت کو نہ چھوڑے کیونکہ پھر تو شیطان کا مقصد حل ہو جائے گا بلکہ عبادت کی طرف قدم بڑھائے اور ریا کو دفع کرے ۔ اسی لیے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ مخلوق کے دیکھنے کی وجہ سے عبادت کو چھوڑ دینا ریا ہے البتہ عبادت پر مخلوق کے دکھانے کے لیے اقدام کرنا نفاق محض ہے ۔

خدمتِ خلق

بعض عبادتیں ایسی ہیں کہ ان کا تعلق مخلوق سے ہے جیسے خلافت، امامت سلطنت ، تعلیم اور وعظ ۔

رسول اکرم نے فرمایا ہے امام عادل کا ایک دن ساٹھ سالہ گوشۂ عزلت کی عبادت سے

Marfat.com

بہتر ہے۔ پرہیزگار لوگ ایسے کاموں سے بھاگتے تھے کیونکہ ان میں بڑے بڑے خطرات ہیں اس لیے کہ باطن کے سارے آفات حبِ مال وجاہ وغیرہ بیدار ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے رسول اللہ نے فرمایا ہے "جو بھی دس آدمیوں پر والی ہوگا روزِ قیامت اس کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوں گے پھر اس کا عدل اُسے چھڑا دے گا یا ظلم برباد کر دے گا۔"

عقل مند کو چاہیے کہ خطرے کے مقام سے بھاگے، اپنے اندر جھانکے اگر طلبِ ثواب غالب ہے تو گزرے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ جب کوئی ایسا آدمی مل جائے جو اس کی نیابت کر سکے تو اسے غنیمت جانے اور اس سے ناراض نہ ہو۔

○

انتیسواں باب

تکبّر اور خود پسندی

تکبّر مذموم ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، "میں اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو ناحق زمین پر تکبر کرتے ہیں۔" نیز فرمایا، "اللہ تعالیٰ اسی طرح ہر متکبّر و جبّار کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔" فرماتے ہیں "ہر جبارِ عنید خسارے میں رہا۔"

رسول اللہ فرماتے ہیں، "وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی غرور ہوگا۔" نیز فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "تکبّر میری چادر ہے اور عظمت میری ازار جو بھی ان میں سے کسی ایک کے بارے میں مجھ سے جھگڑے گا میں اُسے جہنم رسید کر دوں گا۔"

کبر ایک وصف ہے جو نفس میں خود پسندی سے پیدا ہوتا ہے۔ ظاہری طور پر جو انسان تکبر کا اظہار کرتا ہے یہ اُس صفت کا اثر ہوتا ہے۔

رسول اللہ فرماتے ہیں، "اے اللہ! میں تجھ سے غرور کی پھنکار سے پناہ مانگتا ہوں۔" اگر انسان اللہ سے غرور کرتا ہے یعنی یہ کہ اس کے احکام کے سامنے بالکل نہیں جھکتا تو یہ کفرِ تام

ہے اور اگر کسی رسُول سے تکبر کرتا ہے یعنی یہ کہ اپنے جیسے انسان کے سامنے جھکنا نہیں چاہتا تو یہ بھی کفرِ تام ہے۔ تکبر کی تیسری قسم یہ ہے کہ آدمی مخلوق سے تکبر کرے، انھیں اپنی خدمت کے لیے بلائے اور ان سے تواضع ۔ انکساری کا خواہشمند ہو یہ بھی اللہ کے ساتھ اس کی کبریائی میں جھگڑنا ہے کیونکہ اس کے علاوہ بلا وجہ کسی کا فرمانبردار کسی کو نہ ہونا چاہیئے۔

اگر تکبر مال وجاہ کی وجہ سے ہے تو اس کا علاج گزر چکا ہے اور اگر صلاح وتقویٰ کی وجہ سے ہے تو بات خود صلاح وتقویٰ کے منافی ہے۔ اگر نیک کاموں کے کرنے، علم اور عمل کی بنا پر ہے تو یہ باتیں تو اللہ کے لیے ہونی چاہئیں اگر ان کی وجہ سے لوگوں پر غرور کیا تو اپنا اجر لے لیا جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے اس طرح اجر کے زائل ہو جانے کے خطرے سے اس کا علاج کیا جا سکتا ہے۔ اور خواطر قلبی سکون پا سکتے ہیں لہٰذا جب بھی نفس ترفع کی طرف مائل ہو تواضع پر مجبور کرے اور اس کی مذمت کرے شاید اللہ اُسے ذالت سے بچا دے۔

جب بھی دل تکبر سے خلاصی چاہے تو چار امُور سے نفس کا امتحان لے۔

۱۔ مناظرہ کرتے وقت دیکھے کیا اُس حق کے اظہار پر نفس غصہ کرتا ہے جو اس کے حریف کے ہاتھوں ظاہر ہوا اور آیا وہ غلبہ کا خواہشمند ہے یا نہیں۔

۲۔ محفلوں میں دوستوں کو اپنے اُوپر تقدیم دے۔

۳۔ کھانے پینے کی چیزیں بازار سے خود گھر لے جائے یہ سُنت ہے، اپنے خادموں کے ساتھ گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹائے اور ان کے ساتھ کھانا کھائے یہ سب باتیں سنت ہیں اسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ فقراء کی دعوت پر لبیک کہے، ان کے ساتھ بازار جائے اور ان کی ضروریات کو ان کے ساتھ اٹھا کر چلے۔

۴۔ محفل میں سادے گھریلو کپڑے پہن کر جائے رسُول اللہ نے فرمایا ہے "سادے کپڑے پہننا ایمان کا جزو ہے۔" نیز فرمایا، "جو اپنے اونٹ کو خود باندھتا ہے اور صوف کے کپڑے پہنتا ہے وہ غرور سے بری ہے۔" فرماتے ہیں جو اپنی ضروریات کو اٹھا کر گھر لے جاتا ہے وہ تکبر سے پاک ہے جب یہ بات معلوم ہوگئی تو واضح رہے کہ ہر کام میں اعتدال بہتر ہے، تواضع محمود یہ ہے کہ بغیر کسی ذلت کے ہمسروں کے ساتھ تواضع کرے

خود پسندی

خود پسندی مذموم ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

"غزوۂ حنین کے دن تم اپنی کثرت پر نازاں ہوگئے تو کثرت نے کچھ

Marfat.com

بھی فائدہ نہ پہنچایا۔" نیز فرمایا: "وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بھلائی کر رہے ہیں۔" فرماتے ہیں: "ان کے لیے اللہ کی طرف سے وُہ کچھ ظاہر ہوا جس کا انھیں گمان بھی نہ تھا۔"

رسول اللہ فرماتے ہیں: "تین باتیں ہلاک کر ڈالتی ہیں: بخل کی فرمانبرداری، خواہش نفس کا اتباع اور آدمی کا اپنے اُوپر ناز کرنا۔"

خود پسندی کی جڑ دراصل اندرون کا چھپا ہوا غرور ہے کہ خود کو بڑا عالم یا بڑا عامل سمجھے البتہ اگر اس کے زوال سے ڈرتا ہے تو وُہ خود پسند نہیں ہے یا اس نعمتِ الٰہی پر خوش ہوتا ہو تو یہ بھی خود بینی نہیں ہے بلکہ فضل الٰہی پر سرور ہے۔ ہاں اگر اسے ایک ایسا وصف جانتا ہے کہ کبھی زائل نہ ہوگا۔ نہ اسے خدا کا فضل سمجھتا ہے بلکہ اپنی پیدا وار جانتا ہے تو یہ خود بینی ہے اور مہلکات سے ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ عاقبت کا خیال رکھے اور بلعام کے قصے پر نظر رکھے کہ اس کا خاتمہ کفر پر کیسے ہُوا، یہی حال ابلیس کا ہے تو جو کوئی سوئے خاتمہ پر نظر کرے گا اور یقین رکھے گا کہ یہ اوصاف ممکن ہیں تو اپنی کسی بھی صفت پر عجب نہیں کرے گا۔

○

تیسواں باب

مذمّتِ تکبّر

ہلاکت کے اسباب میں غرور سب سے بالا ہے۔ غرور والوں کی بہت سی قسمیں ہیں مگر ہم صرف چار قسموں کا بیان کریں گے۔

(۱) علماء (۲) صوفیہ (۳) متصوفہ (۴) اربابِ دُنیا اور اصحاب اموال۔

پہلے ہم غرور کی مذمت بیان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "تمھیں حیات دنیوی غرور میں مُبتلا نہ کر دے اور اللہ کے مقابلہ میں بہکا نہ دے۔" "تمھیں آرزوؤں نے دھوکے میں مُبتلا کر دیا حتیٰ کہ امرِ الٰہی آن پہنچا۔" رسول اللہ فرماتے ہیں: "داناؤں کی نیند قابلِ تعریف اور ان کا افطار

Marfat.com

بھی کہ احمقوں کی بیداری اور ان کے مجاہدات کو بے وقعت بنا دیتے ہیں، بے شک ایک ذرہ صاحب تقویٰ و یقین کا ارباب غرور کے ایسے عمل سے بہتر ہے جو ساری زمین کو بھر دے۔"

غرور کی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کے بارے میں ایسا اعتقاد رکھے جو اصلیت کے خلاف ہو لہٰذا یہ جہالت کی ایک قسم ہے اس میں نفس ایسی باتوں پر مطمئن ہوتا ہے جو خواہشاتِ نفس و خیال کے مطابق ہوتی ہیں۔

بعض اہلِ غرور وہ ہیں جنھیں ان کے ظن فاسد نے یہ بتا رکھا ہے کہ حیاتِ دنیوی نقد اور یقین ہے اور آخرت ادھار اور شک ہے اور نقد و یقین کو ادھار اور شک کی بدولت نہیں چھوڑا جا سکتا اسی کی طرح اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے "یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے آخرت کی بجائے حیاتِ دنیا کو خرید لیا ہے لہٰذا اُن سے عذاب کی تخفیف نہیں کی جائے گی۔" یہ لوگ کفار ہیں، ان کو ایمان کبھی کسی علت سے یا برہان و دلیل سے یا کبھی تقلید سے حاصل ہوتا ہے۔

مریض صحت کی اُمید پر طبیب کی دوا کھاتا ہے اگر کوئی مریض یہ کہے کہ میں تو اس وقت تک دوا نہیں کھاؤں گا جب تک کہ مجھے دوا کے نافع ہونے کا یقین نہ ہو جائے تو وہ یقیناً ہلاک ہو جائے گا۔ عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان ذرا سے احتمال پر بھی بچے اگر کسی شخص کو انبیاء کے اقوال و معجزات یقین نہیں بخشتے تو ظن یا احتمال تو یقیناً بخش دیتے ہیں لہٰذا دانا انسان کو چاہیئے کہ اگر کسی چیز کے نقصان پہنچانے کا احتمال بھی ہو تو اس سے بچے، یہی وجہ ہے کہ حضرت علی نے ایک ملحد سے اس کی حجت بازی کو سُن کر کہا تھا اگر معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تم خیال کرتے ہو تو میں اور تم دونوں خلاصی پا گئے اور اگر ایسا ہے جیسا کہ میں کہتا ہوں تو میں فلاح پا گیا اور تم برباد ہو گئے۔

بعض لوگ اس دھوکے میں مبتلا ہیں کہ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہیں، بعض آباؤ اجداد کے تقوے پر نازاں ہیں مگر خلاصی کہاں، یہ بات جو کہتے ہیں کہ اللہ رحیم و کریم ہے بلاشبہ حق ہے لیکن آیاتِ قرآنی بتاتی ہیں کہ اس کا رحم و کرم توفیقِ خیرِ دنیوی کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، "انسان کے لیے اُس کی کوشش ہی ہے۔" "اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسلام کے لیے اس کے سینے کو کھول دیتا ہے۔"

اگر اُس کے رحم و کرم پر ہی بھروسہ ہے تو رزق کے بارے میں کیوں اس پر اعتماد نہیں ہے، حالانکہ وہ فرماتا ہے "جو اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ اس کے لیے کافی ہوتا ہے۔" "اور ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ اُسے گمان بھی نہیں ہوتا:

حکم دیا ہے کہ رزق کے بارے میں مجھ پر توکل کرو اور میرے کرم پر بھروسہ کرو تو انسان ایسا نہیں کرتا اور آخرت کے لیے عمل کرنے کا حکم دیا تو اُس پر توکل کرتا ہے یہ بالکل اُلٹا معاملہ ہے۔"

رہے وہ لوگ جو آباؤ اجداد کے تقوی اور نسب کی پاکیزگی پر فخر کرتے ہیں انھیں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف دیکھنا چاہیئے کہ اس نے نوح سے فرمایا "تیرا بیٹا تیرے اہل سے نہیں ہے کیونکہ اس کے عمل اچھے نہیں ہیں" اور رسُول اللہ کے اس قول پر نظر کرنی چاہیئے کہ جب آپ نے اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہی کہ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کے لیے جائیں اور ان کے حق میں استغفار کریں تو زیارت کی اجازت دے دی گئی مگر استغفار کی نہ دی گئی تو آپ رو پڑے۔

حضور نے فرمایا ہے "دانا وہ ہے جس کا نفس اس کا فرماں بردار ہے اور مابعد الموت کے لیے عمل کرتا ہے اور احمق وُہ ہے جو خواہشات نفس کا اتباع کرتا ہے اور اللہ سے جھُوٹی اُمیدیں وابستہ کرتا ہے"

معلوم ہونا چاہیئے کہ عاقل بصیر جو رات دن طاعتوں میں مشغول رہتا ہو اور گناہوں سے بھی بچتا ہو، سوئے خاتمہ سے ڈرتا رہتا ہے اور اللہ سے دُعا کرتا رہتا ہے کہ اُسے ثابت قدم رکھے دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور قضا و قدر کی بجلیوں سے بھی ڈرتا رہتا ہے۔

آپ سوال کریں گے کہ پھر اُمید و رجا کا مقام کونسا ہے؟ بات یہ ہے کہ رجا و خوف ساتھی ہیں اور ہر ایک کا ایک مقام ہے، مقام رجا دو ہیں ایک یہ کہ اپنے نفس کو بخشش کی اُمید دلائے اس طرح کہ توبہ کرلے جبکہ بخشش کو کثرتِ ذنوب، رہبری شیطان اور اس کے نا اُمید کردینے سے اپنے سے دُور کر دیا ہو۔ دُوسرا مقام یہ ہے کہ اپنے نفس کو نعیم فردوس اور بلند مراتب کی اُمید دلائے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے تاکہ فرائض پر اختصار نہ کرے۔

اب ہم ان لوگوں کی قسمیں بیان کرتے ہیں جو دھوکے میں مبتلا ہیں، پہلی قسم علماء کی ہے ان کے غرور کا ذکر ہم کتاب العلم میں کر چکے ہیں اور یہ بیان کر چکے ہیں کہ علمائے الٰہی وہ ہیں جن کا خوف ان کے علم سے زیادہ ہے۔ علیہ السلام نے فرمایا ہے "میں تم سب سے بڑا عالم الٰہی ہوں اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں" جو شخص اپنے باطن کے عیوب سے اندھا ہے یا جانتا ہے مگر ان کے دُور کرنے کی کوشش نہیں کرتا وُہ مغرور و فریب خوردہ ہے اُسے اس کا علم کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ دُوسری قسم اہل عبادت کی ہے یہ لوگ جس قسم کی بھی عبادت کرتے ہوں ان کی عبادت ایک قسم کے غرور سے خالی نہیں ہوتی سوائے اُن داناؤں کے جنھیں اللہ نے توفیق دی مگر ایسے کم ہیں

بعض ایسے ہیں جو فرائض کا حق ادا نہیں کرتے اور انھیں احکام سنن و شرائط کے ترک سے ضائع کر دیتے ہیں جیسے بعض لوگ وضو اور کپڑوں کی پاکیزگی میں مستغرق رہتے ہیں حتی کہ نماز کا وقت نکل جاتا ہے یا تنگ ہو جاتا ہے۔ بعض ایسے ہیں کہ انھیں نماز کی نیت کے بارے میں وسوسہ پیدا ہو جاتا ہے حتی کہ جماعت ختم ہو جاتی ہے۔ بعض کو ایسا وہم ہوتا ہے کہ وہ بار بار سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم مخارج حروف کو صحیح صحیح ادا کرتے ہیں ان لوگوں کے نزدیک مخرج کے علاوہ اور کوئی بات اہم نہیں ہے۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی قاصد کسی بادشاہ کے دربار میں جائے تو وہ خوبی کے ساتھ الفاظ کی ادائیگی میں لگ جائے اور ان کی تکرار کرتا رہے اور احترام بارگاہ سے غافل رہے تو وہ اس قابل ہی ہوگا کہ اُسے پاگل خانہ بھیج دیا جائے یا اُسے سزا دی جائے یہی حال ان لوگوں کا ہے جو حج یا روزہ ادا کرتے ہیں مگر حج کے شرائط جیسے توبہ اور رد مظالم ہے انھیں پورا نہیں کرتے، نہ انھیں یہ پتہ ہوتا ہے کہ اعمال کو کیا چیزیں برباد کرتی ہیں نہ ظاہر و باطن کی پاکیزگی سے آشنا ہوتے ہیں لہذا وہ اپنے علم پر مغرور ہی ہوتے ہیں۔

تیسری قسم صوفیہ اور متصوفہ کی ہے۔ ان کے کئی فرقے ہیں بعض وہ ہیں جو صرف ان کے لباس اور وضع قطع پر قناعت کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس معاملہ اتنا ہی ہے۔ بعض ذرا ان سے آگے ہیں وہ ایسے پیوند لگے کپڑے پہنتے ہیں جن کی قیمت ابریشم سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ انکی مثال اُس بوڑھی عورت کی سی ہے جس نے یہ سُنا ہو کہ مردان جنگ کے نام بادشاہ کے دفتر میں لکھے جاتے ہیں تو اُس نے زرہ پہنی۔ ہتھیار زیب تن کیے اور سلطان کے سامنے پہنچ گئی تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کے ہتھیار اتار لیے جائیں اور میدان جنگ میں آزمائش کے لیے بھیج دیا جائے مگر جب خود سر سے اتار اگیا اور زرہ کھینچ لی گئی تو بوڑھی نکلی، اس سے کہا گیا تو نے بادشاہ کی توہین کی ہے لہذا تجھے گرفتار کر کے ہاتھی کے سامنے ڈالا جائے گا۔ اور تجھے سزا دی جائے گی۔

بعض وہ لوگ کہتے ہیں جنھوں نے علوم معرفت کے سلسلہ میں صوفیہ کے اقوال یاد کر لیے ہیں لہذا وہ معرفت کے دعویدار ہیں۔ خدا بچائے یہ تو سراسر ہلاکت ہے۔

بعض وہ ہیں جو سب کچھ چھوڑ بیٹھے ہیں یہ خیال کرتے ہوئے کہ ہمارے اعمال کی اللہ کو ضرورت نہیں ہے مگر انھیں یہ معلوم نہیں کہ اعمال تو ان ہی کے فائدے کے لیے ہیں کسی اور کے نہیں۔

بعض وہ ہیں جو قسم قسم کی نعمتیں کھاتے ہیں اور حلال و حرام کی کوئی تفریق نہیں کرتے مگر

Marfat.com

یہ نہیں جانتے کہ حلال کی کثرت بھی شانِ تصوف کے خلاف ہے چہ جائیکہ حرام کی۔

بعض وہ ہیں کہ ان کے لیے راہ معرفت کشادہ کر دی گئی مگر وہ وہیں ٹھہر گئے یہ خیال کر کے کہ وُہ واصل ہو چکے ہیں حالانکہ اس راہ کے عجائبات بے شمار ہیں۔ تو جو لوگ ہر عجوبہ کے پاس کھڑے ہو جاتے ہیں ان کا سفر دراز ہو جاتا ہے۔

ایک فرقہ ان سب سے آگے بڑھا کہ اُنھوں نے انوار طریق دعطایائے جزئیہ کی پرواہ نہیں کی نہ ان پر خوش ہوئے بلکہ آگے ہی قدم بڑھاتے رہے حتیٰ کہ وہ قربِ الٰہی تک جا پہنچے تو انھوں نے خیال کیا کہ ہم خدا تک پہنچ گئے حالانکہ انھیں مغالطہ ہُوا کیونکہ اللہ کے نور کے ستر پردے ہیں تو سالک جب کسی پردے تک پہنچ جاتا ہے خیال کرتا ہے کہ وہ پہنچ گیا شاید اللہ نے جو حضرت ابراہیم کا یہ قول نقل کیا ہے وہ اسی کی طرف اشارہ ہو:۔

"جب اُس پر رات چھا گئی تو ایک ستارہ دیکھا، بولا یہی میرا پروردگار ہے" ستارے سے مراد یہ ستارے نہیں ہیں کیونکہ انھیں تو وُہ بچپن سے دیکھتے چلے آتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ یہ معبود نہیں ہیں۔ اوّل تو یہ بہت سارے ہیں ایک نہیں، تو خلیل جیسا انسان کیسے دھوکا کھا سکتا ہے جبکہ کوئی عامی و جاہل بھی انھیں معبود نہ سمجھتا تھا، دراصل ستارے سے مراد ایک نورِ الٰہی ہے جو کہ سب سے پہلا حجاب ہوتا ہے اور سالک کی راہ میں آتا ہے۔ اللہ تک پہنچے بغیر ان حجابوں کے قطع کیے ممکن نہیں۔ یہ نورانی حجاب بقدرِ قرب و بعد بعض چھوٹے کواکب ہیں۔

لہٰذا اوّل نور کے لیے کوکب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ یہ سب سے چھوٹا ہوتا ہے اور سب سے بڑا ستارہ سورج ہے اور چاند درمیانی ہے۔ ابراہیم نے جب ملکوت سماوات کو دیکھا تو وُہ ایک نور سے دُوسرے نور اور ایک حجاب سے دُوسرے حجاب کی طرف منتقل ہوتے رہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

وکذٰلک نری ابراھیم	ہم اسی طرح ابراہیم کو دکھاتے رہے
ملکوت السماوات والارض	ملکوتِ سماء وارض۔

انوارِ الٰہی سے جو نور بھی ظاہر ہُوا وہ اس کی عظمت کی وجہ سے یہ سمجھے کہ وُہ پہنچ چکے ہیں لہٰذا پکار اُٹھے کہ یہی میرا پروردگار ہے مگر نورِ نبوّت و توفیقِ الٰہی سے ان پر منکشف ہوگیا کہ اس کے ماوراء بھی نُور ہے لہٰذا جب بھی اس سے اُوپر کا نُور ظاہر ہُوا تو انھیں نیچے کا نُور کم معلوم ہُوا اور معلوم ہوگیا کہ یہ محدود ہے تو فرمایا "میں غروب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔

Marfat.com

وہ اسی طرح آگے بڑھتے رہے حتیٰ کہ غیر محدود نور تک پہنچ گئے اور محدود سے ان کی طمع منقطع ہو گئی تو فرمایا " میں متوجہ ہوتا ہوں اس ذات کی طرف جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا " سالک ان انوار اور حجابوں تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اپنے نفس کے حجاب سے نہ نکل جائے۔ حجاب نفس بھی ایک امر ربانی ہے بلکہ انوارِ الٰہی سے ایک نور ہے یعنی سرِ قلب و رُوح جس میں حقیقت حق منکشف ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ تمام عالم کا احاطہ کر لیتا ہے اور اس میں صورت کلی متجلی ہوتی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہی لوح محفوظ ہے۔

جب سالک اس مقام تک پہنچتا ہے تو اس کا نور بڑے شان سے چمکتا ہے کیونکہ اس میں سارے وجود کا جیسا کہ وہ ہے ظہور ہو جاتا ہے اوّل امر یہ ایک قندیل کے ذریعہ محجوب ہے جیسا کہ قرآن نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جب یہ نور تجلی کرتا ہے اور جمال قلب نور الٰہی کے بعد منکشف ہوتا ہے تو بسا اوقات صاحب قلب، قلب کی طرف دیکھتا ہے اور ایک مدہوش کن جمال پاتا ہے تو اس دہشت و شک کی حالت میں بسا اوقات اس کی زبان سے انا الحق نکل جاتا ہے۔ اگر توفیق الٰہی دستگیری کرتی ہے اور الطاف الٰہیہ جذب کرتے ہیں تو وہ چل پڑتا ہے اور وہیں ٹھیرا نہیں رہ جاتا تب وہ منازل انوار الٰہیہ کو پہچان جاتا ہے ورنہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہی وہ محل غرور ہے کیونکہ بسا اوقات اس پر تجلی کرنے والا اور متجلی فیہ دونوں ملتبس ہو جاتے ہیں جیسے کہ آئینے کے سامنے کوئی رنگ آجاتا ہے تو منعکس ہو جاتا ہے اور دیکھنے والا یہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہی آئینے کا رنگ ہے یا جیسے بوتل شربت کے رنگ سے ملوّن ہو جاتی ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

" بوتل بھی لطیف تھی اور شراب بھی تو دونوں ایک جیسی ہو گئیں اور امتیاز مشکل ہو گیا تو گویا شراب ہی شراب تھی جام نہ تھا اور گویا جام ہی جام تھا شراب نہ تھی " نصاریٰ نے مسیح کو اسی نظر سے دیکھا انھیں نورِ الٰہی مسیح کے اندر چمکتا نظر آیا لہٰذا دھوکا کھا گئے جیسے کسی شخص کو ستارہ آئینے یا پانی میں دکھائی دے تو وہ سمجھے کہ ستارہ آئینے یا پانی میں ہے اور پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھادے، ظاہر ہے ایسا شخص دھوکے میں ہے۔

اس قسم کے دھوکے اتنے ہیں کہ شمار سے باہر ہیں جو کئی جلدوں میں بھی نہیں سما سکتے شاید اس قدر بیان کا چھوڑ دینا بھی بہتر ہی ہوتا کیونکہ سالک کو دوسروں کی سُنی سُنائی کی ضرورت نہیں ہوتی اور جو شخص اس ذوق سے محروم ہو وہ ان باتوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا بلکہ شاید سے ان باتوں سے نقصان پہنچے کہ وہ گھبرا جائے اس لیے کہ ایسی باتیں سُنتا ہے جنھیں سمجھتا نہیں پھر

Marfat.com

بھی سامع کو تھوڑے بہت فائدے کی توقع کی جاسکتی ہے۔ ممکن ہے اُسے توفیق ہو جائے اور وُہ جان لے کہ معاملہ اُس کے گمان سے بالا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اولیاء اللہ نے جو مکاشفات و حکایات بیان کیے ہیں ان کی تصدیق کرسکے اور گمراہوں کی باتوں کی تکذیب کرسکے۔ عن قریب ظالموں کو پتا چل جائے گا کہ وُہ کس طرح قلابازیاں کھاتے ہیں۔

چوتھی قسم مال داروں کی ہے۔ ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو مسجدیں، سرائیں اور پل بناتے ہیں اور ان پر اپنا نام لکھاتے ہیں تاکہ ان کا نام ہمیشہ رہے اس کے باوجود وہ طالبِ مغفرت ہوتے ہیں حالانکہ یہ دھوکا ہے اس کے دو سبب ہیں، ایک تو یہ کہ مال ظلم، غصب اور لوٹ کا ہوتا ہے جس کا لوٹا دینا اس کام سے بہتر تھا۔

دُوسری وجہ یہ ہے کہ ان کا مقصد ریا اور شہرت ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر ان سے کہا جائے کہ ایک اشرفی ایسے مقام پر خرچ کرو جہاں تمہارا نام نہ لکھا جائے تو وہ ہرگز نہ دیں حالانکہ اللہ تو جانتا ہے خواہ وہ نام لکھوائیں یا نہ لکھوائیں لہٰذا معلوم ہوا کہ ان کا مقصد ریا اور شہرت کے سوا کچھ نہیں۔

ایک اور فرقہ ہے جن کا مال تو حلال ہے اور انھوں نے اُس سے مسجدیں بنائیں اور انھیں خوب آراستہ کیا، یہ بھی دو سبب سے دھوکے میں ہیں۔ ایک تو یہ کہ شاید انھوں نے اپنے بھوکے پڑوسی کو نہ دیا ہو جبکہ وُہ اس کا زیادہ مستحق تھا اور دُوسرے یہ کہ وُہ نمازیوں کو نقوش اور پھول بوٹوں میں اُلجھا کر نماز سے غافل کر دیتا ہے لہٰذا اس کا فریب ظاہر ہے کہ ایک امرِ منکر کو امرِ معروف سمجھا اس پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی روایت دلیل ہے، انھوں نے فرمایا کہ جب رسُولِ خدا نے مسجدِ مدینہ بنانی چاہی تو جبریل آئے اور کہا "سات ہاتھ لمبائی رکھو اور نقش و نگار نہ کرو۔"

خلاصہ یہ کہ جو کوئی کسی مسکین فقیر پر یا ایسے مقامِ خیر پر خرچ کرنا چاہتا ہے تو دیکھے آیا اُس کا نفس اخفاء کو پسند کرتا ہے اگر نہیں پسند کرتا تو شاید ریا یا شہرت چاہتا ہے۔

اگر آپ کہیں کہ جو کچھ آپ نے بیان کیا کہ یہ سارے گروہ دھوکے میں ہیں تو ہم کیسے بچ سکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تمہارا ارادہ درست ہوگا تو حیلوں سے خود خبردار ہو جاؤ گے اوّل تو یہ بات ہے کہ یہ معاملہ ان لوگوں کے لیے آسان ہی ہے جنھیں اللہ توفیق دیتا ہے کیونکہ جو ذات کانوں سے سونا چاندی نکال سکتی ہے، سمندر کی گہرائیوں سے مچھلیاں اُوپر لاسکتی ہے اور پرندوں کو ہوا سے نیچے اتار سکتی ہے، وُہ ایک ایسے کام سے جو ان سے آسان ہے عاجز نہیں

Marfat.com

ہو سکتی :

جب انسان یہ جان لے گا کہ اعمال کو کیا چیزیں تباہ کرتی ہیں اور ریا، جاہ و شہرت کے بارے میں یقین کرلے گا کہ موت ان سب پر پانی پھیر دے گی، نفس اور اس کی ذلت، رب اور اس کی عزت، دُنیا اور آخرت سے واقف ہو جائے گا تو اللہ کے لیے کام کیوں نہ کرے گا اور اس کی آفات سے کیوں نہ بچے گا۔

اگر آپ یہ سوال کریں کہ اس کے بعد بھی کیا کوئی خدشہ ہے؛ تو میں کہوں گا، ہاں شیطان کے مسلط ہو جانے کا خطرہ ہے کہ شیطان اس سے کہے تو بڑا اچھا آدمی ہے ان آفتوں سے بچ گیا اب تو لوگوں کو نصیحت کر اور خلق کو دعوت دے۔ یہ بھی شیطان کا ایک مکر ہے کہ جب انسان دُنیا کی طرف سے جال میں نہیں پھنستا تو دین کی طرف سے آتا ہے۔ ہم وعظ و نصیحت کے شرائط بیان کر چکے ہیں اگر وہ ان پر پورا اُترتا ہے تو کر گزرے انشاء اللہ توفیقِ خداوندی ساتھ دے گی۔

○

اکتیسواں باب

توبہ

اس بیان میں کئی فصلیں ہیں یہ رُبعِ منجیات سے ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ توبہ چند اُمور سے مرکب ہوتی ہے، علم، حال اور فعل، رہا علم وہ معرفتِ ضررِ ذنوب ہے اور ان کا عبد اور ہر محبوب کے درمیان حجاب ہونا ہے جب یہ معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو دل میں ایک حال پیدا ہوتا ہے یعنی محبوب کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا خوف جسے ندامت کہنا چاہیئے۔ جب یہ حال دل پر چھا جاتا ہے تو توبہ کا ارادہ پیدا ہوتا ہے اور تلافی مافات کا جذبہ جنم لیتا ہے۔ لہٰذا توبہ فی الحال گناہ کے چھوڑنے، آئندہ نہ کرنے کے عزم اور تلافی مافات کا نام ہے۔ رسُول اللہ نے فرمایا ہے، "ندامت توبہ ہے"۔ ندامت، علم کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔

وجوبِ توبہ

عقل اس کے فضل پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ آیات واحادیث وجوبِ توبہ پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے مومنو! اللہ سے توبہ کرو شاید فلاح پا جاؤ" نیز فرمایا: "اے ایمان والو! خلوص سے توبہ کرو" فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

نبی علیہ السّلام نے فرمایا ہے: "توبہ کرنے والا اللہ کا حبیب ہے اور توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ اُس نے کچھ کیا ہی نہیں۔" نیز فرمایا: "اللہ توبہ کرنے والے سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے وہ شخص خوش ہوتا ہے جس کا کھانا پینا ایک اونٹنی پر رکھا ہوا اور وہ ایسے جنگل میں ہو جہاں نہ پانی ہو نہ دانا سو کر اُٹھا تو دیکھا اونٹنی ندارد ہر طرف پھرا پتا نہ چلا جب بھوک پیاس سے مرنے لگا تو سوچا وہیں جا کر سو رہوں جہاں پہلے سویا تھا حتیٰ کہ مر جاؤں مگر جب آنکھ کھلی تو اپنی اونٹنی مع ساز و سامان کے پائی۔

آئمہ کا وجوبِ توبہ کے بارے میں اجماع ہے۔ اگر تم یہ سوال کرو کہ توبہ واجب کیسے ہو سکتی ہے جبکہ وہ ندامت کا ثمرہ ہے جو دل میں ہوتی ہے، اور اس پر کسی کا اختیار نہیں ہے، میں جواب دوں گا کہ اس کا سبب تو اختیار میں ہے یعنی اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا اسی لیے ہم نے کہا ہے کہ علم واجب ہے کیونکہ وہ توبہ میں داخل ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ بندہ اُسے پیدا کرتا ہے بلکہ علم، ندامت، عمل، ارادہ اور قدرت' اللہ کی طرف سے ہے کیونکہ اللہ ہی نے تمھیں پیدا کیا اور تمھارے اعمال کو بھی' یہ بات صاحبِ بصیرت لوگوں کے نزدیک حق ہے۔ اس کے ماسوا گمراہی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کیا بندے کو فعل و ترک کا اختیار نہیں ہے؛ تو میں کہوں گا ہے۔ مگر یہ بات ہمارے اس قول کے مناقض نہیں ہے کہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے، کیونکہ اختیار بھی مخلوقِ الٰہی ہے اور بندہ اپنے اختیار میں مجبور ہے۔ دیکھو جب اللہ نے تن درست ہاتھ پیدا کیا۔ لذیذ کھانا پیدا اور معدے میں شہوتِ طعام پیدا کی، قلب میں یہ علم پیدا کیا کہ یہ کھانا مسکنِ شہوت ہے، پھر مختلف قسم کے متعارض خیالات پیدا کیے کہ یہ کھانا گو مسکنِ خواہش ہے مگر آیا اُس میں مضرت ہے اور آیا کوئی بات اس کے تناول سے مانع ہے یا نہیں پھر یہ بھی علم پیدا کیا کہ اس کے کھانے میں کوئی مانع نہیں ہے تو ان اسباب کے اجتماع سے ارادۂ تناول کو تقویت پہنچ جاتی

ہے۔ یہ امور سنتِ الٰہی میں مرتب ہیں۔

ایک اور مثال ملاحظہ ہو دیکھو اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کی حرکت منظم کتابت کے ساتھ پیدا نہیں کی جب تک کہ اس میں صفتِ قدرت پیدا نہ کر دی جب تک حیات پیدا نہ کر دی اور جب تک کہ ارادے کو پیدا نہیں کر دیا پھر عزم بالجزم اس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ نفس میں خواہش کتابت پیدا ہو جائے اور یہ خواہش بغیر علم کے پیدا نہیں ہو سکتی کہ آیا یہ فی الحال یا انجام کار مفید ہے۔

علم کی تخلیق بھی بغیر دوسرے اسباب کے نہیں ہوتی یعنی قدرت، ارادہ اور علم ہوں تب کسی خاص علم کی تخلیق ہوتی ہے علم اور میلانِ طبعی ہمیشہ عزم بالجزم کو لاتے ہیں اور عزم و قدرت ہمیشہ حرکت کو لاتے ہیں، ہر عمل میں یہی ترتیب ہے اور سب کچھ اللہ ہی کی مخلوق ہے مگر بعض بعض کے لیے شرط ہیں یہی سنتِ الٰہی ہے جو بندوں میں اور قضا و قدر میں جاری ساری رہی، یہ ترتیب کبھی نہیں بدلتی اسی کی طرف اللہ نے اشارہ کیا ہے کہ فرمایا "ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے سے پیدا کیا ہے"

منجملہ امورِ قضا و قدر کے دستِ کاتب میں حرکت کی تخلیق ہے مگر یہ قدرت، قصد علم اور ارادے کے بعد تخلیق پائی۔

جب یہ چاروں امور کسی بندے کے جسم میں جمع ہو جاتے ہیں تو عالمانِ قضا و قدر کہتے ہیں لکھ اور آواز آتی ہے: "تم نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ تعالےٰ نے پھینکا" "ان کے ساتھ قتال کرو اللہ تعالےٰ تمھارے ہاتھوں سے انھیں عذاب دے گا"

یہ حال دیکھ کر علماء حیران رہ گئے بعض نے کہا جبرِ محض ہے، بعض نے کہا انسان خود اپنے افعال کا موجد ہے اور بعض نے درمیانی راہ اختیار کی اور کہہ دیا کہ بندے کو کسب کا اختیار رہے۔ اگر ان لوگوں کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جائیں اور یہ عالمِ غیب و ملکوت کی طرف دیکھ سکیں تو انھیں معلوم ہو جائے کہ من وجہ ہر ایک سچا ہے مگر کمی ہر مسلک میں ہے یہ بات اشراق نور ہی سے واضح ہو سکتی ہے جسے بھی اللہ توفیق دے دے۔

جو شخص بھی سلسلۂ اسباب و مسببات کو حرکت دے گا، ان کے تسلسل کی کیفیت کو دیکھے گا اور مسبب الاسباب کے ساتھ ان کے تعلق کو جانے گا اس کے لیے سرِ قدر کھل جائے گا اور یقینی طور پر جان لے گا کہ سوائے خدا کے کوئی خالق نہیں ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ تم کہتے ہو کہ جبر و قدر و کسب کے قائل سب کے سب من وجہ سچے ہیں مگر

من وجہ ناقص ہیں تو یہ کیسے ؟ میں جواب دوں گا کہ ہاں یہی بات ہے ۔ میں ایک مثال سے اسے واضح کیے دیتا ہوں ، اندھوں کی ایک جماعت نے سُنا کہ ان کے شہر میں ایک عجیب جانور لایا گیا ہے ، جسے ہاتھی کہتے ہیں ، اس سے پہلے نہ انھوں یہ نام سُنا تھا نہ اُسے دیکھا تھا تو انھوں نے کہا ہم ضرور اسے چھو کر دیکھیں گے چنانچہ انھوں نے اسے چھو کر دیکھا ۔ کسی کا ہاتھ پاؤں پر ، کسی کا دانت پر اور کسی کا کان پر پڑا جب لوٹے باقی اندھوں نے دریافت کیا تو جس نے ہاتھ پاؤں پر پڑا تھا کہنے لگا کھر درا ستون جیسا ہوتا ہے مگر اس سے نرم ، جس کا ہاتھ دانت پر پڑا تھا بولا نہیں ، بہت سخت ہوتا ہے نرم تو قطعاً نہیں ہوتا اور چکنا ہوتا ہے بالکل کھر دا نہیں ہوتا ستون جیسا نہیں عمود جیسا ہوتا ہے ۔ جس نے کان چھوا تھا بولا وہ تو چادر جیسا ہوتا ہے ، دیکھو ہر شخص نے سچ کہا کیونکہ جہاں تک اس کی پہنچ ہوئی تھی اس نے بتا دیا مگر اس معاملہ میں ہر ایک نے غلطی کی کہ یہ سمجھ بیٹھا کہ اس کی رسائی کل تک ہو گئی ہے ۔ اس واقعہ سے عبرت حاصل کرو کیونکہ علماء کے اکثر اختلافات کا یہی حال ہے ۔

اَب ہم اپنے مقصود کی طرف لوٹتے ہیں ۔ ہم پیچھے وجوب توبہ کا مع اس کے تین اجزاء کے ذکر کر چکے ہیں ۔ اَب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ توبہ کرنا فی الفور واجب ہے کیونکہ معاصی کا ترک ہمیشہ اور ہر وقت فرض ہے ، اسی طرح طاعت الٰہی بھی علی الدوام فرض ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : " وتوبوا الی اللہ جمیعا ، سب اللہ سے توبہ کرو ۔ " اس آیت سے تمھیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ توبہ علی العموم تمام انسانوں پر فرض ہے ، اس لیے کہ گناہ سے کوئی بھی شخص خالی نہیں ہے یا اعضاء سے گناہ کرتا ہے یا خواطرِ قلبی سے ، ورنہ کم از کم اللہ سے غافل تو رہتا ہی ہے ۔ اس غفلت سے بھی توبہ کرنا شانِ انبیاءُ صدیقین ہے اور ان لوگوں کی شان ہے جو مجرد وجود بلا فائدہ کو گوارہ نہیں کرتے ۔

رہے وہ اولیا ، جن کے سینوں کو اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے اور ان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے ، وُہ جانتے ہیں کہ ان کا ہر سانس ایک نفیس جوہر ہے جس کی کوئی قیمت نہیں کہ اگر دنیا و مافیہا کو ایک سانس کے مقابلہ رکھا جائے تو اس کی قیمت کو نہیں پہنچ سکتے لہٰذا وہ اپنے وقت کی حفاظت کرتے ہیں اور دُوسرے لوگ غفلت میں ہاتھ ٹوئیاں مارتے ہیں حتیٰ کہ جب موت آن دباتی ہے تو کہتے ہیں " اے ربّ ! مجھے تھوڑی سی مہلت دے دے تاکہ میں صادق العمل بن سکوں اور صالحین سے ہو جاؤں ۔ " حالانکہ جب وقت آن پہنچتا ہے تو اللہ کسی کی موت کو موخر نہیں کرتے مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ جب پردہ اُٹھ جاتا ہے تو انسان ملک الموت سے کہتا ہے اے ملک الموت ! ایک دن کی مہلت دے دے تاکہ اپنے رب سے معذرت کر کے توبہ کر سکوں اور اعمال کو توشہ بنا سکوں ، ملک الموت کہتا ہے تو نے سب دن ختم کر دیئے اب کوئی دن تیرے لیے نہیں ہے تو وہ

کہتا ہے اچھا ایک گھڑی ہی کی مہلت دے دے، وہ کہتا ہے گھڑیاں بھی تمام ہو چکیں اب کوئی گھڑی نہیں ہے پھر توبہ کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے تو اس کی رُوح گلے میں غرغراتی ہے، سانس پسلیوں میں پھنس جاتا ہے، تدارک نہ ہو سکنے کی وجہ سے نا اُمیدی کے گھونٹ پیتا ہے اور عمر کے ضائع کرنے پر ندامت کی حسرت سے مضطرب ہو جاتا ہے۔ خدا بچائے اس کے ایمان کی جڑ ان صدمات میں پھنس جاتی ہے۔ جب رُوح نکلتی ہے اگر خدا کے ہاں اس کی کوئی نیکی ہے تو آسانی سے توحید پر جان نکلتی ہے اسے حسن خاتمہ کہتے ہیں اور اگر قضائے الٰہی اس کے لیے بدبختی کا فیصلہ کر چکی ہے تو رُوح شک و اضطراب کی حالت میں نکلتی ہے اسے سوئے خاتمہ بولتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "توبہ ان لوگوں کے لیے نہیں ہے جو برائیاں کرتے ہیں حتیٰ کہ جب موت آجاتی ہے تو کہتا ہے اب میں نے اللہ سے توبہ کر لی ہے" ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ نے فرمایا ہے "توبہ اللہ کے ہاں ان لوگوں کے لیے ہے جو نادانی سے بُرائی کر بیٹھتے ہیں پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں" اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ بُرائی کے بعد بھلائی کرتے ہیں تاکہ بھلائی بُرائی کو مٹا دے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

توبہ کب قبول ہوتی ہے؟

تم یہ جان چکے ہوں گے کہ جس توبہ کے شرائط پورے ہو جاتے ہیں وہ قبول ہوتی ہے جن لوگوں نے نورِ بصیرت سے قرآن میں غور کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ عند اللہ قلبِ سلیم مقبول ہے اور اس امر کی صلاحیت رکھتا ہے کہ وہ اپنی باقی رہنے والی آنکھوں سے اللہ کے چہرے کو دیکھ سکے۔ انھیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ فطری طور پر ہر قلب سلیم پیدا ہوتا ہے، مگر اس کی سلامتی گناہوں کی تاریکی سے جاتی رہتی ہے، وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ندامت کی آگ اس تاریکی کو دُور کر دیتی ہے اور نیکی کا نور، دل کے چہرے سے بُرائی کی تاریکی کو مٹا دیتا ہے اور یہ کہ ظلمتِ معاصی کی نورِ حسنات کے سامنے نہیں چلتی جس طرح کہ رات کی تاریکی نورِ نہار کے ساتھ باقی نہیں رہتی یا جیسے میل کی کدورت، صابون کی سپیدی کے سامنے نہیں ٹھہرتی، اسی طرح گناہ نورِ توبہ و استغفار و ندامت کے سامنے نہیں ٹھہرتے مگر یہ کہ پناہ بخدا گناہ اپنی کثرت و دوام سے قلب کو برباد کر چکے ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں فرمایا ہے "ہرگز نہیں بلکہ ان کے کاموں نے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے" یا جیسے کہ اللہ فرماتا ہے، "بلکہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے" یہ بات کفار و منافقین کے حق میں ہے، رہے مسلمان مسلمان سو ان کے لیے ایسا نہیں ہے، رسول اللہ نے فرمایا ہے، "اگر تم اتنے گناہ کرو کہ آسمان تک بھر جائیں پھر نادم ہو کر توبہ کر لو تو اللہ تمہاری توبہ کو قبول کرے گا"

Marfat.com

کن چیزوں سے توبہ کرنی چاہیئے

توبہ ہر گناہ سے ضروری ہے ۔ تم پیچھے صفات مذمومہ کا ذکر اور جو اعمال اُن سے پیدا ہوتے ہیں پڑھ چکے ہو ، توبہ ہر صغیرہ و کبیرہ سے ضروری ہے ۔ کہتے ہیں اگر کسی صغیرہ پر مداومت کی جائے تو وہ صغیرہ نہیں رہتا اور اگر کسی کبیرہ پر استغفار کیا جائے تو وہ کبیرہ نہیں رہتا ۔ البتہ اگر کسی شخص کے حق کے بارے میں توبہ کی جائے تو وہ قبول نہیں ہوتی جب تک کہ فیصلہ اُسی کے سپرد نہ کیا جائے جیسے قصاص نظالم مختلف قسم کے تاوان اور حدِ قذف ۔

جو شخص توبہ کرنا چاہتا ہے یا توبہ کرنا چاہتا تھا لیکن نہیں کر سکا تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ گنہگاروں کے بارے میں جو آیات و احادیث آتی ہیں ان سے دل کو ڈرائے اور بتائے کہ فسق و فجور پر جو لوگ مرے ان کا کیا انجام ہُوا یا جو لوگ توبہ کے بارے میں ٹال مٹول کرتے رہے انھیں کیا سزا ملی ۔ دل کو سمجھائے کہ ہو سکتا ہے اسی دُنیا میں سزا مل جائے تاکہ اگر دل عاقبت کی عقوبت سے اندھا ہو تو دُنیا کی رُسوائی سے ڈر جائے ۔

○

بتیسواں باب

صبر و شکر

ایمان کے دو ٹکڑے ہیں ، نصف صبر اور نصف شکر جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے ۔ صبر کی تعریف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "جب انھوں نے صبر کیا تو ہم نے انھیں آئمہ ہدایت بنادیا" نیز فرمایا ، "صبر کی بنا پر بنو اسرائیل پر تمھارے رب کا کلمۂ حسنیٰ پورا ہو گیا" ۔ نیز فرماتے ہیں "البتہ ہم ان لوگوں کو جزا دیں گے جنھوں نے صبر کیا" ۔ رسول اللہ سے ایمان کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا ، "صبر و نرم خلق" ۔ آپ کا فرمان ہے ، "صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے" ۔

Marfat.com

حقیقتِ صبر

صبر، علم، حال اور عمل سے مرکب ہے۔ علم درخت کی مانند ہے، حال شاخیں اور عمل پھل اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ مصلحتِ دینی صبر میں ہے تو اس سے قوت اور داعیۂ صبر پیدا ہو جاتا ہے۔ صبر یا کسی عبادت کے بارے میں ہوتا ہے یا شہوت کے بارے میں بہر حال وہ صبر کی ایک نہ ایک قسم ہوتی ہے۔ مباح چیزوں کے بارے میں بھی حدِ اعتدال سے نہیں گزرنا چاہیئے۔

عبادت پر صبر کرنے کا یہ طریقہ ہے، سوچے کہ چند دن صبر کرے گا تو ابدالآباد تک سعادت پائے گا۔ عبادت کے اظہار اور ریا سے بھی صبر کرے۔ سب سے بڑا صبر شہوتوں سے رکنا ہے جیسا کہ پہلے بیان گزرا۔

جن باتوں پر صبر ضروری ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص قول یا فعل سے کسی قسم کی جنایت کرے تو اس پر صبر کرے۔ بعض صحابہ کہتے ہیں "ہم کسی شخص کو اس وقت تک ایماندار نہ سمجھتے تھے جب تک کہ وہ ایذا پر صبر نہ کرتا" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "البتہ ہم صبر کریں گے تمہاری ایذا رسانی پر اور اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں" صبر کبھی نفسِ فعل پر ہوتا ہے، کبھی اس کے برداشت کرنے پر اور کبھی بدلہ پر اور اسی سے تکمیلِ ایمان ہوتی ہے۔

صبر کی دوسری قسم وہ ہے جو بغیر ہمارے اختیار کے مصیبتیں آن پڑتی ہیں ان پر کیا جاتا ہے جیسے، بیماریاں، بصارت کا زوال، فسادِ اعضاء اور موتِ اعزاء۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے، قرآن میں صبر کی تین صورتیں ہیں، اللہ کے لیے ادائے فرائض پر صبر، اس کے تین سو درجے ہیں۔ محارمِ الٰہی پر صبر اس کے چھ سو درجے ہیں اور صدمۂ اولیٰ پر صبر، اس کے نو سو درجے ہیں۔ کہتے ہیں صبرِ جمیل یہ ہے کہ مبتلائے مصیبت کے بارے میں کسی کو کچھ پتا ہی نہ چلے۔ مگر یہ بات ریاضتِ طویل و مدتِ مدید کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

شکر کی فضیلت کے لیے یہ کافی ہے کہ اللہ نے اس کا ذکر اپنے ذکر کے ساتھ کیا ہے، حالانکہ یہ بھی فرمایا ہے "کہ ذکرِ الٰہی سب سے بڑا ہے"۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "مجھے یاد کرو میں تمھیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو ناشکری نہ کرو۔" نیز فرمایا، "عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔" فرماتے ہیں میرے بندوں میں سے بہت کم شکر گزار ہیں۔

احادیث میں ہے، "شکر گزار کھانے والا، صائمِ صابر جیسا ہے۔" شکر یہ ہے کہ اللہ کے

سوا کسی کو منعم نہ جانے ۔ پھر جب تمہیں نعمت الٰہی کی تفصیل معلوم ہو جائے گی کہ اس نے اعضاء، جسم اور روح میں کیا کیا نعمتیں رکھی ہیں تو دل میں اللہ کی طرف سے ایک قسم کا انبساط پیدا ہوگا اور اس کی نعمت وفضل پر خوشی ہوگی پھر عمل کرنے کو جی چاہے گا۔

شکر: دل، زبان اور تمام اعضاء سے ادا کیا جا سکتا ہے، دل کے ساتھ شکر کرنے کی یہ صورت ہے کہ ساری مخلوق کے لیے بھلائی کا خیال رکھے اور ذکر الٰہی میں بھی اس بات کا خیال رکھے ۔ زبان سے شکر کی یہ صورت ہے کہ از قسم حمد کلمات ادا کرے اور اعضاء کے ساتھ شکر اس طرح ہوتا ہے کہ الٰہی نعمتوں کو اس کی طاعت میں صرف کرے اور اس کی نعمت کی مدد سے معصیت سے بچے۔

آنکھ کا شکر یہ ہے کہ جس کسی مسلمان کو کوئی عیب کرتے دیکھو تو اس پر پردہ ڈال دو اور بُرائی کی طرف نہ دیکھو، کانوں کا شکر یہ ہے کہ جو بری بات سنو اُسے چھپا لو اور وہی باتیں سُنو جن کا سننا تمہارے لیے جائز ہے ۔

رسول خدا نے ایک شخص سے دریافت فرمایا، صبح کیسی ہوئی؟ بولا خیریت سے ۔ پھر سوال کیا تو اُس نے وہی جواب دیا حتیٰ کہ تیسری بار میں کہا، خیریت سے گزری میں خدا کی تعریف کرتا ہوں اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں تو رسول اللہ نے فرمایا، میں یہی تو کہلوانا چاہتا تھا ۔

جس کسی سے بھی کوئی سوال کیا جاتا ہے تو اس کی دو ہی حالتیں ہوتی ہیں یا شکر کرے تو اللہ کا فرمانبردار ہو یا شکوہ کرے تو اس کا گنہگار ہو۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ شکر کا کیا مطلب ہے ۔ جبکہ شکر کی توفیق بھی ایک نعمتِ الٰہی ہے؟ تو میں کہوں گا یہ سوال داؤد و موسیٰ کو کھٹکا تھا، موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا پروردگار میں کیسے تیرا شکر ادا کر سکتا ہوں جب کہ میں ہر شکر کا شکر ادا نہیں کر سکتا؟ تو اللہ نے وحی بھیجی، اگر یہ بات تجھے کھٹکی ہے تو تو نے میرا شکر ادا کر دیا ۔ ایک دُوسری حدیث میں ہے جب تو یہ پہچان گیا کہ ساری نعمتیں میری ہی طرف سے ہیں تو میں تیرے شکر سے راضی ہو گیا ۔

اگر آپ کہیں یہ جواب میری سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ علم ایک تیسری نعمت ہے تو میں کہوں گا یہ بابِ توحید کی ایک شاخ ہے کہ شاکر و مشکور، محب و محبوب سب ایک ہے اور اللہ کے سوا کسی کا وجود نہیں ہے ۔ ہر شے اس کے علاوہ ہلاک ہونے والی ہے، یہ بات ازلی و ابدی صداقت ہے اس لیے کہ وجود میں سوائے اللہ کے کوئی چیز نہیں ہے جو قائم بالذات ہو ۔ قائم بالذات وہی ہے اور اس کے ماسوا اُسی سے قائم ہیں ۔ وہی حی وقیوم ہے لہٰذا وجود میں سوائے حی وقیوم،

Marfat.com

کے کچھ بھی نہیں ہے اس لیے وہی شاکر وہی مشکور وہی محب اور وہی محبوب ہے

حبیب بن ابی حبیب کی نگاہ اسی طرف گئی کہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ قول پڑھا "ہم نے اسے صابر پایا، وُہ اچھا بندہ ہے بے شک وہ رجوع لانے والا ہے" تو کہا "واہ دیا بھی اور ثنا بھی کی" مطلب یہ کہ جب اپنی عطا پر اس نے ثنا کی تو خود اپنی ثنا کی تو وہی ثناخواں ہے اور وہی ممدوح۔

اسی طرف شیخ ابوسعید مہنی کی نظر گئی کہ جب ان کے سامنے یحبهم ویحبونه (وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں) کی تلاوت کی گئی تو فرمایا، قسم میری عمر کی وہ ان سے محبت کرتا ہے، اسے محبت کرنے دو، وہ محبت میں سچا ہے کیونکہ اپنے ہی آپ سے محبت کرتا ہے۔ اس سے انھوں نے اس جانب اشارہ کیا ہے کہ وہی محب ہے اور وہی محبوب یہ ایک بڑا بھاری مرتبہ ہے جو تمھاری سمجھ میں نہیں آسکتا البتہ تمھاری عقل کے مطابق ایک مثال سے سمجھاتے ہیں، دیکھو تمھیں معلوم ہے کہ مصنف جب اپنی تصنیف سے محبت کرتا ہے تو گویا اپنے آپ سے محبت کرتا ہے، اسی طرح جب صانع اپنی صنعت سے محبت کرتا ہے تو خود سے محبت کرتا ہے، باپ جب اپنے بیٹے سے محبت کرتا ہے تو اپنے ہی نفس سے محبت کرتا ہے۔ عالم وجود میں جو کچھ بھی ہے تصنیف الٰہی ہے تو اگر وُہ اس سے محبت کرتا ہے تو اپنے آپ ہی سے محبت کرتا ہے نگاہ توحید ایسا ہی دیکھتی ہے، اسی کی طرف صوفیہ نے اس قول میں اشارہ کیا ہے جب میں اپنے نفس سے فنا ہوگیا اور غیر اللہ سے بھی تو سوائے اللہ کے کچھ نظر نہ آیا"

لوگ ان باتوں کو نہیں سمجھتے تو مذاق اڑاتے ہیں کہتے ہیں کیسے فنا ہوگیا درآنحالیکہ اس کے سائے کی لمبائی اسی قدر ہے اور دن رات میں سیروں کھانا کھاجاتا ہے لوگ اپنی جہالت کی بنا پر ہنستے ہیں، عارف وہی ہے جس پر جاہل ہنسیں۔ اسی کی طرف اللہ نے اشارہ کیا ہے "مجرم لوگ مومنوں پر ہنستے ہیں" پھر فرماتے ہیں "آج کے دن مومن کفار پر ہنسیں گے"

اب ہم اصل مبحث کی طرف لوٹتے ہیں شکر، نعمت کے ایسے استعمال کو کہتے ہیں جس کے لیے وُہ پیدا کی گئی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ کسی بادشاہ نے اپنے غلام کے پاس ایک گھوڑا تمام ساز و سامان کے ساتھ سواری کے لیے بھیجا تاکہ وُہ حاضر بارگاہ ہو اگر وہ اس گھوڑے کو جس کام کے لیے بھیجا گیا ہے استعمال کرتا ہے تو یہ نعمت کا برمحل استعمال ہے اور اگر سوار ہوکر بادشاہ سے دور بھاگ گیا تو یہ کفرانِ نعمت ہے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

تینتسواں باب

اُمّید و بیم

معلوم ہونا چاہیے کہ اُمید سالکوں کے مقامات اور طالبوں کے احوال سے ہے جب تک کوئی وصف کبھی آتا اور کبھی جاتا ہے حال ہے اور اگر راسخ ہو جاتا ہے مقام ہے اگر ہونے والی بات ایسی ہو کہ اس سے دل کو خوشی پہنچے تو یہ اُمید ہے اور اگر غم پہنچے تو خوف ہے اُمید انتظارِ محبوب و مطلوب میں نشاطِ قلبی کا نام ہے، مگر اس کا کوئی سبب ہونا چاہیئے اگر اکثر اسباب موجود ہیں تو یہ اُمید ہے اور اگر انقطاعِ اسباب کے باوجود انتظارِ مطلوب ہے تو یہ دھوکا ہے اور اگر دونوں جانبیں برابر ہیں تو یہ تمنا ہے۔

اربابِ قلوب جانتے ہیں کہ دُنیا آخرت کی کھیتی ہے، دل زمین کی مانند ہے اور ایمان تخم اور عبادتیں پانی اور کھاد وغیرہ کی طرح ہیں۔ وہ دل جو دُنیا میں ڈوبا ہُوا ہے سنگلاخ زمین کی طرح ہے جس میں تخم اگتا نہیں قیامت کا دن کھیتی کاٹنے کا دن ہے، جو بوئے گا وہی کاٹے گا، کوئی کھیتی بغیر ایمان کے تخم کے نہیں اُگ سکتی۔ ایمان بہت کم خباثتِ قلبی اور سوئے اخلاق کے ہوتے اُگتا ہے جس طرح سنگلاخ زمین میں بیج نہیں اُگتا۔

جس شخص کے لیے سارے اسباب جمع ہو جائیں مثلاً عمدہ زمین، پانی، کھاد وغیرہ پھر وُہ زمین کو برباد کرنے والی چیزوں سے پاک کر کے عمدہ بیج ڈال دے اور کھیتی کاٹنے کا انتظار کرے اس اُمید پر کہ اللہ بجلیوں اور آفاتِ مفسدہ سے اُسے بچائے رکھے گا تو یہ اُمید کوئی وجہ رکھتی ہے۔ لیکن جو سنگلاخ زمین میں تخم ریزی کرتا ہے جہاں پانی بھی میسر نہیں تو اس کی اُمید دھوکا ہے اور اگر تخم ریزی اچھی زمین میں کی لیکن پانی نہ دیا اور بارش کے بھروسہ بار آور ہونے کا انتظار کرتا رہا تو یہ تمنا ہے۔

ان مثالوں سے ظاہر ہو گیا ہوگا کہ جس شخص نے قلب میں ایمان بویا، طاعت کے پانی سے اسے سیراب کیا اور دل کو خباثتوں سے پاکیزہ کیا جس طرح کہ زمین کو کانٹوں اور گھاس سے صاف کیا جاتا ہے تو

Marfat.com

اُسے اُمید کہنا جائز ہے اور اس کے بغیر تمنا اور دھوکا ہے۔ اسی کی طرف رسُول اللہ نے اشارہ کیا ہے، "عقل مند وُہ ہے جس نے اپنے نفس کو زیر کیا اور مابعد الموت کے لیے عمل کیا اور احمق وُہ ہے جس نے خواہشات کا اتباع کیا اور اللہ سے آرزوئیں وابستہ کرلیں" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "ان کے بعد ایسے لوگ آئے جو کتاب کے وارث ہوئے مگر دُنیائے دنی کے سامان کے پیچھے پڑ گئے اور کہتے ہیں کہ ہمیں بخش دیا جائے گا۔ اللہ نے بتا دیا کہ ایسی اُمید بے اصل ہے کیونکہ اس سے پہلے وہ کچھ نہیں کیا گیا جو کیا جانا چاہیئے تھا۔ زید الخیل کی روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ انھوں نے رسُول اللہ سے کہا، میں آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہُوا ہُوں کہ یہ جانوں اس امر کی کیا علامت ہے کہ اللہ کن لوگوں کو چاہتا ہے اور کن لوگوں کو نہیں چاہتا؟ آپ نے دریافت فرمایا آج تم نے کس حالت میں صبح کی؟ عرض کی میں نے بھلائی اور اہلِ خیر پر نظر رکھی اور جب بھی کسی بھلائی پر قادر ہُوا اُس کی طرف سبقت کی اور اس کے ثواب پر یقین رکھا۔ اگر میں اسے حاصل نہ کرسکا تو غم کیا اور اس کی طرف اشتیاق کیا۔ آپ نے فرمایا یہ علامت ان لوگوں میں پائی جاتی ہے جنھیں اللہ چاہتا ہے اور اگر وُہ دوسری بات چاہتا تو اس کی تجھ میں استعداد پیدا کر دیتا پھر پرواہ بھی نہ کرتا کہ تو کس وادی میں ہلاک ہوا۔ اس حدیث میں آپ نے ان لوگوں کی نشانی بتا دی جن کے ساتھ اللہ نے خیر کا ارادہ کیا اور وُہ اس سے اُمید رکھ سکتے ہیں۔

اُمید کی فضیلت

اُمید پر عمل کرنا خوف پر عمل کرنے سے بہتر ہے کیونکہ بندوں میں جو اللہ سے زیادہ قریب ہیں وُہ اُسے زیادہ محبُوب ہیں اور محبّت اُمید پیدا کرتی ہے۔ بھلائی کی اُمید قریب کرتی ہے اور محبُوب بناتی ہے اور خوف فرار کا سبب ہوتا ہے۔ اسی کی طرف رسُول اللہ نے اشارہ فرمایا ہے، "تم میں سے جب بھی کوئی مرے تو اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھے"۔

آپ ایک شخص کے پاس حالتِ نزع میں پہنچے تو سوال کیا "تو اپنے آپ کو کیسا پاتا ہے؟ کہنے لگا گناہوں سے ڈر رہا ہوں اور رحمتِ رب کی اُمید کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا ایسے وقت جس انسان کے دل میں یہ دونوں جمع ہوں تو اللہ اسے اس کی اُمید دیتا ہے اور خوف سے مامون کر دیتا ہے"۔

علاج

جو شخص پر یاس کا غلبہ ہو جائے حتیٰ کہ وہ بالکل ہی نااُمید ہو جائے یا خوف کا غلبہ ہو جائے تاآنکہ وہ اپنے اور اپنے خاندان کے واسطے باعثِ ضرر

Marfat.com

بن جائے تو یہ دونوں باتیں علاج طلب ہیں اور اگر کسی پر اُمید کا غلبہ ہوجائے تو اس کے حق میں اسبابِ رجا سمِ قاتل ہیں گویا یہ شہد ہیں کہ اگر غلبۂ برودت والے کو دے دیا جائے تو وُہ شفا پا جائے اور اگر غلبۂ حرارت والے کو دے دیا جائے تو وُہ ہلاک ہوجائے۔ جس شخص پر تمناؤں اور آرزوؤں کا غلبہ ہوجاتا ہے وُہ خُوب خُوب گناہ کرتا ہے۔ اسکے علاج خوف سے کیا جائے اور جس پر خوف غالب ہو اس کا علاج اُمید سے کیا جائے۔ ہر ایک کا اس کی حالت کے مطابق علاج کیا جائے گا۔ حضرت علی نے فرمایا ہے "عالم وہ ہے جو اللہ کی رحمت سے لوگوں کو مایوس نہ کرے اور انھیں خدا کی گرفت سے بے خوف نہ کرے۔"

چونکہ انبیاء کے وارث علماء ہیں لہٰذا وُہ طبیبِ قلوب ہیں، ہر مریض کا مناسب علاج کرتے ہیں۔ اُمید کے لیے نافع دوا یہ ہے کہ انسان اس بات پر غور کرے کہ اللہ نے اُسے کیا کیا نعمتیں عطا کی ہیں، صحتِ جسمانی اور سلامتیِ اعضاء دی پھر ہدایت کے لیے انبیاء بھیجے، اصلاح کے لیے طرح طرح کی غذائیں، مشروبات اور دوائیں پیدا کیں۔ اسبابِ رجاء کی تقویت کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ قول کافی ہے:۔

"اے میرے بندو! جنھوں نے اپنے نفوس پر زیادتی کی ہے میری رحمت سے نااُمید نہ ہو بے شک اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔" نیز فرمایا "فرشتے پروردگار کی حمد کرتے ہیں اور اہلِ زمین کے لیے استغفار کرتے ہیں۔" فرماتے ہیں "ان کے اُوپر اور نیچے آگ کے سائے ہیں، ان سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔" اس آیت میں صاف کہہ دیا ہے کہ اللہ مومنوں کو آگ سے ڈراتا ہے مگر وُہ کافروں کے لیے ہے کیونکہ انھیں کے لیے پیدا کی گئی ہے۔"

حضرت ابوموسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ رسُول اللہ نے فرمایا "میری اُمت اُمتِ مرحومہ ہے، اسے آخرت میں عذاب نہیں دیا جائے گا۔" اس بارے میں آیات واحادیث بہت سی وارد ہوئی ہیں۔

ایک طویل حدیث میں حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک بدّو نے رسولِ خدا سے دریافت کیا، یارسول اللہ! قیامت کے دن مخلوق کا حساب کون لے گا؟ فرمایا، اللہ! اس نے دریافت کیا کیا وہ خود لے گا؟ کہا، ہاں! تو بدّو مسکرا دیا، رسُول اللہ نے دریافت فرمایا اے بدّو! تو کیوں ہنسا؟ وُہ بولا، جب کوئی کریم قادر ہوتا ہے تو معاف کرتا ہے اور حساب لیتا ہے تو چشم پوشی کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا بدّو نے سچ کہا، سُنو اللہ سے بڑھ کر کوئی کریم نہیں

Marfat.com

وہ اکرم الاکرمین ہے۔ پھر فرمایا، یہ بدؔو وفقیہ ہے۔ رسُول اللہ نے کہا کہ اللہ نے فرمایا ہے، "میری رحمت میرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے۔

خوف

خوف و رجا دو مہار کی مانند ہیں جو ان لوگوں کے دلوں کے لیے ہیں جن کے دل کے لیے جمالِ الٰہی ظاہر نہیں ہوا مگر جس نے اپنے قلب سے اس کے جمال کو دیکھ لیا ہے وُہ خوف و رجا سے بلند ہو جاتا ہے۔ واسطی نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، "خوف اللہ اور عبد کے درمیان حجاب ہے۔" "جب حق کا طباع پر ظہور ہوتا ہے تو خوف و رجا کی بنا پر وہ کسی بھی فضیلت کو اختیار نہیں کرتیں۔"

خلاصہ یہ ہے کہ جب محب جمالِ محبوب تک پہنچ جاتا ہے تو خوفِ فراق کا ڈر وصل کو برباد کر دیتا ہے مگر ہم تو ابتدائی حالات سے بحث کر رہے ہیں، لہٰذا جلبِ خوف کے طریقے بیان کرتے ہیں، جو آیتیں اور حدیثیں شدّت عذاب و حساب کے بارے میں وارد ہوئی ہیں ان میں غور کرنا چاہیئے اور جلالِ خداوندی کی نسبت سے اپنے نفس کے حال پر بھی نظر کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، "یہ جنت کے لیے ہیں اور مجھے پرواہ نہیں اور وُہ آگ کے لیے ہیں اور مجھے پرواہ بھی نہیں۔" اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ ترک اوامر و ارتکاب مناہی سے انسان عذابِ الیم کا مستحق ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اگر سارے عالم کو بھی ہلاک کر دے تو پرواہ نہیں کرے گا، وہ مسکین جس نے جرائم کا ارتکاب کیا ہے اسے تو ڈرتے ہی رہنا چاہیئے کیونکہ اگر اس نے ہلاک کر دیا تو پرواہ نہیں کرے گا۔ دیکھو سیّد المرسلین فرماتے ہیں۔ "میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کو جانتا ہُوں اور سب سے زیادہ اس سے ڈرتا ہُوں۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کو وحی بھیجی "اے داؤد! مجھ سے ڈر جیسا کہ تو پھاڑنے والے درندے سے ڈرتا ہے۔" درندے کی حقیقت یہ ہے کہ وُہ تمھیں پھاڑ دے تو پرواہ نہ کرے۔

رسُول اللہ نے فرمایا ہے "جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جو غیر اللہ سے ڈرتا ہے وُہ ہر چیز سے ڈرتا ہے۔" حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے رسُول اللہ سے دریافت کیا، یا رسُول اللہ!

الذین یوتون ما آتوا وقلوبھم وجلۃ	جو لوگ کرتے ہیں جو کچھ انھوں نے کیا درآنحالیکہ ان کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں۔

Marfat.com

کے مصداق کیا زانی و سارق جیسے لوگ ہیں ؟ فرمایا "نہیں بلکہ وہ جو روزہ رکھتا ہے ۔ صدقہ دیتا ہے نماز پڑھتا ہے اور عدم قبولیت سے ڈرتا ہے ۔"

نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے "جو بھی مومن بندہ خشیت الٰہی سے روتا ہے اللہ اس پر آگ کو حرام کر دیتا ہے اگرچہ اس کے آنسو مکھی کے منہ کے برابر ہوں ۔"

پیغمبروں کا خوف

عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ جب کبھی تیز ہوا چلتی یا ہوا کا رنگ بدل جاتا تو آپ کا چہرہ متغیر ہو جاتا ، کھڑے ہو جاتے اور اپنے حجرے میں پریشان سے ہو جاتے کبھی اندر آتے کبھی باہر جاتے ، یہ سب کچھ خوف الٰہی سے ہوتا تھا ۔

ایک دفعہ آپ نے سورۂ الحاقہ کی ایک آیت پڑھی تو بے ہوش ہو گئے ، دیکھو اللہ فرماتا ہے ۔ وخر موسیٰ صعقا (موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے) رسول اللہ نے بطحا میں جبریل کی صورت کو دیکھا تو بے ہوش ہو گئے ۔ آپ نے فرمایا " جب بھی جبریل میرے پاس آئے تو خوفِ الٰہی سے کانپتے ہی آئے ۔"

کہتے ہیں جب ابلیس کو اپنا حال معلوم ہو گیا تو جبریل و میکائیل رونے لگے تو اللہ نے وحی بھیجی کیوں روتے ہو ؟

وہ کہنے لگے پروردگار ! ہم تیرے انتقام سے ڈرتے ہیں ۔ اللہ نے کہا ، ہاں تم اسی طرح ڈرتے رہنا بے خوف نہ رہنا ۔

ابوالدرداء کہتے جب ابراہیم خلیل اللہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو خوف سے اُن کے سینے کی آواز ایک میل سے سنائی دیتی تھی ۔ مجاہد کہتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام چالیس دن تک سجدے میں روئے کہ سجدے سے سر نہ اٹھایا حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے گھاس اُگ آئی اور اتنی بڑی ہو گئی کہ ان کے سر پر چھا گئی تو آواز آئی اے داؤد ! کیا تو بھوکا ہے کہ کھانا کھلایا جائے یا پیاسا ہے کہ سیراب کیا جائے یا ننگا ہے کہ کپڑا پہنایا جائے ؟ حضرت داؤد نے یہ سنا تو ایسی گرم آہ کھینچی کہ لکڑی تک جل گئی تب اللہ نے ان کی توبہ و استغفار کو قبول کیا ، انھوں نے عرض کی اے پروردگار ! میرے گناہ میری ہتھیلی پر رکھ دے چنانچہ ان کی ہتھیلی پر گناہ لکھ دیئے گئے ۔ جب بھی کھانے ، پینے وغیرہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے تو لکھت کو دیکھتے اور رو پڑتے ۔

مجاہد کہتے ہیں ۔" آپ کے سامنے پیالہ لایا جاتا جس میں دو ثلث پانی ہوتا جب پیالہ لیتے تو اپنی خطاؤں کو دیکھتے لہٰذا پیالہ کو منہ سے نہ لگاتے جب تک کہ آنسو نہ بہا لیتے ۔"

Marfat.com

داؤد ہی کے بارے میں روایت ہے کہ جب بھی آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھتے تو خدا سے شرما کر مرجاتے۔ اپنی مناجات میں فرمایا کرتے تھے "پروردگار! جب بھی اپنی خطاؤں کو یاد کرتا ہوں تو وسعت کے باوجود زمین تنگ معلوم ہوتی ہے اور جب تیری رحمت کو یاد کرتا ہوں تو میری روح لوٹ آتی ہے۔ تیری ذات پاک ہے۔ اے اللہ! میں تیرے طبیب بندوں کے پاس گیا تاکہ میری خطاؤں کا علاج کریں تو ہر ایک نے تیری ہی طرف اشارہ کیا۔ تباہ ہو جائیں جو تیری رحمت سے ناامید ہیں۔"

حضرت فضیل کہتے ہیں مجھے معلوم ہوا کہ ایک دن حضرت داؤد نے اپنے گناہ کو یاد کیا تو بے ہوش ہو کر گر پڑے اور سر پر ہاتھ رکھ کر پہاڑوں کی طرف بھاگے درندے ان کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ انھوں نے فرمایا، لوٹ جاؤ میں تمھیں بلانا نہیں چاہتا تھا میں تو اپنے گناہ پر رونا چاہتا ہوں، اگر تم میں کوئی خطاکار ہے تو آئے اور روئے اور اگر خطاکار نہیں ہے تو داؤد کو اپنی خطا پر رونے دو۔"

کثرت گریہ وزاری پر آپ کے دوست احباب آپ کو ٹوکتے تو فرماتے، "مجھے رونے دو اس سے پیشتر کہ رونے کا دن نکل جائے۔ قبل ازیں کہ ہڈیاں جلائی جائیں، پیٹ میں آگ بھر دی جائے، سخت گیر ملائکہ کو میرے بارے میں حکم دیا جائے اور وہ کریں جو انھیں حکم دیا جائے گا کیونکہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے۔"

عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا "جب داؤد نے گناہ کیا تو آواز خراب ہو گئی کہنے لگے الٰہی صدیقین کی آوازوں کی صفائی کے طفیل میری آواز درست کر دے۔"

روایت ہے کہ جب وہ بہت روئے اور رونے سے کچھ فائدہ معلوم نہ ہوا تو بڑے تنگدل اور غمگین ہو گئے۔ کہنے لگے، اے پروردگار! کیا میرے رونے پر رحم نہیں آتا؟ اللہ نے وحی بھیجی اے داؤد! اپنے گناہ کو بھول گیا اور اپنے رونے کو یاد رکھا تو وہ بولے۔ الٰہی وسیدی! میں اپنے گناہ کو کیسے بھول سکتا ہوں، میں جب کبھی زبور کی تلاوت کرتا تو بہتا پانی بھی ٹھہر جاتا، ہوا بھی رک جاتی، پرند میرے سر پر جمع ہو جاتے اور وحشی جانور میری محراب کے ارد گرد آ جاتے الٰہی وسیدی! یہ کیا میرے تیرے درمیان فاصلہ سا پیدا ہو گیا ہے تو اللہ نے وحی بھیجی، اے داؤد! وہ طاعت کی انسیت تھی اور یہ معصیت کی وحشت ہے۔ اے داؤد! آدم کو میں نے پیدا کیا، اپنے ہاتھ سے بنایا، اپنی روح پھونکی، اپنے ملائکہ سے سجدہ کرایا، اپنی کرامت

Marfat.com

کا لباس پہنایا، اپنے وقار کا تاج اوڑھایا، وہ مجھ سے تنہائی کی شکایت کرنے لگا تو میں نے اپنی باندی حوا سے اس کی شادی کر دی، اپنی جنت میں جگہ دی مگر جب اس نے میری نافرمانی کی تو میں نے اُسے عریاں و ذلیل کر کے اپنے جوار سے دُور کر دیا۔ اے داؤد! میں سچ کہتا ہوں تو نے ہماری اطاعت کی، ہم نے تیری اطاعت کی، تو نے سوال کیا ہم نے دیا۔ تو نے نافرمانی کی تو مہلت دی، اب اگر تو اُسی حالت پر لوٹ آئے گا تو ہم تجھے قبولیت سے سرفراز کریں گے۔"

یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں "مجھے معلوم ہوا ہے کہ داؤد علیہ السلام جب رونے کا ارادہ کرتے تو سات دن پہلے کھانا پینا اور جماع کرنا چھوڑ دیتے پھر ایک دن پہلے ان کا منبر نکالا جاتا اور سلیمان کو حکم دیتے کہ بلند آواز سے پکاریں اس طرح کہ سارے شہروں جھاڑیوں پہاڑیوں اور خشکیوں میں آواز پہنچ جائے چنانچہ درندے جھاڑیوں سے، حشرات الارض پہاڑوں سے، پرند آشیانوں سے اور کنواریاں پردوں سے نکل آتیں لوگ اس دن جمع ہوتے، داؤد آتے، منبر پر چڑھتے، سارے بنو اسرائیل ارد گرد ہوتے، ہر قبیلہ اپنی اپنی جگہ پر ہوتا، سلیمان کھڑے ہوکر حمدِ باری شروع کرتے تو سب چیخ چیخ کر رونے لگتے پھر جنت دوزخ کا ذکر کرتے تو حشرات الارض درندے اور وحشی جانور مرجاتے۔ پھر قیامت کے ہول کا ذکر کرتے اور رونے لگتے تو بقیہ حیوانات بھی مرجاتے۔ جب سلیمان علیہ السلام ہر طرف مُردے ہی مُردے دیکھتے تو کہتے اے باپ! آپ نے سننے والوں کو پارہ پارہ کر دیا۔ بنو اسرائیل کے بہت سے لوگ مر گئے اور وحشی جانور و حشرات الارض بھی لہٰذا وہ دعا کرنے لگتے ہیں، وہ اسی حالت میں ہوتے ہیں کہ بنو اسرائیل کے بعض عابد و زاہد لوگ کہتے ہیں اے داؤد آپ نے طلبِ جزا میں جلدی کی۔ داؤد علیہ السلام غش کھا کر گر پڑے، سلیمان یہ دیکھتے تو چارپائی پر لٹا کر انھیں لے جاتے پھر منادی کو حکم دیتے کہ پکار کر کہے جو لوگ داؤد علیہ السلام کے ساتھ تھے وہ ذکرِ جنت و نار سے مر چکے ہیں جس کا کوئی قریبی ہو چارپائی لائے اور اُسے اُٹھا کر لے جائے، عورتیں اپنے عزیزوں کے لیے چارپائیاں لاتیں اور اُٹھوا کر لے جاتیں اور پکارتی جاتیں اے وہ جسے ذکرِ نار نے مار ڈالا اے وہ جسے خوفِ الٰہی نے قتل کر دیا۔

پھر داؤد ہاتھ سر پر رکھتے اور عبادت خانے میں داخل ہوکر دروازہ بند کر لیتے، پکارتے اے داؤد کے پروردگار! کیا تو ناراض ہے؟ برابر مناجات میں لگے رہتے حتیٰ کہ سلیمان آتے

اور دروازے پر بیٹھ جاتے۔ اجازت طلب کرتے پھر داخل ہوتے ان کے ساتھ جو کی ایک روٹی ہوتی تھی عرض کرتے اے باپ! اس سے طاقت حاصل کر لیجیے، وہ جتنی چاہتے کھا لتے پھر بنو اسرائیل کی طرف نکلتے۔

یزید رقاشی کہتے ہیں "ایک دن داؤد لوگوں کو نصیحت کرنے کے لیے برآمد ہوئے کوئی چالیس ہزار آدمی تھے جن میں سے تیس ہزار مر گئے، صرف ہزار کے ساتھ آپ لوٹے۔ آپ کی دو باندیاں تھیں جب وہ خوف سے گر پڑتے اور مضطرب ہو جاتے تو وہ دونوں آپ کے سینے اور پیروں پر بیٹھ جاتیں تاکہ آپ کے اعضاء منتشر نہ ہو جائیں۔"

حضرت ابوبکر نے ایک پرند سے فرمایا "کاش میں تجھ جیسا ہوتا اور انسان نہ ہوتا۔" ابوذر نے فرمایا "کاش میں درخت ہوتا۔" عثمان ذی النورین نے کہا "کاش میں مرجاتا تو اٹھایا نہ جاتا۔" عائشہ فرماتی ہیں "کاش میں بالکل ملیا میٹ کر دی جاتی۔" حضرت عمر کے چہرے پر آنسوؤں کے بہنے سے دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں۔ آپ فرماتے ہیں "جو اللہ سے ڈرا بابرکت ہوا، جس نے اللہ کے لیے تقویٰ کیا خواہشات کو چھوڑا اور اگر قیامت کا دن نہ ہوتا تو معاملہ دگرگوں ہوتا۔"

• حضرت علی نے ایک دن نماز فجر کا سلام پھیرا آپ بڑے غمگین سے تھے فرمایا میں نے اصحاب محمد کو دیکھا ہے آج ان جیسی ایک بات بھی نہیں پاتا ہوں، وہ لوگ صبح کرتے تو زرد رو، پراگندہ بال غبار آلود ہوتے ان کی آنکھوں کے درمیان بھیڑوں کے گھٹنوں کے سے گھٹے پڑے ہوتے، رات بھر اللہ کے لیے سجدہ و قیام کرتے، کتاب اللہ کی تلاوت کرتے، صبح کرتے تو اللہ کو یاد کرتے اور ایسے نشاط والے ہوتے جیسے درخت کی شاخ ہوا میں ہلتی ہے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے تو دامن تر ہو جاتے، قسم بخدا اب تو گویا میں ایسے لوگوں کے ساتھ ہوں جو غفلت میں رات گزارتے ہیں، پھر آپ چلے گئے اور اس کے بعد آپ کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا گیا حتیٰ کہ ابن ملجم نے آپ کو شہید کر دیا۔

حضرت عمر جب کبھی کوئی آیت سنتے تو خوف سے غش کھا کر گر جاتے اور کئی کئی دن بیمار رہتے۔ ایک دن زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہنے لگے "کاش مجھے میری ماں جنم نہ دیتی، کاش میں بالکل ہی بھلا دیا جاتا۔"

علی بن حسین جب وضو کرتے تو رنگ زرد پڑ جاتا، ان کے گھر والوں نے پوچھا وضو کے وقت آپ کو کیا ہو جاتا ہے؟ تو فرمایا تمہیں معلوم نہیں میں کس ذات کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں۔

Marfat.com

روایت ہے کہ فضیل بن عیاض کو لوگوں نے عرفہ کے دن دیکھا کہ اس طرح رو رہے تھے جیسے کسی غم زدہ ماں کا بچہ مرگیا ہو حتیٰ کہ جب سورج غروب ہونے لگا تو داڑھی پکڑ کر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر فرمایا: "میں کس قدر بدبخت ہوں اگرچہ تو مجھے بخش دے۔" پھر لوگوں کے ساتھ وہاں سے واپس چلے آئے۔

حضرت ابن عباس سے خائفین (ڈرنے والے) کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا: "یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل خوف سے زخمی اور آنکھیں اشک بار رہیں کہتے ہیں، ہم کیسے خوش ہوں جبکہ موت ہمارے پیچھے ہے، قبر سامنے، قیامت موعد، جہنم راستہ اور رب کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔"

حماد بن عبداللہ جب بیٹھتے تو دونوں قدموں پر بیٹھے رہتے لوگ کہتے اطمینان سے بیٹھیے، فرماتے "اس طرح تو بے خوف لوگ بیٹھتے ہیں، میں تو بے خوف نہیں ہوں جب کہ پروردگار کی نافرمانی کرچکا ہوں۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے کہ غفلت اللہ کی رحمت ہے ورنہ وہ خوف خدا سے مرجاتے۔

روایت ہے کہ ایک انصاری لڑکا آگ کے خوف سے ڈر گیا، رسول اللہ گئے اور اسے گلے لگالیا تو وہ مرگیا۔ رسول اللہ نے فرمایا اسے کفن دے دو کیونکہ خوف سے اس کا جگر پارہ پارہ ہوگیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

○

چونتیسواں باب

فقر و زہد

فقر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اے لوگو! تم اللہ کے فقیر ہو۔" دیکھو فقیر اسے کہتے ہیں جو

Marfat.com

ایسی چیز کا ضرورت مند ہو جس کا وہ مالک نہیں سارے لوگ اللہ کی طرف محتاج ہیں کیونکہ وہ اپنے وجود کے دوام اور ابتدائے وجود میں اس کے محتاج ہیں۔ وہ اپنے وجود کے خود پیدا کرنے والے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ اللہ کی طرف سے ہے لہذا وہ غنی مطلق ہے۔

اب ہم ان لوگوں کا بیان کرتے ہیں جو مال کے فقیر ہیں، مال کا فقیر وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہ ہو کہ اپنی ضروریاتِ معیشت کو پورا کر سکے۔ فقیروں کے چند احوال ہیں۔ بعض وہ لوگ ہیں جو مال سے کراہیت کرتے ہیں اور اس سے بھاگتے ہیں۔ یہ زاہد ہیں۔ بعض وہ ہیں جو نہ تو اس سے بھاگتے ہیں نہ رغبت کرتے ہیں لیکن مل جاتا ہے تو کراہت نہیں کرتے یہ راضی ہیں، بعض وہ ہیں کہ مال کے ملنے کو پسند کرتے ہیں بشرطیکہ صاف ستھرا کہیں سے آجائے مگر اس کی طلب نہیں کرتے۔ بعض وہ ہیں جو مال سے رغبت رکھتے ہیں مگر عجز کی بنا پر طلب نہیں کر سکتے، بعض وہ ہیں کہ وہ ہاتھ نہ آنے والے مال کے لیے مضطر رہتے ہیں جیسے بھوکا روٹی کے لیے اور ننگا کپڑے کے واسطے، ایسی حالتوں والا شخص اگر رغبت سے محفوظ ہے گو ایسا ہونا بہت نادر ہے تو وہ حقیقی زاہد ہے۔ ان سب احوال سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ وجود و عدم دونوں برابر ہوں خواہ مال زیادہ ہو یا کم، پرواہ ہی نہ ہو اور کسی سائل کو منع بھی نہ کرے اور اپنی کسی ضرورت کا خیال نہ کرے جیسا کہ حضرت عائشہ کے بارے میں مروی ہے کہ ان کے پاس ایک لاکھ درہم عطیہ کے آئے تو سارے تقسیم کر دیئے اور اپنی ضرورت کا خیال تک نہ کیا حتیٰ کہ خادمہ نے کہا کاش آج افطار کے لیے آپ ایک درہم کا گوشت خرید دیتیں آپ نے فرمایا اگر پہلے سے کہتی تو ضرور منگا دیتی۔

فضیلتِ فقر

حضرت ابن عمر نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے اصحاب سے دریافت فرمایا، کونسا آدمی بہتر ہے؟ صحابہ نے عرض کی مالدار جو اپنے نفس اور مال سے حقِ الٰہی ادا کرے۔ فرمایا، ہاں یہ اچھا آدمی ہوتا ہے مگر سب سے اچھا نہیں ہے۔ انھوں نے دریافت کیا پھر کون ہے اے رسول اللہ! فرمایا جو حد سے زیادہ دے خبر مشہور ہیں ہے۔ "میری امت کے فقراء جنت میں اغنیاء سے پانسو سال پہلے داخل ہوں گے۔"

روایت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو زمین پر سو رہا تھا سر کے نیچے ایک اینٹ رکھی تھی اور چہرے داڑھی پر مٹی لگی ہوئی تھی ایک عبا پہنے ہوئے تھا تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اے پروردگار! تیرا یہ بندہ تباہ حال ہے، اللہ نے وحی بھیجی اے عیسیٰ! تو

Marfat.com

جانتا نہیں کہ جب میں اپنے بندے کی طرف پوری توجہ سے دیکھتا ہوں تو ساری دُنیا اُس سے مُنہ پھیر لیتی ہے۔

رسُول اللہ نے فرمایا "میرے دو دوست ہیں جو ان سے محبت کرے گا مجھ سے محبت کرے گا اور جس نے ان دونوں سے بغض کیا مجھ سے بغض رکھا، فقر اور جہاد۔"

روایت ہے کہ جبریل رسُول اللہ کے پاس آئے اور کہا اے محمد! اللہ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور دریافت کرتا ہے کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ ان سارے پہاڑوں کو آپ کے لیے سونا بنا دوں اور جہاں کہیں آپ جائیں یہ ساتھ جائیں؟ تو آپ نے ایک گھڑی کے لیے سر جھکا لیا پھر فرمایا اے جبریل! دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اسے وہ جمع کرتا ہے جسے عقل نہیں تو جبریل نے کہا اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو قولِ ثابت پر راسخ قدم رکھے۔

روایت ہے کہ عیسیٰ اپنی سیاحت کے دوران ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو عبا میں لپٹا سو رہا تھا تو اُسے جگایا اور کہا اے سونے والے اُٹھ! اللہ کو یاد کر، وہ بولا کیا چاہتے ہو؟ میں تو دُنیا کو دنیا والوں کے لیے چھوڑ چکا، آپ نے فرمایا "تو اے دوست سو جا"

رسُول اللہ فرماتے ہیں "میں نے جنت میں جھانکا تو اکثر لوگوں کو فقیر پایا اور جہنم میں جھانکا تو اکثر کو امیر دیکھا" نیز فرمایا اے گروہِ فقراء! اللہ کو اپنی رضا دو تو فقر کی وجہ سے ثواب پاؤگے ورنہ نہیں۔"

اللہ نے حضرت اسماعیل کی طرف وحی بھیجی مجھے ٹوٹے دل والوں کے پاس تلاش کر انھوں نے دریافت کیا وہ کون ہیں؟ فرمایا سچے فقراء۔

احادیث و آثار فقراء کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں مگر اکتسابِ مال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ رسُول اللہ نے فرمایا ہے "اے اللہ! آلِ محمد کی روزی بقدرِ کفاف کر" کفاف کے علاوہ جو زیادہ ہو وہ باعثِ نقصان ہے، زائد از ضرورت مال کو روکنا درجات کو کم کرتا ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔

بھیک مانگنا

بہت سی حدیثیں بھیک مانگنے کی حرمت کے بارے میں ہیں ان میں سے رسولِ اکرم کا یہ قول ہے کہ جو شخص مستغنی ہوتے ہوئے بھیک مانگتا ہے وہ جہنم کی آگ میں اضافہ کرتا ہے۔" ایسی حدیثیں بھی ہیں جن سے سوال کرنے کا جواز ملتا ہے چنانچہ فرماتے

Marfat.com

ہیں: سائل کا حق ہوتا ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہی کیوں نہ آئے۔" اگر سوال کرنا جائز نہ ہوتا تو آپ یہ کیوں فرماتے کہ سوال کرنے والے کا حق ہوتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ بقدرِ ضرورت سوال کا حق ہے جو اس سے زیادہ ہو اس کی اجازت کی گنجائش نہیں۔

احوالِ سائلین

بشر فرمایا کرتے تھے: "فقیر تین طرح کے ہیں، ایک وہ جو سوال نہیں کرتا اگر دے دو تو لے لیتا ہے یہ شخص جنتِ فردوس میں مقربین کے ساتھ ہوگا۔ ایک فقیر وہ ہے جو ضرورت کے وقت سوال کرتا ہے یہ اصحابِ یمین کے صادقین کے ساتھ ہوگا۔"

اس قول سے ان پانچوں قسم کے فقیروں کا حال معلوم ہو گیا جو ہم نے پیچھے اس باب کے شروع میں ذکر کیے مگر اس میں شک نہیں کہ سوال خواہ ضرورت سے ہو درجات کو کم کر دیتا ہے۔

ابراہیم بن ادہم نے شقیق بن ابراہیم سے جبکہ وہ خراسان سے واپس لوٹے پوچھا، اپنے فقراء دوستوں کو کس حال میں چھوڑا؟ انھوں نے جواب دیا اگر کوئی دے دیتا ہے تو شکر ادا کرتے ہیں اور اگر نہیں دیتا تو صبر کرتے ہیں۔

شقیق یہ سمجھتے تھے کہ انھوں نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے کہ سوال نہیں کرتے تو ابراہیم نے کہا: بلخ کے کتوں کو میں نے ایسا ہی پایا۔ شقیق نے دریافت کیا، اے ابو اسحاق! آپ کے ہاں فقراء کا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا ہمارے فقراء کو اگر نہیں دیا جاتا تو شکر کرتے ہیں اور اگر دیا جاتا ہے تو وہ ایثار کرتے ہیں، تو شقیق نے ان کا سر چوم کر کہا اے استاد! آپ نے سچ فرمایا۔

بعض اشخاص کے لیے بعض احوال میں سوال کرنا ترکِ سوال سے بہتر ہوتا ہے جیسا کہ روایت ہے کہ ایک شخص نے ابوالحسن نوری کو ہاتھ پھیلائے مانگتے دیکھا تو انھیں بڑا ناگوار گزرا اس بات کا ذکر انھوں نے جنید بغدادی سے کیا تو کہا اس بات کو ہرگز بُرا نہ سمجھنا کیونکہ نوری نے اس لیے سوال نہیں کیا کہ لوگ انھیں دیں بلکہ اس لیے تاکہ آخرت میں انھیں اجر ملے اور نوری کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور شاید انھوں نے اس طرف اشارہ کیا کہ رسول نے فرمایا ہے" دینے والے کا ہاتھ بالا ہوتا ہے۔"

تو بزرگوں نے کہا" دینے والے کا ہاتھ اس لیے بلند نہیں ہے کہ وہ مال لے دے رہا ہے بلکہ اس لیے کہ وہ ثواب لے رہا ہے، قدر ثواب کی ہے مال کی نہیں۔" پھر حضرت جنید نے کہا ترازو لاؤ تو سو درہم وزن کیے پھر ایک مٹھی بھر کے ان میں اور ڈال دیئے اور کہا نوری

Marfat.com

کو دے آؤ، میں نے دل میں کہا چیز کو مقدار معلوم کرنے کے لیے وزن کیا جاتا ہے یہ کیا کیا کہ کچھ بے تولی چیز شامل کر دی حالانکہ جنید تو بڑے دانا آدمی ہیں مگر میں شرم کی وجہ سے سوال نہ کر سکا بہرحال تھیلی کو لے کر نوری کے پاس پہنچا تو انھوں نے کہا ترازو لاؤ سو درہم تول کر علیحدہ رکھ دیئے اور کہا انھیں جنید کے پاس واپس لے جاؤ اور کہنا میں تم سے کچھ قبول نہیں کروں گا مگر جو درہم سو سے زیادہ تھے وہ رکھ لیے۔ راوی کہتا ہے مجھے بڑا تعجب ہوا تو میں نے نوری سے پوچھا یہ کیا بات ہوئی؟ وہ کہنے لگے جنید بڑا دانا ہے دونوں طرف سے رسی پکڑتا ہے، سو درہم اس لیے وزن کیے تھے تاکہ ان کا ثواب انھیں پہنچے اور ایک مٹھی بغیر وزن کیے بوجہ اللہ ڈال دیئے تھے جو اللہ کے تھے وہ میں نے لے لیے اور جو انھوں نے اپنے لیے ذخیرہ کیے تھے وہ واپس کر دیئے۔ راوی کہتا ہے۔ یہ درہم میں جنید کے پاس لے گیا تو وہ رونے لگے بولے اپنا مال لے لیا اور ہمارا واپس کر دیا۔

دیکھو ان لوگوں کے دل اور احوال کیسے ہیں، انھوں نے اللہ کے لیے اپنے اعمال کو خالص تو ایک دوسرے نے ایک دوسرے کے دل کا حال زبان کے واسطہ کے بغیر معلوم کر لیا۔

زہد

زہد کہتے ہیں کسی چیز سے اعراض کرنا اور کسی دوسری کی طرف مائل ہونا، جو شخص دنیا سے منہ موڑتا ہے اور آخرت کی طرف جھکتا ہے وہ دنیا کے بارے میں زاہد ہے زہد کا سب سے بلند مرتبہ یہ ہے کہ ماسوا اللہ سے بے رغبت ہو جاتے حتیٰ کہ آخرت سے بھی۔

زہد کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان جانے کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے اور جو عمل اس کی وجہ سے صادر ہوتا ہے وہ آخرت کی رغبت پر دلیل ہوتا ہے۔ فضیلت زہد پر بہت سی آیات وحدیث دلالت کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ہم نے جو کچھ زمین پر ہے اُسے زینت بنا دیا ہے تاکہ دیکھیں سب سے زیادہ کون اچھے عمل کرتا ہے۔" نیز فرماتے ہیں: "جو آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کرتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے اُسے وہ دیتے ہیں اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔"

رسول اللہ نے فرمایا ہے: "جو شخص ایسی حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس کا مطمع نظر دنیا ہوتی ہے تو اللہ اس کے مقاصد کو منتشر کر دیتا ہے، اس کی زمین کو تقسیم کر دیتا ہے اور اس کے فقر کو اس کی آنکھوں کے درمیان ڈال دیتا ہے، اسے دنیا اُسی قدر ملتی ہے جو مقسوم ہو چکی اور جو ایسی حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس کا مطمع نظر آخرت ہوتی ہے تو اللہ اس کے مقاصد کو جمع کر دیتا ہے، اس کی

Marfat.com

زمین کی حفاظت کرتا ہے، اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے۔" نیز فرمایا: "جب تم کسی شخص کو خاموش اور دنیا میں بے رغبت دیکھو تو اس سے قریب ہو جاؤ کیونکہ وہ حکمت کی باتیں کرے گا۔" علیہ السلام نے فرمایا، اگر چاہتے ہو کہ اللہ تم سے محبت کرے تو دنیا میں بے رغبت ہو جاؤ اللہ محبت کرے گا۔"

حضرت حارثہ نے رسول اللہ سے عرض کی میں پکا مومن ہوں، فرمایا کیسے؟ کہا۔" میں نے اپنے نفس کو دنیا سے بے تعلق کر لیا ہے۔ میرے نزدیک پتھر اور سونا برابر ہیں اور گویا میں جنت و جہنم کو دیکھ رہا ہوں اور گویا میں عرش پروردگار کے سامنے ہوں۔" آپ نے فرمایا تو عارف ہو گیا ہے۔ خاموش رہ، تیرے دل کو اللہ نے نور ایمان سے منور کر دیا ہے۔"

رسول اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ان آیتوں میں شرح کے کیا معنیٰ ہیں؛
"اللہ جس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے وہ پروردگار کی جانب سے نور والا ہو جاتا ہے۔" "اللہ جس کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے تو اسلام کے لیے اُس کا سینہ کھول دیتا ہے۔"
آپ نے فرمایا: "نور جب دل میں داخل ہوتا ہے تو اُس کے لیے سینہ کھل جاتا ہے۔" سوال کیا گیا، یا رسول اللہ! اس کی کوئی علامت ہے؟ فرمایا، ہاں، دار الغرور سے دوری، دار الخلود کی طرف رجوع اور پہلے سے موت کے لیے تیاری کرنا۔"

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے خطبہ دیا تو فرمایا جس نے لاالٰہ الا اللہ کہا اور اس کے ساتھ کچھ اور نہ ملایا جنت میں داخل ہوا، تو حضرت علی نے عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، اس کی تشریح کر دیجئے۔ فرمایا: "طلبِ دنیا اور اس کا اتباع۔ بعض لوگ انبیاء والی باتیں کرتے ہیں اور عمل جبّاروں ایسا کرتے ہیں تو جو شخص لاالٰہ الا اللہ کہتا ہے اور اس میں یہ باتیں نہیں ہیں اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔"

حدیث میں ہے۔ "سخاوت، یقین سے ہے اور آگ میں صاحبِ یقین داخل نہیں ہو گا اور بخل شک سے ہے اور جنت میں شک والا داخل نہیں ہو گا۔"

درجاتِ زہد

پہلا درجہ یہ ہے کہ بہ تکلف دنیا میں بے رغبتی کرے اور نفس سے اس کے ترک کے لیے مجاہدہ کرے باوجودیکہ اسے خواہش دنیا ہو ایسے شخص کو متزہد بولتے ہیں، ایسا شخص دوام سعی سے زہد تک پہنچ سکتا ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ دنیا میں بخوشی بے رغبت ہو اور اُسے حقیر جانتا ہو اس لالچ میں کہ اس سے بہتر اجر ملے گا جیسے

کوئی شخص دو درہم کے لیے ایک درہم کو چھوڑ دیئے، ایسی صورت میں دل پر کوئی گرانی نہیں ہوتی لیکن چونکہ ایسی صورت میں انسان متروک پر اور اپنے نفس پر نظر رکھتا ہے لہٰذا اس میں ایک گونہ نقصان ہے گو یہ بھی زہد ہے۔

تیسری قسم سب سے بلند ہے، یہ کہ خوشی سے ترکِ دنیا کرے اور اس ترک کو بھی ترک کر دے یعنی اس امر پر نظر ہی نہ کرے کہ اس نے دنیا کو ٹھکرایا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ دنیا بے حقیقت ہے۔ اس کی مثال ایسی ہوتی ہے کہ ٹھیکری کو ٹھکرا دیا ہو اور جوہر کو لے لیا ہو لہٰذا وہ اسے معاوضہ نہیں سمجھتا ظاہر ہے دنیا کی آخرت کی نسبت سے کیا حقیقت ہے۔

حضرت بایزید نے ابو موسیٰ عبدالرحمان سے دریافت کیا، کس بات کے بارے میں بات چیت کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا زہد کے بارے میں، پوچھا کس چیز کا زہد؟ بولے دنیا سے تو وہ ہاتھ جھاڑ کر کھڑے ہوگئے اور کہا میں تو سمجھا تھا وہ کسی چیز کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے دنیا تو کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی رغبت کی جائے۔

اہلِ معرفت کے نزدیک اس شخص کی مثال جس نے دنیا کو آخرت کے لیے چھوڑ دیا ہو اس شخص کی سی ہے جسے بادشاہ کے دروازے سے کتے نے روک دیا ہو تو اس نے کتے کے آگے روٹی کا ایک لقمہ ڈال دیا، کتا کھانے میں مشغول ہوا تو وہ دروازے میں داخل ہو گیا اور شاہ کے ہاں قرب حاصل کر لیا حتیٰ کہ اس کی ساری سلطنت میں اسی کا حکم چلنے لگا۔ تم کیا خیال کرتے ہو کیا کتے کے آگے ایک ٹکڑا ڈال دینے سے وہ بادشاہ پر کوئی احسان رکھ سکتا ہے؟ شیطان بارگاہِ خداوندی کا کتا ہے لوگوں کو اندر جانے سے روکتا ہے حالانکہ دروازہ کھلا ہے اور پردے اٹھے ہوئے ہیں دنیا ایک لقمۂ نان کی مانند ہے کھاؤ تو فی الحال لذت ہے حلق سے اترا تو لذت ختم پھر معدہ میں ثقل پیدا کر دیتا ہے پھر بدبودار ہو جاتا ہے کہ تم اس کے نکالنے پر مجبور ہو جاتے ہو تو جو شخص دنیا کو خدا کے لیے چھوڑتا ہے وہ اس کی طرف کیسے ملتفت ہو سکتا ہے۔

دنیا جو کچھ ہمیں دیتی ہے آخرت کی نسبت سے وہ ایک نقطے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت، دنیا متناہی ہے اگرچہ ایک لاکھ سال رہے اور کدورتوں سے بالکل صاف ہو پھر بھی انجام، زوال ہے۔

جب یہ بات تم پر آئینہ ہو چکی تو اچھی طرح جان لو کہ اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ماسوا اللہ سے بے رغبت ہو جاؤ یہ بات تو تب ہی ہو سکتی ہے کہ تمھیں اس لذت سے شناسائی ہو اور اس

Marfat.com

کے علوم مرتبہ کو جانو لہٰذا کھانے، لباس، نکاح، مسکن اور ضروریات سے اتنا لو کہ تمہارے بدن کا قوام درست رہے اور تم مدافعت پر قادر رہو، یہی زہد حقیقی ہے واللہ اعلم۔

○

پینتیسواں باب

توحید و توکل

توکل کی فضیلت آیات و احادیث سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" اللہ پر توکل کرو اگر تم مومن ہو" نیز فرمایا "جو اللہ پر توکل کرتا ہے وہ اس کے لیے کافی ہوتا ہے۔ ابنِ مسعود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا "میں نے موسم میں امتوں کو دیکھا تو اپنی امت کو سب سے زیادہ پایا مجھے ان کی کثرت پر تعجب ہوا تو مجھ سے دریافت کیا گیا کیا تم اب خوش ہو؟ میں نے کہا ہاں، کہا ان کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے جو بغیر حساب جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ دریافت کیا گیا وہ کون ہوں گے فرمایا جو جسم کو نہیں داغتے، بدشگونی نہیں لیتے، جنتر منتر نہیں کرتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ تو حضرت عکاشہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے ان میں شامل کر دے، آپ نے فرمایا اے اللہ! اسے ان میں شامل کر دے یہ سن کر دوسرے صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کی میرے لیے بھی دعا کر دیجئے، فرمایا، عکاشہ تم سے سبقت لے گیا پھر فرمایا، "اگر تم لوگ اللہ پر پورا پورا توکل کرتے تو اس طرح رزق دیتا جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح اٹھتے ہیں تو پوٹے خالی ہوتے ہیں اور شام کو لوٹتے ہیں تو بھرے ہوئے۔"

جب حضرت خواص نے یہ آیت پڑھی "اس زندہ پر توکل کر وجو نہیں مرے گا تو کہا انسان کو زیب نہیں دیتا کہ غیر اللہ سے التجا کرے۔"

Marfat.com

حقیقتِ توحید

توحید جو کہ اصل توکل ہے اس کے معنیٰ وہی ہیں جو لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ کے ہیں اور قدرت پر ایمان لانے کا نام ہے جس کی ترجمانی لہ الملک کرتا ہے اور جود و حکمت پر ایمان لانے کا جس کی ترجمانی لہ الحمد کرتا ہے توجس کے قلب پر اس جملے کے معنیٰ کا غلبہ ہوگا وہ متوکل ہوگا۔ جس کی اصل توحید ہے اور توحید کے چار درجے ہیں۔

(۱) مغز (۲) مغز کا مغز (۳) چھلکا (۴) چھلکے کا چھلکا۔

پہلا درجہ ایمان باللسان کا ہے یہ چھلکے کا چھلکا ہے اور منافقوں کا ایمان ہے۔ دُوسرا درجہ کلمہ کے معنیٰ کی تصدیق ہے، یہ عام مسلمانوں کا ایمان ہے۔ تیسرا درجہ بطریقِ کشف اس کا مشاہدہ کرنا یہ مقربین کا مقام ہے یہ اس طرح کہ اسباب کثیرہ کو دیکھتے ہوئے یہ جانے کہ سب واحد قہار سے ہیں چوتھا یہ ہے کہ سوائے واحد کے کسی کو نہ دیکھے یہ صدیقین کا مشاہدہ ہے جسے صوفیہ فنا فی التوحید کہتے ہیں لہٰذا انسان اپنے باطن کو نہیں دیکھتا کیونکہ وہ واحد میں مستغرق رہتا ہے۔ بایزید کے قول کا یہی مطلب ہے۔ "مجھے اپنے آپ کو بھی بھلا دیا ہے۔"

پہلا درجہ یعنی ایمان باللسان۔ اس سے صرف اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی جاسکتی اور اس کا مال و جان محفوظ ہوجاتا ہے کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے۔ "جب وہ کلمہ پڑھ لیں تو مجھ سے ان کے جان و مال محفوظ ہو گئے۔"

دُوسرا درجہ یعنی موحد، جو دل سے مفہوم کلمہ پر اعتقاد رکھتا ہے اور کوئی شک نہیں کرتا مگر اسے شرحِ صدر نہیں ہوا یہ حالت عذابِ آخرت سے بچاتی ہے بشرطیکہ اسی پر دم نکلا اور معاصی کی مداومت سے اسے کمزور نہیں کیا۔ اس پیمان میں بدعتی کے لیے نقص کی راہیں ہیں اور متکلمین کے لیے دفع نقص کی۔

تیسرا درجہ اس موحد کا ہے جسے شرحِ صدر ہوگیا اور وہ واحد ہی کا مشاہدہ کرتا ہے گو اسباب کی کثرت ہے مگر وہ ان کا مصدر واحدِ حق ہی کو سمجھتا ہے۔

چوتھا درجہ اس موحد کا ہے جس کے قلب و شہود میں صرف واحدِ حق ہی ہے وہ وسائط و اسباب اور اپنے نفس کو فنا کر چکا ہے۔ یہ بلند ترین حالت ہے۔ اس کی مثال اخروٹ کی گرمی کے تیل کی سی ہے، اس حالت کے بارے میں کیا کلام، البتہ تیسری حالت کے بارے میں کلام کیا جاسکتا ہے یعنی جو شخص واحدِ حق کو دیکھتا ہے اور سارے اسباب کو بھی ایک ہی سمجھتا ہے کیونکہ وہ واحدِ حق سے صادر ہوئے۔ ایسا شخص جو تعددِ اسباب سمٰوٰت و ارض اور اعدادِ کثیرہ کو

Marfat.com

دیکھتا ہے کیسے سب کو ایک دیکھتا ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ ان اسرار کا کشف کرنا ممکن نہیں۔ بعض عارفوں نے کہا ہے، سرِ ربوبیت کا افشا کفر ہے۔ مگر ہم آپ کے سمجھانے کے لیے کچھ بیان کیے دیتے ہیں، وُہ یہ کہ ایک چیز ایک اعتبار سے کثیر اور دوسرے اعتبار سے قلیل ہوتی ہے جیسے انسان کہ اپنے اجزاء کے اعتبار سے کثیر ہے مگر شخص واحد ہونے کے اعتبار سے اس میں تعدد نہیں ہے۔ یہی حال ہر اس چیز کا ہے جو وجود میں ہے کہ اس کے بہت سے اعتبارات ہیں۔ اور وُہ ہر اعتبار کے لحاظ سے واحد ہے۔ اگرچہ انسان کی مثال پُوری طرح مطابق نہیں ہے مگر یہ مثال بتاتی ہے کہ ایک چیز ایک اعتبار سے کثیر اور ایک اعتبار سے قلیل ہوتی ہے۔ اسی کی طرف حسین بن منصور نے اشارہ کیا تھا کہ جب خواص کو دُور دُور کا سفر کرتے دیکھا تو پوچھا کس لیے؟ اُنھوں نے کہا تاکہ توکل کو درست کرسکوں۔ حسین نے کہا ساری عمر تو باطن کی تعمیر میں صرف کردی توحید میں فنا نہیں ہوا جاتا۔ تو خواص تیسرے مقام پر تھے حسین نے چوتھے کی طرف دعوت دی۔ اب آپ کہیں گے اس چوتھے مقام کی تشریح کیا ہے؟ بات یہ ہے تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ کے سوا خالق کوئی نہیں ہے اور کوئی ذرہ ارض وسما کا اس کے حکم کے بغیر نہیں ہلتا فقر وغنا اور موت وحیات بغیر اس کے اذن کے نہیں ہوتے۔ وُہ سب کا مخترع ہے تو جس شخص نے اس کا مشاہدہ کرلیا اور جان لیا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وُہ ماسوا سے مستغنی ہوگیا، وُہ کسی کی طرف نہیں دیکھتا کیونکہ سب اس کی قدرت کے تابع ہیں۔ جیسے اگر کوئی بادشاہ کسی کو معافی نامہ لکھ کر دے تو کاغذ وقلم کا شکریہ ادا نہیں کیا جاتا بلکہ شاہ کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ جو شخص اللہ کو چھوڑ کر اسباب کی طرف دیکھتا ہے، وُہ گویا قلم کی طرف دیکھتا اور کاغذ و دوات کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ رہا وہ موحد جس کا ہم نے ذکر کیا مشاہدۂ جمال میں محو ہو کر قلم کی طرف نہیں دیکھتا نہ اس کے دل میں قلم و دوات کا خیال آتا ہے گو دیکھتا تو ہے مگر ذکر تک نہیں کرتا۔

آپ کہیں گے جمادات کے بارے میں تو یہ بات سمجھ میں آگئی مگر وہ انسان جو مختارِ عفو وعطا وغیرہ ہے ہم اس کے فعل کو کیسے اصل پر محول کریں؟ مَیں کہتا ہُوں یہیں تو اکثر لوگوں کے قدم پھسل گئے ہیں سوائے ان کے جو اللہ کے مخلص بندے ہیں کہ شیطان کی دسترس سے باہر ہیں لہٰذا انھوں نے نورِ بصیرت سے کاتب کو مسخر و مضطر دیکھا جیسے کہ تم ضعیف لوگوں نے قلم کو دستِ کاتب میں مسخر دیکھا ضعیف البصر لوگوں کی غلطی ایسی سمجھو کہ ایک چیونٹی نے

Marfat.com

کاغذ پر جو لکھتے دیکھا تو قلم پر نظر گئی کاتب کو نہ دیکھ سکی مگر جن لوگوں کو اللہ نے اپنی توفیق دی ہے اور ان کے سینوں کو اپنے نور سے کھولا ہے ان کی نظر اس سے اوپر گئی۔ کیونکہ اللہ نے ان کے لیے ہر ذرہ سما، و ارض کو اپنی قدرت سے گویائی بخشی ہے حتیٰ کہ وہ ان کی تقدیس و تسبیح کو سنتے ہیں اور عجز لسانی کے باوجود وہ گواہی دیتی ہیں ایک فصیح زبان کے ساتھ جس میں نہ حرف ہیں نہ آواز مگر جو سن نہیں سکتے وہ ان کی آواز سننے سے عاجز ہیں، ہر ذرہ عالم ارباب قلوب کے ساتھ مناجات کرتا ہے۔ یہ کلام الٰہی کے اسرار سے ہے جس کی کوئی انتہا نہیں چنانچہ اللہ فرماتا ہے "اگر سمندر بھی رب کے کلام کے لیے روشنائی بن جاتے تو کلام الٰہی ختم نہ ہوتا۔" تو یہ ہمیشہ ارباب قلوب کو اسرارِ ملکوت پہنچاتے رہتے ہیں مگر افشائے سر ذمائمت ہے بلکہ صدورِ احرار، قبور اسرار ہوتے ہیں۔ کیا تم نے اسرارِ سلطانی کے کسی امین کو علی الاعلان راز اگلتے دیکھا ہے؟ اگر افشائے سر جائز ہوتا تو علیہ السلام نہ فرماتے "اگر تم وہ باتیں جان جاؤ جو میں جانتا ہوں تو کم ہنستے اور بہت روتے۔" بلکہ آپ ان کے سامنے بیان کر دیا کرتے تاکہ ہنسیں نہیں بلکہ روئیں اور نہ آپ سرِ قدر کے افشا سے روکتے، نہ یہ فرماتے کہ جب علم نجوم کا ذکر ہو تو رک جاؤ اور جب تقدیر کا ذکر ہو تو زبان بند کر لو۔ نہ آپ حضرت حذیفہ کو بعض اسرار کا امین بناتے۔ ہم اس بات کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں۔ بعض انوارِ الٰہی سے دیکھنے والوں نے کاغذ سے دریافت کیا۔ تیرا چہرہ سیاہی سے کالا کیوں پڑ گیا؟ تو کاغذ نے کہا مجھ سے نہیں سیاہی سے پوچھو کہ وہ دوات میں تھی وہاں سے سفر کر کے میرے چہرے پر آن پڑی، اس نے کہا تو نے سچ کہا، پھر اس نے سیاہی سے دریافت کیا اس نے کہا میں تو اپنے مقام پر تھی قلم آیا اور مجھے سپید صحن میں ڈال گیا، اس سے دریافت کرو، اس نے کہا تو نے سچ کہا، اور قلم سے پوچھا وہ بولا انگلیوں اور ہاتھ سے سوال کرو میں تو نہر کے کنارے کھڑا تھا ہاتھ چھری لے کر کاٹ لایا، مجھے کاٹا، چھیلا اور سر تراشا، سر چیرا اور ہاتھ دوات میں ڈال دیا اب وہ مجھے سر کے بل چلاتا ہے، اس نے کہا سچ ہے اور ہاتھ سے پوچھا، وہ کہنے لگا میں تو گوشت پوست ہوں، قدرت و طاقت کی سواری ہوں یہ بات تو اس سے پوچھو اس نے کہا تو نے سچ کہا اور قدرت سے سوال کیا اس نے کہا میں تو خاموش اپنی جگہ پڑی تھی ظالم ارادہ آیا اور اس نے مجھے جھنجھوڑ ڈالا اس سے سوال کرنا چاہیے، اس نے ارادے سے پوچھا تو وہ بولا، میں کچھ نہیں جانتا حضرتِ قلب کی طرف سے علم و عقل کا قاصد پہنچا اور اس نے مجھے حکم دیا تو میں نے تعمیل کر دی لہٰذا علم سے سوال کرو۔ اس نے علم، عقل اور قلب سے

Marfat.com

پوچھا عقل نے کہا میں تو ایک چراغ ہوں، قلب نے کہا میں تو ایک لوح ہوں اور علم نے کہا میں تو بس ایک نقش ہوں جسے لوح قلب پر نقش کر دیا گیا ہے، میں نے خود تو نہیں لکھا یہ بات تو تم قلم سے دریافت کرو کیونکہ خط و نقش وہی لوح پر جماتا ہے۔ یہ جواب سن کر سائل حیران رہ گیا۔ علم سے کہنے لگا میں تو یہاں نہ قلم دیکھتا ہوں نہ چراغ نہ تختی، یہ کیا معاملہ ہے؟ تو علم نے کہا تیری پونجی بہت تھوڑی ہے جو جیسے کرتا ہے کرنے دے اور اگر جاننا ہی چاہتا ہے تو کان دھر کر سن لے کہ تیری اس راہ میں تین قسم کے عالم ہیں۔

۱۔ عالم الملک والشہادہ، کاغذ، روشنائی، قلم اور ہاتھ اسی عالم سے ہیں، تو ان منزلوں سے سہولت سے گزر گیا۔

۲۔ عالم ملکوت ہے جو اس سے بالا ہے اس میں بڑے بڑے میدان، گہرے سمندر اور اونچے اونچے پہاڑ ہیں معلوم نہیں تو کیسے سالم رہے گا۔

۳۔ عالم جبروت ہے یہ عالم ملک و ملکوت کے درمیان ہے تم تین منزلوں کو قطع کر چکے کیونکہ اسکے اوائل میں منزل قدرت، ارادہ اور علم ہے اور یہ عالم ملک ملکوت کے درمیان واسطہ ہے کیونکہ عالم ملک کی راہ آسان ہے اور عالم ملکوت کی دشوار۔ عالم جبروت جو کہ عالم ملک و ملکوت کے درمیان ہے کشتی کے مشابہ ہے جو کہ زمین اور پانی کے درمیان ہوتی ہے نہ وہ اضطراب آب کے حدود میں ہوتی ہے نہ سکون ارض کے حدود میں تو جو شخص بھی زمین پر چلتا ہے وہ عالم ملک و شہادہ میں ہے اگر وہ کشتی پر سوار ہونے کی طاقت رکھتا ہے تو وہ گویا عالم جبروت میں چلتا ہے پھر اگر پانی پر بغیر کشتی کے چلتا ہے تو وہ عالم ملکوت میں چلتا ہے۔ اگر تم پانی پر چلنے کی طاقت نہیں رکھتے تو واپس لوٹ جاؤ کیونکہ زمین سے تجاوز کر چکے ہو اور کشتی کو چھوڑ چکے ہو اب صرف پانی رہ گیا ہے۔ اول عالم ملکوت: مشاہدۂ قلم ہے جس کے ذریعہ علم رکھتا ہے کیا تم نے رسول اللہ کا قول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نہیں سنا "اگر ان کا ایمان اور بلند ہوتا تو ہوا پر چلتے"۔

سالک سائل بولا میں تو حیران رہ گیا ہوں اور جو راہ کے خطرات تو نے بتائے ہیں ان سے میرا دل کانپتا ہے مجھے معلوم نہیں کہ میں یہ جنگلات طے کر سکوں گا یا نہیں تو کیا اس کی کوئی نشانی ہے؟ اس نے کہا، ہاں اپنی آنکھ کھول اور میری طرف دیکھ اگر تجھے وہ قلم دکھائی دے گیا جس سے میں لوح قلب پر لکھتا ہوں تو شاید تو اس راہ کا اہل ثابت ہو سکے کیونکہ جو کوئی عالم جبروت سے تجاوز کر کے ابواب ملکوت کا پہلا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو اسے قلم نظر آجاتا ہے،

کیا تم دیکھتے نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے قلم دکھایا اور یہ آیت "اقرء" پڑھ اور تیرا پروردگار اکرم ہے جس نے قلم کے ذریعے سکھایا، سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا۔

سالک بولا تو نے میری آنکھیں کھول دیں سچ ہے میں نے نرکل دیکھتا ہوں نہ لکڑی، میں تو قلم لکڑی وغیرہ کا سمجھتا تھا۔ علم نے کہا شنو گھر کا سامان گھر والے کے مشابہ ہوتا ہے تجھے معلوم ہوگا کہ خدا کی ذات کسی کے بھی مشابہ نہیں ہے۔ اسی طرح اس کا ہاتھ بھی کسی کے ہاتھ کے مشابہ نہیں، نہ قلم دوسرے قلموں کے، نہ کلام دوسرے کلاموں کے اور نہ اس کا خط دوسروں کے خطوط کے مشابہ ہے۔ یہ امور الٰہیہ عالم ملکوت سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا اللہ نہ جسم ہے، نہ وہ اوروں کی طرح کسی مکان میں ہے نہ اس کا ہاتھ، گوشت ہڈی اور خون کا ہے، نہ اس کا قلم نرکل کا ہے نہ تختی لکڑی کی، نہ کلام صوت وحرف سے مرکب، نہ خط رسم و رقم والا اور نہ روشنائی پھٹکری اور گوند کی اگر تو اس طرح مشاہدہ نہیں کرتا تو مردانِ تنزیہ و مؤنثانِ تشبیہ کے درمیان مخنث ہے۔ دونوں کے درمیان مذبذب، نہ ادھر نہ ادھر کیونکہ تو اس کی ذات کو جسمیت سے منزہ کرتا ہے اسکے کلام کو حروف و اصوات سے مرکب مانتا ہے تو ہاتھ، قلم، لوح اور خط کے بارے میں کیوں توقف کرتا ہے؟ اگر تو حدیثِ رسول خلق اللہ آدم علی صورتہ سے یہ سمجھتا ہے کہ ایسی صورت مراد ہے جو آنکھوں سے دکھائی دیتی ہے تو پھر مکمل مشبہ بن جا اور اگر باطنی صورت والا سمجھتا ہے جو نہ بصیرت سے ادراک کی جا سکتی ہے نہ بصر سے تو خالص منزہ و مقدسہ بن جا۔

جب سالک نے یہ باتیں سنیں اور اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اسے اپنے اوپر بڑا غصہ آیا مگر جب علم نے اپنی حدت سے اس کے اندر نور پیدا کر دیا تو علم نے کہا یہ اچھا موقعہ ہے آنکھیں کھول تو اس کے لیے علم الٰہی منکشف ہو گی اسے معلوم ہو گیا کہ قلم نہ لکڑی کا ہے نہ نرکل کا نہ اس کے نوک ہے نہ دم، وہ علی الدوام لکھتا ہی رہتا ہے گویا قلوب بشر میں اس کی نوک ہے تو اسے بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگا علم بہترین رفیق ہے کیونکہ مجھے قلم کی حقیقت اسی کی وجہ سے معلوم ہو گی اب اس نے علم کو الوداع کہا اور کہا اب میں قلم کی بارگاہ میں جانا چاہتا ہوں اسی سے اس کے بارے میں دریافت کروں گا چنانچہ وہ قلم کے پاس گیا تو کیسے قلوب میں علوم کو رقم کرتا رہتا ہے؟ اس نے کہا قلم والی حکایت بھول گیا بس اسی پر مجھے قیاس کر لے۔ وہ کہنے لگا مگر تو تو اس کے مشابہ نہیں ہے۔ قلم نے کہا تو نے [illegible] اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا؟ وہ بولا ہاں، کہا تو یمین الملک سے [illegible] دریافت کر کیونکہ میں اس کے

قبضہ میں ہوں اور آدمی کے قلم اور اس قلم میں کوئی فرق نہیں کہ دونوں مجبور و مسخر ہیں وہ پوچھنے لگا۔ یمین الملک کون ہے؟ قلم نے کہا کیا اللہ کا یہ قول نہیں سُنا والسموٰت مطویات بیمینہ؟ کہاں کہا تو قلم بھی اسی کے قبضہ میں ہے۔ وہی چلاتا ہے سالک یمین الملک کے پاس گیا تو حیران رہ گیا کیونکہ وہ دوسرے ہاتھوں کی طرح نہ تھا نہ انگلیاں دوسروں کی انگلیوں کی طرح تھیں۔ اس نے قلم کو اس کے ہاتھ میں چلتا دیکھا تو اُسے معلوم ہو گیا کہ واقعی قلم معذور ہے اس نے یمین الملک سے پوچھا قلم کو کیوں ہلاتے ہو اس نے کہا میرا بھی وہی جواب ہے جو عالم شہادت میں تم نے یمین سے سُنا تھا کہ قدرت یہ کام کرتی ہے وہ قدرت کی طرف گیا اور اس سے سوال کیا کہ یمین کو کیوں حرکت دیتی ہے؟ وہ بولی میں تو ایک صفت ہوں قادر سے پوچھ، وہ سوال کی جرأت کرنے ہی والا تھا کہ بارگاہِ ایزدی سے ندائی "وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے سوال نہیں کیا جا سکتا اور ان سے سوال کیا جائے گا۔" یہ ندا سُن کر وہ ہیبت سے بے ہوش ہو گیا، مدت تک پڑا رہا ہوش آیا تو کہہ اٹھا،

سبحانک ما اعظم شانک تبت الیک

اب ہم مقصود اصلی کی طرف لوٹتے ہیں اور توکل کا مفہوم بیان کرتے ہیں، وکیل پر اعتماد کرنے کو توکل کہتے ہیں، کیونکہ انسان جانتا ہے کہ اس کے علم سے کوئی چیز نہیں نکل سکتی اور غیر نفع و ضرر کا مالک نہیں۔

اقوالِ شیوخ

ابو موسیٰ دیلی کہتے ہیں، میں نے بایزید سے توکل کے بارے میں دریافت کیا، وہ بولے تمہارے احباب کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا ہمارے احباب کہتے ہیں اگر درندے اور سانپ تمہارے داہنے ہوں اور بائیں بھی تو ذرا سی بھی پریشانی نہ ہو، بایزید نے کہا "ہاں قریب قریب ایسا ہی ہے، لیکن اگر اہلِ جنت، جنت میں مزے اڑا رہے ہوں اور دوزخ والے عذاب میں مبتلا ہوں اور تم ان دونوں کے درمیان امتیاز کرو تو توکل سے باہر ہو گئے۔"

ابوعبداللہ قریشی سے توکل کے بارے میں دریافت کیا گیا تو کہا، ہر حال میں اللہ سے تعلق رکھنا توکل ہے، سائل نے کہا اور کچھ فرمایئے بولے ہر اس سبب کا چھوڑ دینا جو خدا تک نہ پہنچا سکے۔

درجاتِ توکل

توکل کے تین درجے ہیں، پہلا یہ کہ اللہ پر اللہ وثوق ہو جیسا کسی امانت دار، مہربان، شفیق، درست کار وکیل پر ہوتا ہے۔

Marfat.com

دوسرا یہ کہ اللہ کے ساتھ ایسا معاملہ ہو جیسے بچے کا ماں کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ اس کے سوا کسی کو نہیں جانتا اور اسی کی طرف ہر بات میں رجوع کرتا ہے اور سب سے پہلے اسی کا خیال اس کے دل میں آتا ہے۔ یہ مقام ترک دعاء وسوال عن غیر اللہ کو چاہتا ہے کیونکہ وہ شفیق و کریم ہے۔ تیسرا یہ کہ کبھی ہو جائے اور کبھی زائل ہو جائے جیسے مریض کے چہرے کی رنگت کبھی زرد پڑ جاتی ہے اور کبھی رونق آجاتی ہے۔

اب آپ یہ سوال کریں گے کیا بندے کا اسباب و تدبیر کے ساتھ کوئی تعلق رہ جاتا ہے؟ معلوم ہونا چاہیئے کہ تیسرا مقام تدبیر کی نفی کرتا ہے البتہ اللہ سے دعا اور بچے کی طرح تضرع و زاری کرسکتا ہے۔

اعمالِ متوکلین

بعض لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ متوکل کو ایسا ہو جانا چاہیئے جیسے قصاب کے سامنے گوشت پڑا رہتا ہے مگر یہ خیال غلط ہے کیوں کہ اعمال و افعال یا تو جلب نفع کے لیے ہوتے ہیں یا حفاظت نفع کے لیے، یا دفع ضرر کے واسطے ہوتے ہیں یا قطع ضرر کے لیے۔

جلب نفع والے افعال بعض ایسے ہیں کہ سُنت الٰہی اسی طرح ہے لہٰذا ان کے خلاف نہیں کیا جا سکتا جیسے کھانے کو چبانا یا مُنہ تک لے جانا کہ ان کا چھوڑنا حماقت و جنون ہے۔ رہے وہ افعال جو عموماً اسی طرح ہوتے ہیں جیسے سفر کے لیے توشہ لے جانا تو جو شخص ایسے مقام کا سفر اختیار کرے جہاں دانا پانی نہ ہو اور توشہ ساتھ نہ لے تو یہ توکل نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو وہ توکل کے بلند ترین درجے پر ہے رہیں وہ باتیں جو مقصود تک بہت ہی کم پہنچاتی ہیں جیسے کسب و اکتساب کے لیے چھوٹی چھوٹی جزئیات میں جانا تو اس سے توکل باطل ہو جاتا ہے۔

دُوسرا مقام توکل کا یہ ہے کہ اپنے گھر یا مسجد میں بیٹھ رہے یہ توکل تو ہے کہ ترک اسباب کر دیا اور کسب کو چھوڑ دیا مگر پہلے سے بہت کم درجہ کا ہے کیونکہ وہ ایسی جگہ بیٹھا ہے جہاں لوگ آتے جاتے ہیں۔

تیسرا مقام یہ ہے کہ سُنت کے مطابق کسب کرے جیسا کہ کسب کے باب میں گزرا کہتے ہیں ایسا کرنے سے توکل سے خارج نہیں ہوتا مگر یہ سب سے کم درجہ کا توکل ہے اس میں بھی یہ شرط ہے کہ مال و اسباب پر توکل نہ ہو اس کی پہچان یہ ہے کہ چوری یا ضائع

Marfat.com

ہو جانے سے غم نہ ہو۔

عیال دار کا توکل

عیال دار اپنے بیوی بچوں کے حق میں توکل نہیں کر سکتا کیونکہ توکل جب کر سکتا ہے کہ بھوک پر کم سے کم ایک ہفتہ صبر کر سکے اور اگر رزق نہ پہنچے تو مرنا قبول کرلے۔ اسی قسم کی اور دوسری باتیں ہیں۔ یہ باتیں اولاد کے حق میں متصور نہیں ہو سکتیں لہٰذا کسب ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت صدیق سے منقول ہے کہ وہ عیال کے لیے کمانے نکلے تھے۔ یہ وہی تیسرا مقام ہے جس کا ہم ذکر چکے، کھانے کا اولاد کے لیے ذخیرہ کرنا سنت ہے ہاں اگر کوئی شخص عیال دار نہیں ہے اور اُسے مثلاً وراثت میں مال مل گیا یا کسی اور طرح سے ہاتھ لگ گیا تو اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ بقدر ضرورت لے لے اور باقی کو تقسیم کر دے۔ کل کے لیے ذخیرہ نہ کرے۔ دوسرا درجہ یہ کہ چالیس دن یا کم کے لیے جمع کرلے۔ اس میں اختلاف ہے کہ ایسا شخص توکل سے نکل گیا یا نہیں۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ مہینہ یا سال کے لیے ذخیرہ کرلے ایسا کرنے سے یقیناً درجۂ متوکلین سے گر جاتا ہے۔ کہتے ہیں تین حیوان ذخیرہ کرتے ہیں، چوہا، چیونٹی اور ابن آدم۔

توکل کی دوسری قسم یہ ہے کہ ضرر کو اپنے آپ سے دور کرے یا نچے جیسے جھکی ہوئی دیوار یا گرنے والی چھت سے بھاگے۔ ایسا کرنے سے توکل باطل نہیں ہوتا بلکہ اس قسم کی باتیں بزرگوں سے منقول ہیں۔

ان اسباب کی تین قسمیں ہیں، موہوم، مظنون اور مقطوع، موہوم کا ترک واجب ہے جیسے جنتر منتر وغیرہ، رسول اللہ نے متوکلین کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ جادو ٹونے، داغ دینے اور بدفالی سے بچتے ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ سردی سے بچاؤ کے لیے کپڑے نہیں پہنتے ہاں اگر یہ ممکن ہو کہ کسی کی ایذاء رسانی پر صبر کر سکے تو یہ توکل ہے۔ اس لیے کہ اللہ نے فرمایا ہے، "ان کی ایذاء رسانی کی پرواہ نہ کرو اور اللہ پر توکل کرو۔" علاج کے ترک کو بھی اسی پر قیاس کرلو بعض نے بعض حالات میں علاج نہیں کیا، اس کا دارومدار انسان کے مقام توکل پر ہے۔

○

Marfat.com

چھتیسواں باب

محبّت، شوق و رضا

معلوم ہونا چاہیئے کہ خدا واسطے محبّت بلند مقاصد سے ہے، شوق، انس اور رضا اس کے تابع ہیں، بعض لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے کیونکہ وُہ اس لذت سے محروم تھے ہم آیات واحادیث سے اسے ثابت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

"جو ایمان لائے وُہ اللہ سے بہت محبّت کرتے ہیں" "وُہ اس سے محبت کرتے ہیں" اور وہ ان سے محبّت کرتا ہے" حدیث میں ہے، "تم میں سے کوئی صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اللہ اور رسُول تمھارے اہل، مال اور سارے لوگوں سے محبوب نہ ہوں" مشہور حدیث ہے کہ جب ملک الموت حضرت ابراہیم کی رُوح قبض کرنے لگا تو انھوں نے دریافت کیا کبھی تجھے کوئی ایسا دوست ملا ہے جو اپنے دوست کو مار ڈالے؟ تو اللہ نے وحی بھیجی کیا تم نے کوئی ایسا دوست دیکھا ہے جو دوست سے نہ ملنا چاہے؟ حضرت ابراہیم بولے اے ملک الموت! اب رُوح قبض کرلے۔

رسُول اللہ نے فرمایا ہے، "اے اللہ! مجھے اپنی محبّت دے اور جو شخص تجھ سے محبت کرتا ہو اور اس کی بھی جو مجھے تیری محبّت سے قریب کر دے، اپنی ذات کو ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ میرے لیے محبوب کر دے۔"

ایک بدّو نے سوال کیا، یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ تو آپ نے دریافت فرمایا تُو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ بولا نہ مَیں نے کثرت سے روزے رکھے نہ بکثرت نماز پڑھی مگر یہ کہ اللہ اور رسُول سے محبّت کرتا ہُوں، تو آپ نے فرمایا، "انسان اپنے محبُوب کے ساتھ ہوتا ہے۔"

حضرت انس بیان کرتے ہیں میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد اگر کسی چیز سے خوش ہوتے پایا تو وہ اللہ رسول کی محبت تھی۔ ابوبکر صدیق نے فرمایا "جو شخص خالص اللہ رسول کی محبت پالیتا ہے وہ طلبِ دُنیا سے رک جاتا ہے اور سارے آدمیوں سے اُسے وحشت ہو جاتی ہے۔"

محبت کی حقیقت

محبت یہ ہے کہ طبیعت اس کی طرف مائل ہو اور لذت محسوس کرے بغض اس کی ضد ہے بغض یہ ہے کہ طبیعت نفرت کرے کیونکہ وُہ چیز موافقِ طبع نہیں ہے۔ جس قدر لذت زیادہ ہوگی محبت زیادہ ہوگی۔ لذتِ چشم دیکھنے میں لذتِ گوش سُننے میں اور لذتِ شم سونگھنے میں ہے۔ اسی طرح جملہ حواس اپنی لذت سے محبت کرتے ہیں۔ رسُولِ خدا نے فرمایا ہے "مجھے تمھاری دُنیا سے تین چیزیں پسند ہیں، خوشبو اور عورت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔" اس حدیث میں آپ نے بیان فرما دیا کہ حواسِ خمسہ کی لذتوں کے علاوہ ایک اور بھی محبُوب و لذیذ چیز ہے کیونکہ نماز سے حواسِ خمسہ لذت یاب نہیں ہوتے۔

باطنی بصیرت، ظاہری بصارت سے زیادہ قوی ہوتی ہے، دل آنکھ سے زیادہ ادراک کرتا ہے اور جمالِ معانی مدرکہ بالعقل، جمالِ صورتِ ظاہری سے زیادہ کامل و اکمل ہے لہٰذا قلب کو جو لذت امورِ الٰہیہ کے ادراک سے حاصل ہوتی ہے وُہ حواس کی لذتوں سے بہت بلند ہے۔ اس لیے طبعِ سلیم کا میلان ادھر زیادہ ہوتا ہے۔ اس لذت کا وہی شخص انکار کرسکتا ہے جو درجۂ بہائم میں ہے اور حواس سے آگے قدم نہیں اُٹھا سکا۔

انسان کو سب سے زیادہ محبُوب' دوامِ نفس ہے کیونکہ اسے نفس سے بہت زیادہ مناسبت ہے لہٰذا وہ اپنے نفس کے دوام کو چاہتا ہے اس کے بعد انسان کو اپنے محسن سے زیادہ محبت ہوتی ہے کیونکہ انسان احسان کا غلام ہوتا ہے۔ کبھی انسان کو کسی چیز سے محبت اس کی ذاتی خوبی کی بنا پر ہوتی ہے۔ یہ محبت کی سب سے عمدہ قسم ہے کہ اس میں کوئی غرض شامل نہیں ہوتی۔ ہر جمال محبُوب ہوتا ہے اب یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ خیالات میں محبوس انسان یہ خیال کرتا ہے کہ جمال صرف محسوسات و متخیلات میں ہے۔ ایسا نہیں ہے، حسنِ جمیل ہر اُس کمال سے تعلق رکھتا ہے جو حدِ امکان تک ہو دیکھو، گھوڑے کو وہ چیزیں حسین بناتی ہیں۔ جو آدمی کو حسین نہیں بناتی اور خط میں ایسی باتیں حسن پیدا کرتی ہیں جو آواز یا صورت پیدا

Marfat.com

نہیں کرتیں ۔ یہ سب اشیاء محبوب ہیں ۔ اگرچہ کوئی یہ خیال کرے کہ حسن ظاہر ہی میں ہوتا ہے ۔ دیکھو اخلاقِ حسنہ ، علم ، قدرت اور عقل سب حسین اور محبوب ہیں حالانکہ غیر محسوس ہیں ، البتہ نورِ بصیرت سے ان کا ادراک ہوتا ہے ۔ اسی طرح نبی ، اصحاب اور آئمۂ مذاہب کی محبت ہے ۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی تو مستحق محبت خدا کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ خالق و واہب ہے پھر یہ کہ وہی دوام ، بقا اور سلامتی کا سبب ہے اور ہر حال میں محسن ہے ۔ وہی جمیل و حسین ہے اور سارے جمال اسی کے عطیہ سے ہیں ۔ جو شخص بھی انبیاء ، صحابہ اور ائمہ سے اس لیے محبت کرتا ہے کہ وہ مجموعۂ اخلاقِ حسنہ تھے تو یہ سب اُسی کی طرف سے اور اسی کے جمال سے تھے ۔

آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ انسان کی طبیعت اُسے اخلاقِ حسنہ سے آراستہ ہونے کی قدرت دیتی ہے ۔ تخلقوا باخلاق اللہ ' دل میں ایک نورِ الٰہی ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ، " جس کے سینے کو اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا وہ اپنے پروردگار کے نور سے منور ہے ۔" جمال سے ہر کوئی محبت کرتا ہے اور خدا سے زیادہ جمیل کوئی نہیں ، بقدرِ ادراک لذت ہے اور بقدرِ لذت محسوس ہے ۔

○

فصل

مدرکات کی دو قسمیں ہیں بعض وُہ ہیں جو خیال میں آتی ہیں جیسے صورتیں اور بعض وُہ ہیں جو خیال سے بالاتر ہیں جیسے ذاتِ باری اور ہر وُہ شے جو نہ جسم ہے نہ صُورت جیسے علم ، قدرت اور ارادہ ۔

جب ہم کسی انسان کو دیکھتے ہیں پھر آنکھ بند کر لیتے ہیں تو اس کی صُورت کو اپنے خیال میں حاضر پاتے ہیں گویا اسے دیکھ رہے ہیں مگر جب آنکھ کھولتے ہیں تو دونوں میں فرق پاتے ہیں ۔ یہ فرق صورتوں کے درمیان نہیں ہوتا بلکہ مزید کشف و وضوح میں ہوتا ہے ۔ ایسے سمجھو کہ جیسے ہم کسی شخص کو اندھیرے مُنہ دیکھیں اور پھر اسی کو سُورج نکلنے کے بعد دیکھیں تو دونوں میں فرق نہیں ہے البتہ واضح اور روشن ہونے کے اعتبار سے فرق ہے ۔

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو گئی تو معلوم ہونا چاہیے کہ سنتِ الٰہی یہ ہے کہ جب تک نفس صفاتِ ذمیمہ سے محجوب رہتا ہے عالمِ حس وخیال سے بالا کی چیزوں کا مشاہدہ نہیں کرتا گویا یہ بند آنکھ کے لیے پلکوں کی مانند ہیں تو جس قدر یہ صفات محو ہوتی ہیں اسی قدر کشف، وضوح، لذت اور محبت کا اضافہ ہوتا ہے۔

اسبابِ حبِّ الٰہی

آخرت میں سب سے بڑا سعید وُہ ہو گا جو اللہ سب سے زیادہ محبت رکھتا ہو گا۔

کیونکہ آخرت کیا ہے اللہ کی طرف بڑھنا اور اس سے ملاقات کرنا، عاشق اپنے محبوب کی طرف بڑھے تو اس سے زیادہ طولِ انتظار کے بعد اور کیا نعمت ہو سکتی ہے جبکہ کوئی چیز مزاحم بھی نہ ہو۔

زیادتیِ محبت کے دو سبب ہیں۔

۱۔ دل کا ماسوا سے خالی ہونا کیونکہ جب کوئی برتن جس قدر خالی ہو گا اُسی قدر اس میں چیز سما سکے گی۔ قطعِ علائق سببِ تجرید وتفرید ہے، اسی کی طرف اللہ نے اشارہ کیا ہے "کہہ دو اللہ، پھر انھیں چھوڑ دو۔"

۲۔ کمالِ معرفت ہے۔ پہلے سبب کی مثال ایسی سمجھ لو جیسے کوئی زمین کو خس وخاشاک سے پاک کر دے اور دُوسرے سبب کی مثال یُوں سمجھ لو جیسے کوئی زمین میں بیج ڈال دے تو وُہ پھلے پھُولے اور اس سے شجرِ معرفت پیدا ہو یعنی کلمۂ طیبہ جیسا کہ اللہ نے فرمایا، "اس کی جڑ زمین میں اور شاخیں آسمان میں ہیں۔" واللہ اعلم۔

○

فصل

شوق

محبت دل میں گھر کر لیتی ہے تو محبُوب کی طرف اشتیاق پیدا ہو جاتا ہے اس پر بہت د

Marfat.com

آیات واحادیث دلالت کرتی ہیں۔ روایت ہے کہ ابو الدرداء نے حضرت کعب سے کہا۔ مجھے تورات کی سب سے خصوصی آیت بتائیے تو انھوں نے فرمایا اللہ کہتا ہے "ابرار کا شوق میری ملاقات کے لیے بہت زیادہ ہے اور میرا شوق ان کی ملاقات کے لیے ان سے زیادہ ہے۔" حضرت کعب نے بیان کیا کہ اس کے برابر لکھا ہے "جو مجھے طلب کرتا ہے پاتا ہے اور جو غیر کو طلب کرتا ہے وہ مجھے نہیں پاتا۔" ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ سے ایسا ہی سُنا ہے۔"

حضرت داؤد کے بیان میں ہے کہ اللہ نے فرمایا "اے داؤد! اہلِ زمین کو یہ بات پہنچا دو کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں جو مجھ سے محبت کرتا ہے، اس کا ہم نشین ہوں جو میرے پاس بیٹھتا ہے، اس کا مونس ہوں جو میرے ذکر سے مانوس ہوتا ہے، اس کا ساتھی ہوں جو میرے ساتھ رہتا ہے، اس کو پسند کرتا ہوں جو مجھے پسند کرتا ہے اور اس کا مطیع ہوں جو میری اطاعت کرتا ہے جو بندہ بھی دل کے ساتھ مجھ سے محبت کرتا ہے میں اُسے قبول کرتا اور اس سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اس سے نہیں بڑھتا، جس نے حق کے ساتھ مجھے طلب کیا پایا، اور جس نے غیر کو طلب کیا مجھے نہیں پا سکا لہٰذا اے اہلِ زمین! نیرنگیٔ دنیا کو ٹھکرا دو اور میری کرامت و مصاحبت کی طرف بڑھو، میرے ساتھ انس کرو میں تمھارے ساتھ اُنس کروں گا اور تمھاری محبت کی طرف قدم بڑھاؤں گا، میں نے اپنے احباب کی مٹی کو ابراہیم خلیل، موسیٰ کلیم اور محمد مصطفےٰ کی مٹی سے پیدا کیا ہے، اپنے مشتاقوں کے دلوں کو اپنے نُور سے بنایا اور اپنے جلال سے زینت دی۔"

بعض سلفِ صالحین سے منقول ہے کہ اللہ نے بعض صدیقوں کی طرف وحی بھیجی کہ "میرے کچھ بندے ایسے ہیں جو مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں ان سے محبت کرتا ہوں، وہ میری طرف مشتاق ہوتے ہیں اور میں ان کی طرف مشتاق ہوتا ہوں، وہ مجھے یاد کرتے ہیں، میں انھیں یاد کرتا ہوں، وہ مجھے دیکھتے ہیں اور میں انھیں دیکھتا ہوں، اگر تم ان کے طریق پر چلوگے تو میں تم سے محبت کروں گا اور اگر ان سے مُنہ موڑوگے تو میں تم سے نفرت کروں گا۔"

انھوں نے دریافت کیا "پروردگار! ان کی کیا پہچان ہے؟" فرمایا "وہ دن کو سایوں پہ ایسی نگاہ رکھتے ہیں جیسے مہربان چرواہا اپنی بکریوں کی، غروبِ شمس کے منتظر رہتے ہیں جیسے پرند غروب کے وقت اپنے آشیانوں کے، جب رات چھا جاتی ہے، تاریکی ہو جاتی ہے، بستر

Marfat.com

بچھائے جاتے ہیں اور ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ خلوت میں جاتا ہے تو وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں، اپنے چہروں کو بچھا دیتے ہیں، میرے کلام کے ساتھ مجھ سے مناجات کرتے ہیں اور مجھ سے میرے انعام کے لیے خوشامد کرتے ہیں۔ کوئی آہ وزاری کرتا ہے، کوئی رونا ہے، کوئی شکوہ کرتا ہے، کوئی کھڑا ہوتا ہے، کوئی بیٹھا تو کوئی رکوع میں اور کوئی سجدے میں میری وجہ سے وہ جو کچھ برداشت کرتے ہیں میں دیکھتا رہتا ہوں اور میری محبت میں جو شکوے کرتے رہتے ہیں میں سنتا رہتا ہوں، سب سے پہلے میں انھیں تین چیزیں دیتا ہوں۔

۱۔ اپنا نور ان کے قلوب میں ڈالتا ہوں تو وہ میرے بارے میں خبر دیتے ہیں جیسے میں ان کے بارے میں خبر دیتا ہوں۔

۲۔ اگر آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے ان کی ترازو میں ڈال دیا جائے تو میں اُسے ان کے لیے کم ہی سمجھتا ہوں۔

۳۔ میں خود ان کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں جس کی طرف التفات کرتا ہوں اُسے کیا دینا چاہتا ہوں ؟"

داؤد علیہ السلام کے بارے میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی "اے داؤد! کب تک جنّت کا ذکر کرو گے اور میری محبت کا سوال نہیں کرو گے؟ حضرت داؤد نے دریافت کیا پروردگار! تیرے مشتاق کون لوگ ہیں؟ فرمایا میرے مشتاق وہ ہیں جنھیں میں نے ہر کدورت سے پاک کر دیا ہے، انھیں پرہیز گاری دی اور ان کے دلوں میں ایک روشندان رکھ دیا ہے جس سے وہ میری طرف دیکھتے ہیں۔ میں اپنے ہاتھ سے ان کے دلوں کو اٹھاتا ہوں اور اپنے آسمان پر رکھتا ہوں پھر اپنے شریف ترین ملائکہ کو بلاتا ہوں، وہ جمع ہو جاتے ہیں تو مجھے سجدہ کرتے ہیں، میں کہتا ہوں سجدہ کرنے کے لیے نہیں بلایا بلکہ اس لیے بلایا ہے کہ مشتاقوں کے دل پیش کروں اور اہلِ شوق سے فخر کروں۔ ان کے دل میرے آسمان میں ملائکہ کو ایسے چمکتے دکھائی دیتے ہیں جیسے سورج اہلِ زمین کے لیے چمکتا ہے۔ اے داؤد! میں نے مشتاقوں کے دل اپنی رضا سے ترکیب دیئے ہیں، انھیں اپنے چہرے کے نور سے جلا بخشی، انھیں اپنے ساتھ باتیں کرنے والا بنایا زمین پر ان کے جسموں کو اپنا محلِ نظر بنایا اور ان کے دلوں میں ایک راہ بنائی جس سے وہ میری طرف دیکھتے ہیں اور مزید اشتیاق حاصل کرتے ہیں۔"

حضرت داؤد نے کہا پروردگار مجھے اپنی محبت والے دکھا" فرمایا اے داؤد! لبناد،

Marfat.com

پہاڑ پر جاؤ وہاں چودہ آدمی ہیں کچھ جوان کچھ پختہ عمر والے اور کچھ بوڑھے، جب وہاں جاؤ تو میرا سلام پہنچاؤ اور کہو تم لوگ کیوں اپنی کسی ضرورت کے بارے میں سوال نہیں کرتے تم تو میرے احباب، اصفیا، اور اولیا، ہو، میں تمھاری خوشی سے خوش ہوں گا اور تمھاری محبت کی طرف دوڑوں گا۔"

داؤد گئے، انھیں ایک چشمے کے قریب پایا کہ عظمتِ الٰہی میں غور وفکر کر رہے ہیں جب اُنھوں نے حضرت داؤد کو دیکھا تو منتشر ہو گئے۔ حضرت داؤد نے کہا میں تمھارے پاس اللہ کا قاصد بن کر آیا ہوں تو وہ آگے بڑھے اور نیچی نگاہیں کیے ان کی بات غور سے سُننے لگے حضرت داؤد نے کہا میں اللہ کا قاصد ہوں، اللہ تمھیں سلام کہتا ہے۔ اور کہتا ہے "اپنی کسی ضرورت کے بارے میں سوال کیوں نہیں کرتے ہو، مجھے کیوں نہیں پکارتے ہو، کہ تمھاری آوازیں اور تمھاری باتیں سُنوں اور تمھاری طرف ہر دم مادرِ مہربان کی طرح شفقت بھری نگاہوں سے دیکھوں۔" یہ سُن کر سب کے آنسو رخساروں پر جاری ہو گئے، ان میں سے ایک بوڑھا کہنے لگا "سبحانک سبحانک، ہم تیرے غلام اور غلاموں کی اولاد ہیں ہمیں بخش دے کہ ہم پچھلی زندگی میں تجھے یاد نہ کر سکے۔" دُوسرا بولا "سبحانک سبحانک ہم تیرے غلام اور تیرے غلاموں کی اولاد ہیں ہم پر حسنِ نظر کے ساتھ احسان کر۔" تیسرا بولا، "سبحانک سبحانک ہم تیرے غلام اور تیرے غلاموں کی اولاد ہیں، کیا ہم دعا مانگنے پر جرأت کر سکتے ہیں۔ تجھے تو معلوم ہے ہمیں اپنے لیے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے بس ہمیں اپنی راہ پر چلائے جا اور یہ احسان پُورا کر دے۔" چوتھا بولا، "ہمیں نطفہ سے پیدا کیا اور ہم پر یہ احسانِ عظیم کیا کہ اپنی عظمت کے بارے میں غور کرنے کی صلاحیت دی کیا وہ شخص جرأت کر سکتا ہے جو تیری عظمت کے ساتھ مشغول ہو، تیرے جلال میں غور کرتا ہو اور اپنے نوُر سے سرفراز فرمایا ہو۔" پانچواں کہنے لگا "زبانیں تیرے قرب تیری محبت اور تیری عظمتِ شان کی وجہ سے دعا سے گونگی ہو گئی ہیں۔" چھٹا بولا، "تو نے اپنے ذکر کی طرف ہمارے دلوں کو ہدایت دی اور اپنے ساتھ مشغول کیا، ہماری کوتاہی شکر کو بخش دے۔" ساتویں نے کہا، "تو ہماری ضرورت سے واقف ہے بس تجھے دیکھنا چاہتے ہیں۔" آٹھویں نے کہا، "جو کچھ تو نے دیا ہے ہم اس نعمت کی تکمیل چاہتے ہیں۔" نواں بولا، "ہمیں مخلوق سے غرض نہیں اپنا دیدار دے دے۔" دسواں بولا، "مَیں یہ سوال کرتا ہوں کہ دُنیا و آخرت کی طرف سے اندھا ہو جاؤں۔" گیارہویں نے کہا، "ہمارے دلوں کو اپنے ساتھ مشغول رکھ اور ہر چیز سے

Marfat.com

غافل کردے۔" بارہویں، تیرھویں اور چودھویں نے بھی اسی قسم کی باتیں کیں تو اللہ نے حضرت داؤد کو وحی بھیجی ان سے کہہ دیجئے" مَیں نے تمھاری باتیں سُنیں اور تمھاری دعائیں قبول کیں اَب تم سب ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ اور ایک تہ خانے میں چلے جاؤ کیونکہ مَیں پردہ اُٹھانے والا ہوں تاکہ تم میرے نور کو دیکھ سکو" حضرت داؤد نے سوال کیا پروردگار! انھیں یہ رُتبہ کیسے ملا؟ فرمایا حسنِ ظن، ترکِ دنیا، ترکِ خلائق، خلوت اور مناجات سے۔ یہ وہ مقام ہے جس کا وہی لوگ سوال کرتے ہیں جنھوں نے دنیا اور دُنیا والوں کو چھوڑ دیا۔ مجھی سے دل لگایا اور ساری مخلوق کو ٹھکرا کر میرے ہی ساتھ مشغول ہو گئے۔ مَیں ان پر مہربانی کرتا ہوں اور پردے اُٹھا دیتا ہوں حتیٰ کہ وہ میری طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کوئی شخص آنکھوں سے کسی چیز کو دیکھتا ہے۔ مَیں ہر گھڑی انھیں اپنی کرامت دکھاتا ہوں اپنے نورِ رُخ سے قریب کرتا ہوں، اگر بیمار ہوتے ہیں تو عیادت کرتا ہوں جیسے مادرِ مہربان اپنے بچے کی تیمار داری کرتی ہے، پیاسے ہوتے ہیں تو سیراب کرتا ہوں اور اپنے ذکر کا مزا چکھاتا ہوں۔ اے داؤد! جب مَیں کسی کے ساتھ ایسا کرتا ہوں تو اُسے دنیا اور اہلِ دنیا سے اندھا کر دیتا ہوں وہ ہر دم میرے ساتھ مشغول رہتا ہے، وہ میرے پاس آنے کی جلدی کرتا ہے اور مَیں اسے مارنا نہیں چاہتا کیونکہ وہ مخلوق میں میرا مطمحِ نظر ہوتا ہے، میرے سوا کسی کو نہیں دیکھتا اور مَیں اس کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا۔ اے داؤد! مَیں جب اُسے ایسی حالت میں دیکھتا ہوں کہ دُبلا ہو گیا ہے، اس کا نفس، اس کا جسم اور اس کے اعضا پگھل گئے ہیں تو مَیں اپنے ملائکہ اور اہلِ سمٰوٰت کے سامنے فخر کرتا ہوں، میری عزت و جلال کی قسم اے داؤد! مَیں اسے جنتِ فردوس میں جگہ دوں گا اور اس کے سینے کو اپنے دیدار سے ٹھنڈا کر دوں گا حتیٰ کہ وہ خوش رہے۔"

داؤد علیہ السلام کے بیان میں یہ بھی لکھا ہے" میرے ان بندوں سے جو میری طرف متوجہ ہوتے ہیں کہہ دیجئے۔ اگر تم مخلوق سے حجاب میں ہو گئے اور مَیں تم سے بے حجاب ہو گیا تو تم نے کوئی نقصان نہیں اُٹھایا، اگر تم دنیا سے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے اور مَیں نے تمھاری طرف ہاتھ بڑھا دیا تو تم خسارے میں نہیں رہے اور تمھیں مخلوق کی ناراضگی سے کوئی ضرر نہیں پہنچا اگر تم میری رضا کے طالب ہوئے۔"

احوالِ حضرت داؤد میں لکھا ہے کہ اللہ نے ان کی طرف وحی بھیجی" تم خیال کرتے ہو کہ مجھ سے محبت کرتے ہو، اگر ایسا ہی ہے تو دل سے محبتِ دنیا کو نکال دو کیونکہ کسی دل میں میری

Marfat.com

اور اس کی محبت جمع نہیں ہوتی۔ اے داؤد! میرے محبت کرنے والوں سے محبت خلوص سے کر۔ اہل دُنیا سے میل ملاپ رکھ۔ اپنا قرض میرے ذمہ ڈال دے لوگوں کے ذمہ نہ ڈال، میں تیرا قائد رہبر بنوں گا، بغیر مانگے دوں گا، مصیبتوں میں تیری مدد کروں گا کیونکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ اس بندے کو ضرور جزا دوں گا جو مجھ سے مستغنی نہیں ہے۔ اگر تو ایسا کرے گا تو ذلت و خوف کو تجھ سے دُور کر دوں گا اور تیرے دل کو غنی کر دوں گا۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ جو شخص اپنی ذات اور اپنے افعال کو نہیں دیکھتا میں اس کا وکیل بن جاتا ہوں۔ میری معرفت کی کوئی حد نہیں ہے جب بھی تو اضافہ چاہے گا اضافہ کروں گا۔ بنو اسرائیل سے کہہ دے کہ میرے اور مخلوق کے درمیان رشتۂ نسب نہیں ہے لہٰذا انھیں چاہیئے کہ میری ہی طرف رغبت کریں۔ میں وہ چیز دوں گا جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھی، کسی کان نے نہیں سُنی اور نہ کسی بشر کے دل پر گزری۔ مجھے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ اور دل کی آنکھ سے دیکھ، ان لوگوں کی طرف نہ دیکھ جو میری طرف سے حجاب میں ہیں کہ ان کے دل میلے ہو چکے ہیں۔ میں نے اپنے عزت و جلال کی قسم کھائی ہے کہ اپنا ثواب اس بندے کے لیے کھول دوں گا جو میری طاعت میں لگا رہتا ہے۔ اے داؤد! جنھیں تو تعلیم دیتا ہے اُن سے تواضع کر اور مریدوں کے سامنے بڑا نہ بن اگر میری محبت والے یہ جانتے کہ مریدوں کی میرے ہاں کیا عزت ہے تو ان کے لیے زمین بن جاتے۔ اے داؤد! اگر تو ایک مرید کو اس کی غفلت سے نکال دے تو یہ میرے نزدیک دُنیا و مافیہا سے بہتر ہے تو میں تجھے مجاہد بندہ لکھ دوں گا اور میں جسے مجاہد لکھ دیتا ہوں اس پر نہ کبھی غم طاری ہوتا ہے نہ فاقہ۔ اے داؤد! میرے کلام کو مضبوطی سے تھام لے۔ اپنے لیے اپنے نفس سے توشہ حاصل کر، میرے بندوں کو میری رحمت سے مایوس نہ کر، میرے لیے اپنی خواہشات کو منقطع کر دے کیونکہ میں نے خواہشات کم زور بندوں کے لیے مقسوم کی ہیں اس لیے کہ شہوتیں مناجات میں خلل ڈالتی ہیں۔ میں اپنے دوستوں کو دُنیا نہیں دیتا۔ اے داؤد! میرے اور اپنے درمیان کسی ایسے عالم کو نہ لا جسے حب دنیا نے مدہوش کر دیا ہو کہ وہ تجھے اپنے سکر سے میری محبت سے روک دے یہ راہ کے ڈاکو ہیں، ترکِ شہوت کے لیے روزے رکھ اور افطار کے وقت زیادہ مت کھا۔ اے داؤد! اپنے نفس سے دشمنی کر اور اسے شہوتوں سے روک میرا محبوب بن جائے گا اور پردے اُٹھ جائیں گے۔

یہ ساری حکایتیں امکانِ شوق پر دلیل ہیں۔

اللہ کی بندوں سے محبّت

اس پر بہت سی آیتیں اور حدیثیں دلالت کرتی ہیں چنانچہ اللہ فرماتے ہیں، "اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر جہاد کرتے ہیں۔" "اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔"

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا، جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اُسے کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچاتا اور گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کی مانند ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین مطلب یہ ہے کہ جب وُہ کسی سے محبت کرتا ہے تو موت سے پہلے اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے لہذا پچھلے گناہوں سے اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا خواہ وہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں، جیسے گزشتہ کفر اسلام کے بعد بے اثر ہو جاتا ہے۔ اللہ جس سے محبت کرتا ہے اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ فرماتا ہے "اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہوں کو بخش دے گا۔" رسول پاک نے فرمایا ہے "اللہ دُنیا ان لوگوں کو دیتا ہے جن سے محبّت کرتا ہے اور ان لوگوں کو بھی جن سے محبت نہیں کرتا مگر ایمان محبّت والوں ہی کو دیتا ہے۔" نیز فرمایا، "جو اللہ کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ اُسے بلند کرتا ہے اور جو تکبّر کرتا ہے اللہ اُسے گرا دیتا ہے اور جو بکثرت ذکرِ خدا کرتا ہے اللہ اُس سے محبّت کرتا ہے تو اس کی آنکھ اور کان بن جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا اور سنتا ہے۔"

زید بن اسلم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندے سے اس قدر محبت کرتا ہے کہ کہہ دیتا ہے "جو چاہے کر میں نے تجھے بخش دیا۔" رسُول اللہ نے کہا ہے کہ اللہ فرماتا ہے "بندہ میری طرف نوافل سے قریب ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ مَیں اس سے محبّت کرتا ہوں۔" اللہ کی محبّت کی یہ علامت ہے کہ اُسے دوسروں سے نفور کر دیتا ہے اور اس کے سارے اسباب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ نے فرمایا "جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اُسے مبتلا کر دیتا ہے اور جب بہت محبّت کرتا ہے تو مال و اولاد سے محروم کر دیتا ہے۔"

حضرت عیسیٰ سے پوچھا گیا سواری کے لیے گدھا کیوں نہیں خرید لیتے؟ فرمایا مَیں گوارا نہیں کرتا کہ گدھا مجھے خدا سے غافل کر دے۔" حدیث ہے جب اللہ کسی بندے سے

Marfat.com

محبت کرتا ہے تو مبتلا کر دیتا ہے اگر صبر کرتا ہے تو اُسے چُن لیتا ہے اور اگر راضی رہتا ہے تو برگزیدہ کر دیتا ہے یہ

صوفیہ نے کہا ہے، اللہ کی محبت کی یہ نشانی ہے کہ انسان اپنے محبوب کو اس کے محبوب پر قربان کر دیتا ہے، اس کا بکثرت ذکر کرتا ہے اور خلوت و مناجات اس کے لیے غیر کے ساتھ مشغول ہونے سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔

فضیلتِ رضا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اللہ اُن سے راضی اور وہ ان سے راضی"۔ حدیث میں ہے، اللہ مومنوں کے لیے تجلّی کرتا ہے اور کہتا ہے مجھ سے سوال کرو تو وُہ کہتے ہیں "اپنی رضا دے" ان کا رضا کا سوال کرنا انتہائی فضیلت پر دلالت کرتا ہے۔

روایت ہے کہ رسُول اللہ نے اپنے اصحاب سے دریافت کیا کہ تم لوگ کیا ہو؟ وُہ بولے مومن' پوچھا تمھارے ایمان کی کیا علامت ہے؟ بولے بلاء میں صبر کرتے ہیں، عیش میں شکر کرتے ہیں اور قضائے الٰہی پر راضی رہتے ہیں، فرمایا "رب کعبہ کی قسم تم مومن ہو" دُوسری حدیث میں ہے کہ فرمایا "تم لوگ حکماء و علماء ہو اپنے تفقہ کی وجہ سے قریب ہے کہ انبیاء ہو جاؤ"

حضرت موسیٰ نے عرض کی پروردگار! مجھے ایسا کام بتا جس میں تیری رضامندی ہو تا کہ عمل کروں اللہ نے وحی بھیجی میری رضا اس چیز میں ہے جس سے تو کراہیت کرتا ہے تو اس چیز پر صبر ہی نہیں کرتا جو تجھے ناپسند ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ نے عرض کی پروردگار بتا وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا "رضا بقضا"۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ رضا، اللہ کا سب سے بڑا دروازہ ہے، جس شخص نے ادھر راہ پائی وہ اعلیٰ درجہ و رُتبہ پر ہے۔

○

Marfat.com

فصل

حکایاتِ مُحبّین

ابوتراب بخشی اپنے ایک مرید سے بہت ہی خوش تھے، اسے اپنا قرب دیتے اور اس کی ضروریات کا خیال رکھتے۔ مرید اپنی عبادت واحوال میں مشغول رہتا تو ابوتراب نے ایک دن اس سے کہا کاش تو بایزید کی زیارت کرلیتا مرید نے کہا مجھے بایزید سے ملنے کی فرصت نہیں ہے، جب ابوتراب نے بار بار تقاضا کیا تو مرید کو غصہ آگیا بولا، افسوس میں بایزید کا کیا کروں گا میں نے تو اللہ کو دیکھ لیا ہے اس نے مجھے بایزید کی ملاقات سے بے نیاز کردیا ہے تو ابوتراب کو غصہ آگیا بولے تو اللہ پر نہ جانا اگر تو ایک بار بایزید کو دیکھ لے تو ستر بار زیادہ خدا کے دیکھنے سے تجھے نفع ہو، مرید یہ سن کر حیران رہ گیا، اور یہ بات اُسے ناگوار گزری کہنے لگا یہ کیسے ؟ ابوتراب نے کہا، تجھ پر افسوس ! تو اللہ کو دیکھتا ہے تو تیری مقدار کے بقدر اس کی تجلی ہوتی ہے اور بایزید کے لیے اس کے مرتبہ کے برابر۔ تو وہ مرید سمجھ گیا اور کہنے لگا مجھے ان کے پاس لے چلیے چنانچہ دونوں روانہ ہوئے اور ٹیلے پر بایزید کا انتظار کرنے لگے وہ ایسی جھاڑی میں رہتے تھے جہاں درندے تھے۔ وہ آئے ایک پوستین پیٹھ پڑی تھی ابوتراب نے مرید سے کہا، دیکھ یہ بایزید ہیں اُس نے ان کی طرف دیکھا تو بے ہوش ہوکر گر پڑا، ہلایا تو مرچکا تھا دونوں نے مل کر اُسے دفن کردیا ابوتراب نے بایزید سے کہا آپ کی ایک نظر نے اُسے مار ڈالا۔ فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ آپ کا مرید صادق تھا اس کے قلب میں ایک راز تھا جو اس سے کھل نہ سکا تھا جب ہمیں دیکھا تو کھل گیا برداشت نہ کرسکا کیونکہ کم زور مریدوں کے مقام میں تھا لہٰذا مرگیا۔

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ نے ایک پیغمبر کو وحی بھیجی "میں اسے دوست بناتا ہوں جو میرے ذکر سے کوتاہی نہیں کرتا۔ میرے سوا اس کا کوئی نہیں ہوتا اور کوئی مخلوق اس پر

Marfat.com

اثر انداز نہیں ہوتی اگر آگ میں بھی جلا دیا جائے تو متاثر نہ ہو اور اگر رندوں سے رندا پھیرا جائے تو پتا نہ چلے۔"

جس پر محبت کا اتنا غلبہ نہ ہو تو پھر کیا کرامات و مکاشفات، یہ سب محبت سے ورے ہیں اور محبت ایمان سے ورے۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کی تین سو خصلتیں ہیں اگر کوئی ایک بھی ان میں سے ایمان کے ساتھ رکھتا ہو گا جنت میں داخل ہو گا۔ تو حضرت ابوبکر نے کہا مجھ میں کوئی خصلت ہے؟ آپ نے فرمایا ابوبکر تم میں سب ہیں اور خدا کو سب سے زیادہ محبوب سخاوت ہے۔

علیہ السلام نے فرمایا: "میں نے آسمان سے ایک ترازو لٹکتی دیکھی، میں ایک پلڑے میں بٹھا دیا گیا اور امت ایک پلڑے میں تو میرا پلڑا جھکا رہا اور ابوبکر کو ایک پلڑے میں بٹھایا گیا اور میری امت کو ایک میں تو ابوبکر کا پلڑا بھاری رہا۔" اللہ تعالیٰ سے رسول اللہ کو اتنی محبت تھی کہ غیر اللہ کے لیے جگہ ہی نہ تھی اسی لیے فرمایا اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا مگر میں تو اللہ کا دوست ہوں۔"

شبلی کہتے ہیں، "محبت، لذت میں مدہوشی ہے اور تعظیم میں حیرت ہے۔" نیز فرمایا، "شوق نار الٰہی ہے جسے اس نے اپنے اولیاء کے دلوں میں مشتعل کیا ہے تاکہ جو کچھ بھی خواطر، ارادے، حاجات و عوارض ہیں سب جل جائیں۔

سینتیسواں باب

نیت، اخلاص، صدق

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ان لوگوں کو دفع نہ کرو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں کہ وہ اس کا ارادہ رکھتے ہیں۔" مراد ارادے سے نیت ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا: "اعمال بنیات

ہیں :" نیز فرمایا۔ لوگ چار قسم کے ہیں ایک وہ جسے اللہ نے مال و علم دیا تو اپنے علم کے مطابق مال کو خرچ کرتا ہے۔ اسے دیکھ کر کوئی کہتا ہے اگر مجھے اللہ اسی جیسا دیتا تو میں بھی ایسا ہی کرتا۔ ان دونوں کا اجر ایک جیسا ہے۔"

حدیث احنف میں ہے:" جب دو مسلمان شمشیر زن ہوتے ہیں تو قاتل و مقتول دونوں آگ میں جاتے ہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! ایک تو قاتل ہے تو مقتول نے کیا جرم کیا؟ فرمایا کیونکہ اس نے اپنے بھائی کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔"

نیز فرمایا:" جس کسی نے غیر اللہ کے لیے خوشبو لگائی قیامت کے دن اس کی خوشبو مردار سے زیادہ بدبودار ہوگی اور جس نے خدا کے لیے لگائی قیامت کے دن مشک سے بھی زیادہ بدبودار ہوگی اور جس نے خدا کے لیے لگائی قیامت کے دن مشک سے بھی زیادہ تیز بو ہوگی۔"

حقیقت نیت

نیت، ارادہ اور قصد کا ایک ہی مفہوم ہے یہ قلب کی ایک حالت ہے جو علم و عمل سے مخلوط ہوتی ہے۔ علم اس کے لیے تمہید و شرط ہے اور عمل اس کا اتباع کرتا ہے۔ لہذا نیت عبارت ہے اس ارادے سے جو علمِ سابق و عملِ لاحق کے درمیان ہوتا ہے انسان پہلے جانتا ہے پھر ارادہ کرتا ہے تاکہ علم کے مطابق عمل کرے۔

رسول اللہ نے فرمایا ہے " مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اور فاسق کی نیت اس کے عمل سے زیادہ بری ہے "۔ اگر عمل بلا نیت اور نیت بلا عمل کا مقابلہ کیا جائے تو بلاشک و شبہ بغیر عمل کے نیت، عمل بے نیت سے بہتر ثابت ہوگی اور اگر عمل سے اس نیت کا مقابلہ کیا جائے جو عمل سے پہلے تھی تب بھی نیت ہی بہتر ہوگی کیونکہ یہی تو وہ ارادہ ہے جو علم سے پھوٹتا ہے، یہ دل سے بہت زیادہ قریب ہوتی ہے۔ بہر حال مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

اعمال کی تین قسمیں ہیں، معاصی، طاعات اور مباحات۔ جو چیز معصیت ہے نیت سے عبادت نہیں بن سکتی، طاعتوں میں نیت ضروری ہے لہذا بغیر نیت کے وہ طاعت نہیں بن سکتیں پھر دوام و حسن نیت سے طاعت کا درجہ بڑھتا جاتا ہے بسا اوقات ایک عمل، فعلِ واحد ہوتا ہے مگر حسن نیت سے کئی عبادتیں بن جاتا ہے۔ جیسے کوئی شخص مسجد میں بیٹھ کر

Marfat.com

زیارتِ الٰہی کی نیت کرے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو مسجد میں بیٹھا اُس نے اللہ کی زیارت کی اور جس کی زیارت کی جاتی ہے اس پر زائر کا اکرام واجب ہوتا ہے، اور نماز کا بھی انتظار کرے، نماز کا منتظر گویا نماز ہی میں مشغول ہوتا ہے اور مسجد میں اعتکاف کی نیت کرے اور اعضاء کو معاصی سے روکنے کی نیت کرے اور ذکرِ الٰہی اور تلاوت قرآن کی نیت کرے تو یہ ساری نیکیاں ایک ہی نیت سے اکتساب کی جا سکتی ہے۔

مباحات، حسن نیت سے طاعتیں بن جاتے ہیں لہٰذا اس کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے کیونکہ اس سے سارے حرکات و سکنات عبادت بن جاتے ہیں اس طرح عمر کا ایک لحظہ بھی ضائع نہیں جاتا اور انسان، بہائم سے بھی ممتاز ہو جاتا ہے کیونکہ وہ کیف ما اتفق کام کر گزرتے ہیں۔

رسول اللہ نے فرمایا ہے: "روزِ قیامت بندے سے ہر بات کے بارے میں سوال کیا جائے گا حتیٰ کہ آنکھوں میں سرمہ لگانے، انگلیوں پر مٹی کے ذرات لگ جانے اور اپنے بھائی کا کپڑا پہننے سے بھی۔ جس کسی نے اپنے اعمال کو مطابق نیت بنایا اور بھلائی کی نیت کی وہ مقربین سے ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" وہ کوئی بات بغیر پرکھے بوجھے نہیں کہتا۔"

ایک بزرگ نے بیان کیا ہے کہ میں نے ایک چھٹی لکھی تو ارادہ کیا کہ پڑوسی کی دیوار سے اس پر خاک چھڑک دوں مگر باز رہا پھر سوچا مٹی ہی تو ہے اور مٹی کی کیا قیمت، لہٰذا اس پر دیوار سے مٹی ڈال دی تو ہاتف نے ندا دی اس شخص کو جس نے مٹی کو حقیر جانا عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ اس سے کیسے حساب لیا جائے گا۔

امام ثوری نے ایک شخص کے ساتھ نماز پڑھی، دیکھا کہ لباس اُلٹا پہن رہا ہے تو درست کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا پھر ہاتھ کھینچ لیا اور اس سے پوچھا تو نے اُلٹا کیوں پہن رکھا ہے اس نے کہا میں نے جامہ اللہ کے لیے پہنا ہے لہٰذا غیر اللہ کے لیے اُسے درست کرنا نہیں چاہتا۔

حسن کہتے ہیں روزِ حشر ایک پڑوسی پڑوسی کو پکڑے گا تو کہے گا میں نے کیا کیا تھا، وہ کہے گا تو نے میری دیوار سے اینٹ نکالی تھی اور میرے کپڑے سے دھاگا کھینچا تھا۔

نیت پر اختیار نہیں

بعض ناواقف نیت کے بارے میں یہ بیان پڑھیں گے تو کہیں گے میں اللہ کے لیے درس دیتا ہوں، میں اللہ کے لیے تجارت کرتا ہوں، میں اللہ کے لیے کھاتا ہوں، حالانکہ نیت تو بڑی دور کی بات ہے یہ تو حدیثِ نفس ہے اور خیال سے دوسرے خیال کی طرف منتقل ہونا ہے۔

نیت در اصل دل کے میلان اور شوق کا نام ہے جو غرض مطلوب کے لیے پیدا ہوتا ہے اور باطن میں ہوتا ہے یہ تکلف وکسب سے حاصل نہیں ہوتا جیسے ایک پیٹ بھرا کہے میں نے بھوکے رہنے کی نیت کی ہے یا بھوک کی وجہ سے کھانے کی نیت کی ہے یا ایک بے محبت دل والا کہے میں نے عشق کرنے کی نیت کی ہے، میں فلاں سے محبت کرتا ہوں، مگر دل میں عشق کا جذبہ نہیں تو کیسے عشق حاصل ہو سکتا ہے جب تک پہلے سے اس کا سبب موجود نہ ہو جائے نفس کے ہیجان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی مثال نکاح کی سی ہے کہ کوئی شخص غلبہ شہوت کی بنا پر نکاح کرے پھر بہ تکلف اقتدائے رسول اور ولد صالح کی نیت کرے تو یہ کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ باطن میں تو شہوت ہی کارفرما ہے۔

بعض سلف صالحین عبادت سے پیچھے ہٹ گئے کیونکہ نیت نہ تھی، ابن سیرین، حسن بصری کے لیے دعا کرنے سے پیچھے ہٹ گئے پوچھا گیا تو کہا نیت نہ تھی حماد بن سلیمان کوفہ کے بڑے عالموں سے تھے امام ثوری سے کہا گیا ان کے جنازے میں شریک نہیں ہوتے ہو، فرماتے اگر نیت ہوتی تو شرکت کرتا۔ طاؤس بغیر نیت کے حدیث بیان نہ کرتے تھے بعض لوگ کہتے حدیث بیان کرو تو کہتے کیا بغیر نیت کے حدیث بیان کر دوں، ان سے کہا گیا ہمارے لیے دعا کیجئے بولے جب نیت ہوگی تب کروں گا۔

اخلاص

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"انہیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت خلوص کے ساتھ کریں۔" "سنو دین خالص اللہ ہی کے لیے ہے۔" رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ اللہ فرماتا ہے "اخلاص میرے اسرار سے ہے جس بندے سے محبت کرتا ہوں اس کے دل میں ودیعت کرتا ہوں۔" بنو اسرائیل میں ایک عابد مدت سے عبادت کیا کرتا تھا تو لوگ اس کے پاس آئے اور کہنے لگے یہاں کچھ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایک درخت کو پوجتے ہیں تو وہ غضب ناک ہو گیا، اپنی کلہاڑی لی اور درخت کو کاٹنے چلا، سامنے ابلیس بصورت مرد عجوز آیا اور کہا کہاں چلے؟ بولا اس درخت کو کاٹنے، شیطان نے کہا تجھے کیا تو نے اپنی عبادت اور اپنے نفس کو چھوڑا اور غیروں کے لیے چل دیا، وہ بولا یہ بھی عبادت ہے شیطان نے کہا میں کاٹنے نہ دوں گا دونوں میں لڑائی ہوئی تو عابد شیطان کے سینے پر چڑھ بیٹھا، ابلیس نے کہا ذرا میری ایک بات سن لے وہ کھڑا ہو گیا شیطان بولا اے اللہ نے تیرے ذمے یہ فرض نہیں لگایا تو عبادت نہیں کرتا دوسروں سے

Marfat.com

تجھے کیا غرض ؟ اللہ کے سیکڑوں نبی ہیں وہ چاہتا تو کسی کو بھیج دیتا اور وہ وہاں کے لوگوں کو کاٹنے کا حکم دے دیتا، عابد بولا میں تو ضرور کاٹوں گا، دونوں پھر گتھم گتھا ہوگئے عابد غالب آیا اور سینے پر چڑھ بیٹھا۔ ابلیس عاجز آگیا تو بولا کیا کوئی فیصلہ کن بات سننا چاہتے ہو ؟ جو تمھارے لیے زیادہ فائدہ مند ہو اس نے چھوڑ دیا، ابلیس بولا تو ایک فقیر آدمی ہے تیرے پاس کچھ بھی نہیں لوگوں پر بوجھ ہے شاید تو یہ چاہتا ہے کہ مالدار بن جائے ؟ عابد بولا ہاں، شیطان نے کہا تو واپس چلا جا اور میں ہر رات تیرے سرہانے دو دینار رکھ دیا کروں گا تو اپنے اور اپنی عیال پر خرچ کرنا اور غریبوں کو صدقہ دینا یہ تیرے اور لوگوں کے لیے زیادہ نافع ہوگا کہ درخت کاٹے اور لوگ اس کی جگہ اور لگالیں، عابد نے غور کیا کہنے لگا بڈھے نے صحیح کہا، میں کوئی نبی نہیں کہ اللہ نے حکم دیا ہو اور نہ کروں تو گنہگار ٹھیروں لہٰذا اس سے معاہدہ کرلیا اور اپنے حجرے میں لوٹ آیا، صبح ہوتے دو دینار دیکھے تو اٹھالیے اگلے دن اور اس سے اگلے دن بھی ایسا ہی ہُوا مگر پھر کچھ بھی نہ ملا تو بڑا غصہ آیا اور کلہاڑی لے کر چل دیا، بوڑھا پھر ملا پوچھا کہاں ؟ کہا درخت کاٹنے، وہ بولا تو جھوٹا ہے تو ایسا نہیں کرسکتا۔ عابد نے اُسے مارنے چاہا مگر پچھاڑ نہ سکا، ابلیس اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا اور کہا باز آجا ورنہ قتل کردوں گا، عابد نے کہا مجھے چھوڑ دے اور یہ بتا تو کیسے غالب آگیا ؟ ابلیس نے کہا، پہلی بار تو اللہ کے لیے غضب ناک ہوا تھا لہٰذا اللہ نے تجھے غالب کردیا اور اب اپنی ذات اور دُنیا کے لیے غضب ناک ہوا لہٰذا میں غالب رہا۔

یہ حکایت اللہ کے قول الا عبادک منھم المخلصین کی تصدیق کرتی ہے حضرت معروف اپنے آپ کو پیٹتے اور کہتے "اے نفس بخلوص کر خلاصی پا جائے گا۔

حقیقتِ اخلاص

معلوم ہونا چاہیے کہ ہر شے میں ملاوٹ کا شائبہ ہوسکتا ہے، جب ملاوٹ سے صاف ہو تو کہتے ہیں یہ خالص ہے اور اس فعل کو اخلاص کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، "گوبر اور خون کے درمیان خالص عمدہ دودھ پینے والوں کے لیے ہے"، جب عمل ریا سے خالص ہوجائے تو خالص اللہ کے لیے ہوجاتا ہے۔

اقوالِ مشائخ

سوسی فرماتے ہیں "اخلاص یہ ہے کہ اخلاص کو بھی نہ دیکھے کیونکہ جو شخص اخلاص پر نظر رکھتا ہے اس کے اخلاص کے لیے ایک اور اخلاص کی ضرورت ہوتی ہے"، حضرت سہل سے پوچھا گیا کونسی چیز نفس پر زیادہ گراں ہے ؟ فرمایا، اخلاص، اس لیے کہ نفس کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ اخلاص یہ ہے کہ بندے کے حرکات و سکنات اللہ

Marfat.com

کے لیے ہوں۔" حضرت جنید نے کہا ہے اخلاص، کدورتوں سے اعمال کا صاف کرنا ہے۔" فضیل کہتے ہیں، "لوگوں کی وجہ سے ترکِ عمل کرنا ریا ہے اور لوگوں کے دکھانے کو عمل کرنا شرک ہے۔ اخلاص یہ ہے کہ اللہ دونوں سے پاک رکھے۔" بعض صوفیہ نے کہا ہے "اخلاص، دوام مراقبہ اور ہر قسم کے حظ سے چھوڑ دینے کا نام ہے۔" واللہ اعلم۔

حقیقتِ صدق

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔" ایسے لوگ جنھوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اس میں صادق رہے۔" علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔" صدق نیکی کی طرف ہدایت کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف، انسان صادق العمل رہتا ہے حتیٰ کہ صدیقوں میں لکھ دیا جاتا ہے اور کذب، فجور کی طرف ہدایت کرتا ہے اور فجور نار کی طرف، انسان جھوٹ پر عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔" اللہ تعالیٰ بطور تعریف فرماتے ہیں۔" یاد کرو ابراہیم کو کہ وہ نبی صدیق تھے۔"

صدق کا لفظ چھ مقام پر بولا جاتا ہے۔ صدقِ قولی، صدقِ ارادہ، صدقِ عزم، صدقِ وفا، صدقِ علم، صدقِ مقاماتِ دین۔ جو شخص ان سب کے ساتھ متصف ہو وہ صدیق ہے اور جو بعض کے ساتھ متصف ہو وہ صادق ہے، صدیق مبالغہ کا صیغہ ہے۔

○

اڑتیسواں باب

مراقبہ و محاسبہ

قیامت کے حساب کتاب پر ایمان رکھنا محاسبہ کو دعوت دیتا ہے، علیہ السلام نے فرمایا ہے۔" حساب لیے جانے سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرو۔" اللہ فرماتا ہے۔" ہم قیامت کے دن انصاف سے تولیں گے کسی نفس پر کوئی ظلم نہیں ہوگا اگر رائی برابر بھی کہیں ہوگا تو ہم اُسے نکال لائیں گے اور ہم بڑے محاسبے والے ہیں۔" کیا ہو گیا ہے اس کتاب کو کہ چھوٹی بڑی چیز اس

Marfat.com

میں لکھی ہے: " جان لو کہ تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے، اللہ اُسے جانتا ہے اس سے ڈرو۔
جو شخص خواطر اور نگاہوں پر اپنا حساب کرے گا قیامت کے دن اس کی حسرت کم ہوگی۔ اور جو محاسبہ نہیں کرے گا ہمیشہ حسرت کرے گا اور میدان قیامت میں اُسے دیر تک کھڑا رہنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اے ایمان والو! صبر کرو اور ثابت قدم رہو۔" لہذا اپنے نفوس کا مرابطہ کرو، اولاً مشارطہ سے پھر مراقبہ سے، بعد ازاں محاسبہ سے، پھر معاقبہ سے پھر مجاہدہ سے اور پھر معائنہ سے۔ یہ چھ مقامات ہیں ان کی تشریح حسب ذیل ہے۔

۱۔ **مشارطہ**: راہ آخرت میں عقل تاجر ہے اور نفس اس کا شریک ہے کیونکہ اسی کی مدد سے عقل مقصود تک پہنچتی ہے مگر یہ شریک امانت دار نہیں ہے اگر اسے اس کی رائے پر چھوڑ دیا جائے البتہ حیا اور ریا کے لیے کچھ کر لیتا ہے لہذا عقل کو اول اس کے مشارطہ کی ضرورت پڑتی ہے پھر مراقبہ کی اور اس کے بعد معاقبہ کی اس مقصد کے لیے وہ اس پر ڈیوٹی لگاتی ہے، کچھ شرائط مقرر کرتی ہے، اسے سیدھی راہ دکھاتی ہے اور معاملہ کو اس پر واجب کر دیتی ہے۔

دوسرا مقام مراقبہ ہے، کیونکہ جب نفس، شریک خائن ٹھہرا تو اسے ایک لحظہ بھی بغیر نگرانی کے نہیں چھوڑا جا سکتا تاکہ خیانت کر کے سرمایہ کو برباد نہ کرے چہ جائیکہ نفع حاصل ہو لہذا علی الدوام سکنات، حرکات اور ملاحظات میں مراقبہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا: "اللہ کی عبادت کرو گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہیں کر سکتے تو وہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہے۔" مرتعش فرماتے ہیں: "مراقبہ ہر لحظہ اور ہر لفظ پر مراعات سر کا نام ہے۔"

تیسرا مقام، عمل کے بعد نفس کا محاسبہ کرنا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "چاہیئے کہ ہر نفس دیکھے کہ کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے۔" حدیث میں ہے: "چاہیئے کہ عاقل کے لیے چار گھڑیاں دن میں سے ایک ساعت محاسبہ ہونی چاہیئے۔" حضرت عمر اپنے قدموں پر رات گئے دُرے مارا کرتے تھے اور کہتے اے نفس! آج تو نے کیا کیا؟"
اس بیان سے واضح ہو گیا ہوگا کہ ہر دن کے اختتام پر اعمال یومیہ کا نفس سے حساب لینا چاہیئے۔

چوتھا مقام معاقبہ ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اگر محاسبہ سے پتا چلے کہ نفس نے کوتاہی

Marfat.com

کی ہے تو اُسے بغیر سزا کے نہ چھوڑا جائے کیونکہ اگر سزا نہ دی جائے گی تو وُہ بآسانی ارتکاب معاصی و ترکِ طاعت کرے گا۔ اگر یہ معلوم ہو کہ اس نے ایک بھی لقمہ شبہ والا کھا لیا ہے تو بھوک کی سزا دی جائے۔ اگر غیر محرم کو دیکھا ہو تو نگاہ کو روکے رکھنے اور ترکِ خواب سے سزا دے اسی طرح ہر عضو کو مناسب سزا دے۔ سالکینِ طریقِ آخرت سے اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔

پانچواں مقام مجاہدہ ہے۔ اس کی صُورت یہ ہے کہ نفس کی خیانت ظاہر ہو تو اسے سزا دے مگر شاید وہ برداشت نہ کر سکے یا اطاعت نہ کرے تو مجاہداتِ شاقہ کرے مثلاً اگر جماعت چھوڑ دے یا نوافل نہ پڑھے تو ساری رات نہ سونے دے اگر اس پر بھی تیار نہ ہو تو ایسی آیتیں اور احادیث تلاوت کرو جو مجاہدے کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔

چھٹا مقام معاتبہ ہے، معلوم ہونا چاہیئے کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن وہ نفس ہے جو دو پہلوؤں کے درمیان ہے کیونکہ یہ امّارہ بالسوء شر کی طرف مائل اور بھلائی سے بھاگنے والا ہے اور تم اس کے مجاہدے، زبردستی رب کی عبادت پر لگانے، عبادت کے ذریعہ تزکیہ کرنے اور ترکِ شہوت پر مامور ہو، اگر چھوڑ دو گے تو سرکشی کر کے غالب آ جائے گا اور پھر تمہاری نہیں مانے گا۔ اگر برابر معاتبہ و ملامت رکھو گے تو شاید مان جائے اور لوّامہ کے درجے پر فائز ہو جائے۔ اس سے بھی ترقی کر جائے تو مطمئنہ بن جائے اور عباد اللہ راضیۃً مرضیۃً میں داخل ہو جائے۔ لہٰذا اس سے کبھی وقت بھی غافل نہ ہو اور دوسروں کو وعظ و نصیحت کے پیچھے نہ پڑو جب تک اس سے فارغ نہ ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا، "اے ابن مریم! اپنے نفس کو وعظ کر اگر تو نے نصیحت قبول کر لی ہے تو پھر لوگوں کو وعظ پسند کر ورنہ مجھ سے شرم کر۔" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "تذکیر کرو کیونکہ تذکیر سے مومنوں کو فائدہ ہوتا ہے۔"

تم پر لازم ہے کہ اپنے نفس کی طرف توجہ کرو اسے احمق، جاہل اور مغرور ٹھیراؤ اس سے کہو تو سب سے جاہل ہے شرم نہیں آتی کہ دُوسروں کو احمق اور جاہل کہتا ہے تو یا جنت میں جائے گا یا دوزخ میں تو لہو و لعب اور ہنسی ٹھٹھے میں کیوں مشغول ہے جب کہ تجھ سے ایسے امرِ عظیم کا خطاب کیا گیا ہے۔ شاید تو موت کو دُور سمجھتا ہے حالانکہ وُہ قریب ہے شاید آج کے دن یا آج کی رات یا کل آ جائے بہرحال جو چیز آنے والی ہے قریب ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ موت اچانک آ جاتی ہے۔

Marfat.com

کہتے ہیں منصور بن عمار نے کوفہ میں ایک رات کسی عابد کو مناجات کرتے سُنا کہ کہتا ہے :

اے رب! تیری عزت کی قسم میں نے معصیت سے تیری مخالفت کا ارادہ نہیں کیا اور نافرمانی کی تو نافرمانی کا ارادہ نہیں کیا کہ تیرے مقام سے ناواقف ہوں یا تیری عقوبت کی پرواہ نہ کرتا ہوں یا مجھے کچھ نہ سمجھتا ہوں مگر میرے نفس نے دھوکا دیا، بدبختی نے اس کی مدد کی اور تیری پردہ داری نے غافل کر دیا لہٰذا اپنی جہالت سے نافرمانی کی اور اپنے عمل سے تیری مخالفت کی۔ اب تیرے عذاب سے مجھے کون چھڑا سکتا ہے۔ اگر تیرا سہارا منقطع کر دوں تو کس کا سہارا پکڑوں ؟ ارے میری بدبختی کہ جب تیرے سامنے کھڑا ہوں گا تو ہلکے پھلکے لوگوں سے کہا جائے گا گزر جاؤ اور بھاری بوجھ والوں سے کہا جائے گا ٹھہر جاؤ پتا نہیں ان کے ساتھ رہوں گا یا ان کے۔ افسوس جتنی عمر زیادہ ہوئی گناہ بڑھتے ہی گئے تو کب تک توبہ نہ کروں کیا وقت نہیں آیا کہ رب سے شرم کروں "

اب تمھارے لیے دو راستے ہیں ایک راستہ محاسبۂ نفس کا اور دوسرا مناجاتِ رب کا کہ وہ تمھاری مدد کرے شاید اپنے فضل سے نفس کے شر سے چھڑا دے۔

○

اُنتالیسواں باب

تفکّر

حدیث میں آیا ہے کہ ایک گھڑی کا تفکر سال کی عبادت سے افضل ہے۔ آیات واحادیث تفکر و تدبر اور غور و فکر و عبرت حاصل کرنے کے بارے میں بہت سی ہیں کیونکہ یہ مفتاحِ انوار، مبدائے استبصار اور علوم کے لیے جال کی مانند ہے۔ اس کی فضیلت کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ قول کافی ہے۔ تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں" وہ لوگ خلق سموٰت وارض میں غور و فکر کرتے ہیں" حضرت ابن عباس نے فرمایا بعض لوگوں نے اللہ کی ذات کے بارے میں غور و فکر کیا تو رسول نے فرمایا" خلق الہٰی میں غور کرو، ذاتِ باری میں غور نہ کرو کیونکہ تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے "

Marfat.com

ایک دن رسول اللہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو تفکر و تدبر میں مصروف تھے، دریافت فرمایا تم لوگ بولتے کیوں نہیں ہو؟ وہ بولے ہم خلق الٰہی میں غور کر رہے ہیں۔ فرمایا" اسی طرح کیا کرو۔ خلق میں غور کرو اس کی ذات میں غور نہ کرو مغرب کی طرف ایک سپید زمین ہے جو نور سے منور ہے وہاں سورج چالیس دن میں پہنچتا ہے، وہاں ایک مخلوقِ الٰہی ہے جس نے ایک پل کے لیے خدا کی نافرمانی نہیں کی، صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ! کیا وہاں شیطان نہیں ہے؟ فرمایا وہ نہیں جانتے کہ شیطان پیدا ہوا ہے یا نہیں، صحابہ نے پوچھا اولادِ آدم سے ہیں؟ کہا وہ نہیں جانتے کہ آدم پیدا ہوئے یا نہیں "

عطا کہتے ہیں ایک دن میں اور عبید بن عمیر حضرت عائشہ کے پاس گئے، وُہ پردے کے پیچھے سے بولیں عبید ہماری زیارت کے لیے کیوں نہیں آتے؟ عرض کی رسُول اللہ نے فرمایا ہے " ناغہ کر کے ملاقات کرو محبت زیادہ ہوگی " ابنِ عمیر نے کہا کوئی ایسی بات سنائیے جو آپ نے رسُول اللہ کے بارے میں عجیب دیکھی ہو، تو وہ رو پڑیں فرمایا ان کی تو ہر بات عجیب تھی میری باری کی شب تشریف لائے حتیٰ کہ میرے جسم سے ان کا جسم چھُو گیا فرمایا مجھے نماز پڑھنے دے پھر مشکیزے کی طرف گئے وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اتنے روئے کہ داڑھی تر ہو گئی پھر سجدہ کیا حتیٰ کہ زمین بھیگ گئی پھر پہلو پر سو گئے حتیٰ کہ بلال نمازِ فجر کے لیے اطلاع دینے آئے پوچھنے لگے یا رسُول اللہ؟ کیوں روتے ہو؟ جبکہ اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف کر دیئے ہیں۔ فرمایا بلال تجھ پر افسوس! رونے سے مجھے کیا چیز باز رکھ سکتی ہے جبکہ آج رات اللہ نے یہ آیت اتاری ہے " بے شک زمین و آسمان کی پیدائش اور رات دن کے آنے جانے میں اہلِ بینش کے لیے نشانیاں ہیں " پھر فرمایا اس پر افسوس ہے جس نے اسے پڑھا اور غور نہ کیا۔

امام اوزاعی سے دریافت کیا گیا۔ ان میں کیسے غور کیا جائے؟ کہا "پڑھے اور سمجھے" جنید نے کہا ہے " سب سے شریف ترین مجلس وہ ہے جہاں میدانِ توحید کے منکرین جمع ہوں، نسیمِ معرفت کی ہوائیں چل رہی ہوں، جامِ محبت کا دَور ہو اور اللہ کی طرف حسنِ ظن سے دیکھا جا رہا ہو " پھر فرمایا " ارے کتنی اچھی ہیں وہ مجلسیں اور کتنی عمدہ ہے وُہ شراب، خوش نصیب ہے جسے نصیب ہوئی "

Marfat.com

حقیقتِ فکر و ثمرۂ فکر فکر یہ ہے کہ دونوں معرفت کو دل میں اکٹھا کیا جائے تاکہ تیسری معرفت پیدا ہو مثلاً یہ کہ جانے کہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے اور جو چیز بہتر یا باقی رہنے والی ہوتی ہے وہ توجہ کی زیادہ مستحق ہوتی ہے۔ تفکر سے غرض یہ ہے کہ علم قلب میں قرار پکڑے تاکہ حالاً اور فعلاً نجات حاصل ہو یہ دونوں علم کے ثمرے ہیں اور علم تفکر کا ثمرہ ہے۔

مجاریٔ فکر بندہ کبھی اپنے نفس کے بارے میں غور کرتا ہے۔ جیسا کہ گزرا کبھی کتاب اللہ میں اور اس کی صفات و افعال میں۔

تفکر فی ذات اللہ کی طرف کوئی راہ نہیں سوائے اس کے کہ ذکر کرے۔ اس کی صفات افعال ملک و ملکوت میں جس قدر غور کرے گا محبت بنا بر انکشاف جمال کے زیادہ ہی ہوگی یہ اس طرح کرے کہ معانی اسماء، صفات، آسمان، زمین، کواکب اور ہر چیز میں غور کرے کیونکہ سب اس کی مخلوقات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "عنقریب ہم انہیں آفاق میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے۔" "غور کرو اپنے نفوس میں کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟"

معلوم ہوا کہ مجاریٔ وجولان گاہِ تفکر تمہارا اپنا نفس ہے پھر ساری مخلوقِ خدا ہے۔ اچھی طرح سمجھ لو فائدہ اٹھاؤ گے واللہ اعلم۔

○

چالیسواں باب

ذکرِ موت و مابعد الموت

اللہ فرماتا ہے "وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو تمہیں مل کر رہے گی۔" بعض لوگ وہ ہیں جو موت کا شاذ و نادر ہی ذکر کرتے ہیں اور ذکر کرتے ہیں تو کراہیت کرتے ہیں۔ کیونکہ دنیا میں بہت ہی منہمک ہوتے ہیں اس طرح وہ اللہ سے دور ہی ہوتے چلے جاتے ہیں۔

Marfat.com

بعض وہ بعض لوگ ہیں جو اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، امورِ غیر لائقہ سے توبہ کرتے ہیں یہ موت کو یاد کرتے ہیں تو ان میں خشیتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے اور زیادہ تیاری کرتے ہیں تاکہ توبہ کی تکمیل کر سکیں یہ لوگ موت سے کراہیت نہیں کرتے مگر قلتِ زاد اور عدم استعداد کی وجہ سے۔ یہ کراہیت لقائے الٰہی کی خاطر ہے اور غیر مذموم ہے کیونکہ یہ لوگ زندگی کے خواہاں تیاری کی بنا پر ہیں کہ انتظار کر سکیں جو اللہ سے مل سکیں۔

عارف موت کو اس لیے یاد کرتا ہے کہ وہ لقائے حبیب کا سبب ہے، ایسے شخص کو موت کا انتظار رہتا ہے جیسا کہ حضرت حذیفہ کے بارے میں مروی ہے کہ جب وفات کا وقت آیا تو کہا "اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ مجھے فقر غنا سے، بیماری صحت سے اور موت حیات سے زیادہ مرغوب ہے تو میرے لیے موت کو آسان کر دے حتیٰ کہ تجھ سے ملاقی ہو جاؤں"۔

سب سے بڑا رتبہ یہ ہے کہ معاملہ اللہ کے سپرد کر دے نہ موت کو پسند کرے نہ حیات کو، محبت کا تقاضا یہی ہے کہ محبوب کی رائے پر چلے خود کچھ پسند نہ کرے۔

فضیلتِ ذکرِ موت

رسول اللہ نے فرمایا ہے "لذتوں کو توڑ دینے والی کا ذکر کثرت سے کیا کرو"۔ نیز فرمایا "اگر بہائم کو موت کے بارے میں اس قدر معلوم ہوتا جتنا کہ تمھیں معلوم ہے تو کوئی بھی موٹا نہ ہوتا"۔ عائشہ نے دریافت کیا "یا رسول اللہ! کیا شہیدوں کے ساتھ بھی کسی کا حشر ہوگا؟ فرمایا ہاں، اس شخص کا جو موت کو رات دن میں بیس بار یاد کرتا ہو"۔ حدیث میں ہے "مومن کا تحفہ موت ہے"۔ علیہ السلام نے فرمایا "موت سب سے بڑا واعظ ہے"۔

ایک دن آپ مسجد میں آئے تو لوگوں کو باتیں کرتے اور ہنستے دیکھا تو کہا "موت کو یاد کرو، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے اگر تمھیں وہ باتیں معلوم ہوتیں جو مجھے معلوم ہیں تو ہنستے کم اور روتے زیادہ"۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ موت ایک امرِ عظیم ہے اور اس میں غور و فکر دار الغرور سے دور رکھتا ہے، قلتِ سرور پیدا کرتا ہے اور تیاری کی دعوت دیتا ہے۔ ہاں اگر انسان اوپری دل سے یاد کرے تو اثر ظاہر نہیں ہوتا لہٰذا پہلے دل کو فارغ کر لو پھر غور کرو جیسے کسی سفر کے لیے غور کرتے ہو۔

Marfat.com

قصرِ امل

رسول اللہ نے عبداللہ بن عمر سے فرمایا "جب صبح ہو تو شام کی فکر نہ کرو اور شام کرو تو صبح کی نہ کرو، اپنی زندگی سے موت کے لیے توشہ لو، اور صحت سے بیماری کے لیے کیونکہ اے عبداللہ تجھے معلوم نہیں کل تیرا کیا نام ہو گا۔"

حضرت علی نے روایت کی ہے کہ رسول نے فرمایا "میں سب سے زیادہ تمہارے بارے میں دو عادتوں سے ڈرتا ہوں، اتباعِ خواہشات اور طولِ امل، اتباعِ خواہشات تو حق سے روکتی ہے اور طولِ امل حبِ دنیا لاتا ہے۔" پھر فرمایا "سنو اللہ دنیا اس شخص کو بھی دیتا ہے جس سے وہ بغض رکھتا ہے اور اس کو بھی جس سے محبت رکھتا ہے جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے ایمان بخشتا ہے، سنو کچھ فرزندانِ دین ہیں اور کچھ فرزندانِ دنیا ہیں، فرزندانِ دین سے ہو دنیا کے فرزند نہ ہو، سنو دنیا پشت پھیر کر کوچ کر چکی ہے اور آخرت قدم بڑھا کر آ گئی ہے تم ایامِ عمل میں ہو جبکہ حساب کتاب نہیں ہے عنقریب وہ دن آئے گا جبکہ تمھیں حساب کے لیے کھڑا ہونا پڑے گا اور عمل نہیں ہو گا۔"

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے "اے لوگو! کیا اللہ سے حیا نہیں کرتے ہو؟" صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا بات ہے؟

فرمایا "تم وہ چیزیں جمع کرتے ہو جسے کھا نہیں سکتے، امید ایسی باتوں کی رکھتے ہو جنھیں پا نہیں سکتے۔ اور ایسی عمارتیں بناتے ہو جن میں رہ نہیں سکتے۔"

حضرت ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ اسامہ بن زید نے سو دینار میں ایک ماہ کے لیے لونڈی خریدی۔ رسول اللہ نے سنا تو فرمایا "تم لوگ تعجب نہیں کرتے کہ اسامہ نے ایک ماہ کے لیے لونڈی خریدی ہے۔ کس قدر طولِ امل والا انسان ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھوں میری جان ہے۔ جب بھی پلک جھپکاتا ہوں تو خیال کرتا ہوں کہ شاید میرے دونوں ہونٹ ملنے بھی نہ پائیں کہ اللہ روح قبض کر لے اور جب بھی پلک اٹھاتا ہوں تو خیال کرتا ہوں نیچے نہیں جھکنے پائے گی کہ مر جاؤں گا اور جب بھی کوئی لقمہ منہ میں رکھتا ہوں خیال کرتا کہ حلق سے نیچے نہیں اترے گا کہ موت گلا گھونٹ دے گی۔" پھر فرمایا "اے بنو آدم! اگر عقل رکھتے ہو تو اپنے آپ کو مردہ شمار کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری روح ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ آن کر رہی گے اور تم عاجز نہیں کر سکتے۔"

ابنِ عباس سے روایت ہے کہ آپ پانی کی طرف بڑھنے تو پہلے تیمم کر لیتے، میں نے

Marfat.com

کہا یا رسول اللہ! پانی حاضر ہے۔" فرمایا کیا معلوم اس تک پہنچ سکوں گا یا نہیں "۔

روایت ہے کہ آپ نے تین لکڑیاں لیں ایک شاخ سامنے اور دوسری پہلو کی طرف گاڑ دی اور تیسری کو دور پھینک دیا پھر اصحاب سے فرمایا جانتے ہو کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کی: اللہ اور رسول زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا" یہ انسان ہے اور یہ موت ہے اور وہ اُمید ہے۔ ابن آدم اُسے سینے سے لگا لیتا ہے اور موت سے گھبراتا ہے اُمید سے نہیں "۔

فصل

سکراتِ موت

اگر ابن آدم کے سامنے کوئی خوف سوائے سکرات موت کے نہ ہوتا تو اُسے کوئی بھی عیش اچھا نہ لگتا۔ موت اس لائق ہے کہ انسان اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ سوچے اور اچھی طرح تیاری کرے جیسا کہ بعض حکماء نے کہا ہے" موت دُوسرے کے ہاتھوں میں ہے تجھے کیا پتا کب آن دبائے"۔

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا" ایک بات ایسی ہے کہ تجھے معلوم نہیں کب سابقہ پڑجائے اس کے لیے اس کے اچانک حملے سے پہلے مستعد رہ، تعجب ہے کہ اگر کسی آدمی کو یہ معلوم ہوجائے کہ سپاہی آکر اُسے پانچ لکڑیاں مارے گا تو عیش مکدر ہو جائے گا اور ہر وقت اس کا منتظر رہے گا مگر موت کی پرواہ نہیں کرتا حالانکہ ہر لحظہ ملک الموت آسکتا ہے "۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ سکراتِ موت کی تکلیف کو مردہ ہی جان سکتا ہے، جس نے یہ مزہ نہیں چکھا وُہ ان آلام پر قیاس کر سکتا ہے جن سے سابقہ پڑا ہے یا کسی مردے کی حالت سے اندازہ لگا سکتا ہے، البتہ آلام کا اثر رُوح تک بہت کم پہنچتا ہے مگر موت کا صدمہ رُوح پر پڑتا ہے اور اس کی شدت سارے اعضاء پر ظاہر ہوتی ہے تو موت کتنی تکلیف دہ ہوگی دیکھتے

Marfat.com

نہیں ہوکہ آگ جسم سے چھو جاتی ہے تو روح کو کیسی تکلیف ہوتی ہے مگر مردے کو زیادہ چیخ پکار کا موقعہ نہیں ملتا کیونکہ تکلیف قلب اور سارے اعضاء کو گھیر لیتی ہے اور ساری قوتیں برباد ہوجاتی ہیں لہذا وہ چیخ پکار نہیں کر سکتا، عقل پریشان ہوجاتی ہے۔ زبان گنگ اور اطراف کمزور پڑ جاتے ہیں۔ مردہ چاہتا ہے کہ چلائے مگر قادر نہیں ہوتا دیکھو رنگ بدل جاتا ہے اور وہ مٹی کے رنگ کا ہوجاتا ہے۔ ہر رگ سے روح کھینچی جاتی ہے پھر ہر عضو مرجاتا ہے۔ پہلے پاؤں پھر ساقیں پھر رانیں ٹھنڈی پڑ جاتی ہیں۔ ہر سکرات اور حسرت طاری ہوجاتی ہے حتیٰ کہ جان حلقوم تک آجاتی ہے تو دنیا سے امید منقطع ہوجاتی ہے اور توبہ کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔

علیہ السلام نے فرمایا ہے "انسان کی توبہ دم گلے میں بولنے سے پہلے تک مقبول ہوتی ہے"

حضرت حسن فرماتے ہیں۔ رسول اللہ کے سامنے موت اور اس کی تکالیف کا بیان کیا گیا تو فرمایا بقدر تین سو تلواروں کے واروں کے تکلیف ہوتی ہے"

زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب مومن کے لیے کوئی درجہ رہ جاتا ہے جس تک وہ اپنے عمل سے نہ پہنچ سکا تو موت سخت کر دی جاتی ہے تاکہ اس درجہ تک پہنچ جائے اور اگر کافر کوئی نیک کام کرتا ہے جس کی جزا اُسے نہیں ملی تو موت کو آسان کر دیا جاتا ہے تاکہ اس نیکی کا ثواب مکمل ہوجائے اور وہ جہنم رسید ہو سکے۔

ایک شخص اکثر مرنے والوں سے پوچھا کرتا موت کو کیسا پاتے ہو؟ جب وہ خود بیمار پڑا تو اس سے دریافت کیا گیا کیا حال ہے؟ تو کہا گویا آسمان زمین پر آن پڑا ہے اور میری روح سوئی کے ناکے سے گزر رہی ہے"

علیہ السلام نے فرمایا "اچانک موت مومن کے لیے راحت اور فاجر کے لیے زحمت ہے"

موت کی دوسری مصیبت ملک الموت کی صورت اور اس کا خوف ہے، روایت ہے کہ خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموت سے کہا کیا مجھے وہ صورت دکھا سکتے ہو جس سے فاجر کی روح قبض کرتے ہو؟ کہا آپ دیکھ نہ سکیں گے پھر کہا منہ پھیریئے میں نے منہ پھیر لیا پھر دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں ایک کالا کلوٹا، کھڑے بال والا، بدبودار، سیاہ کپڑے پہنے کھڑا ہے منہ اور نتھنوں سے دھواں اور آگ نکل رہی ہے تو ابراہیم بے ہوش ہوگئے پھر افاقہ پایا تو ملک الموت کو اصلی صورت میں دیکھا، فرمایا اے ملک الموت! اگر فاجر کو موت کے وقت کوئی بھی تکلیف نہ

Marfat.com

ہوتی تو تیری صورت ہی کافی تھی۔

ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ نے فرمایا "داؤد بڑے غیور تھے، جب گھر سے برآمد ہوتے تو دروازہ بند کر دیتے ایک دن دروازہ بند کر دیا اور چلے گئے۔ ان کی بیوی نے دیکھا کہ گھر میں ایک آدمی ہے پوچھا تجھے کس نے اندر داخل کیا؟ اگر داؤد نے دیکھ لیا تو انھیں بڑی تکلیف ہو گی۔ اتنے میں داؤد آ گئے دیکھا تو پوچھا تو کون ہے؟ کہا میں وہ ہوں جو بادشاہوں سے نہیں ڈرتا اور کوئی حجاب مجھے روک نہیں سکتا، فرمایا تو بخدا ملک الموت ہے اور وہیں کملی اوڑھ کر بیٹھ گئے۔"

روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ ایک کھوپری کے پاس سے گزرے تو اُسے ٹھوکر مار دی اور کہا اذنِ الٰہی سے بول، اس نے کہا، اے روح اللہ! میں فلاں زمانے کا فلاں بادشاہ ہوں، ایک شخص آیا میں تاج پہنے بیٹھا تھا، میرے اردگرد لشکر اور خدم وحشم تھے کہ ملک الموت آ گیا تو میرا جوڑ جوڑ ہل گیا اور میری روح پرواز کر گئی کاش وہ لاؤ لشکر نہ ہوتا اور کاش وہ انس وحشت ہوتا۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ابراہیم بڑے غیور تھے، ایک حجرے میں عبادت کیا کرتے تھے، جب نکلتے تو بند کر دیتے، ایک دن آئے تو ایک شخص کو بیچ میں بیٹھے دیکھا، پوچھا تمھیں یہاں کس نے داخل کیا؟ وہ بولا اس نے جو تجھ سے اور مجھ سے زیادہ طاقتور ہے۔ انھوں نے دریافت کیا، تو کونسا فرشتہ ہے؟ وہ بولا ملک الموت۔ فرمایا کیا مجھے وہ صورت دکھا سکتا ہے جس سے تو مومن کی روح قبض کیا کرتا ہے؟ کہا ہاں پھر ذرا ہٹا اور پھر سامنے آیا تو دیکھا ایک خوب رو، خوش پوشاک، خوشبو والا نوجوان ہے فرمایا اے ملک الموت! اگر مومن کو موت کے وقت یہی صورت نصیب ہو جائے تو یہی کافی ہے۔

موت کی ہولناکیوں میں سے ایک کراماً کاتبین کا دیکھنا ہے۔ وہیب کہتے ہیں۔ "ہمیں معلوم ہوا ہے کہ جب بھی کوئی مرتا ہے کراماً کاتبین کو ضرور دیکھتا ہے اگر فرمانبردار بندہ ہوتا ہے تو کہتے ہیں، اللہ تجھے ہماری طرف سے ہر جزائے خیر دے۔ اور اگر فاجر ہوتا ہے تو کہتے ہیں، خدا تجھے جزائے خیر نہ دے کیونکہ تو نے ہمیں بہت سی بُری مجلسوں میں بٹھایا اور بُری باتیں سنوائیں اسی لیے مُردہ انھیں آنکھیں پھاڑ کر دیکھتا ہے۔"

تیسری بڑی مصیبت یہ ہے کہ گنہگار جہنم میں اپنا ٹھکانا دیکھ لیتے ہیں۔ وہ ڈرتے ہیں اور جب تک روح نہیں نکلتی تا وقتیکہ ملک الموت سے یہ نہ سن لے، اے دشمنِ خدا تجھے آگ کی بشارت

تو ہیبت آدمی سنتا ہے۔ اے ولی اللہ! جنت کی بشارت ہو۔
علیہ السلام نے فرمایا ہے، "تم میں کوئی بھی جنت سے نہیں نکلے گا جب تک کہ یہ نہ جانے کہاں ٹھکانا ہے اور جب تک کہ جنت یا نار میں اپنا مقام نہ دیکھ لے۔"

مرنے والے کو کیا چاہیئے

مرنے والے کو چاہیئے کہ اطمینان و سکون سے رہے۔ زبان پر کلمۂ شہادت جاری ہو اور قلب سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھے، اس کی بخشش کی اُمید رکھے، رسول اللہ نے فرمایا ہے "موت کا تین وقت انتظار کرو، جب مرنے والے کی پیشانی پسینہ آلود ہو جائے، آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں اور ہونٹ خشک ہو جائیں۔"

حضرت ابو سعید خدری نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا "اپنے مُردوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو" حذیفہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں "میں نے رسول اللہ سے سُنا، فرماتے تھے ایک شخص کے پاس ملک الموت آیا تو اس کے دل کو ٹٹولا وہ بالکل خالی تھا تو اس کے دونوں گال چیر دیئے، دیکھا کہ زبان تالو سے لگی ہوئی ہے اور وہ لا الٰہ الا اللہ کہہ رہا ہے تو اسے اس کلمۂ اخلاص کی وجہ سے بخش دیا گیا۔

تلقین کے وقت نرمی چاہیئے شاید ضعف کی وجہ سے زبان بول نہ سکے، ہو سکتا ہے اصرار اسے ناگوار گزرے۔ اللہ کے ساتھ حسنِ ظن مستحب ہے رسول اللہ نے فرمایا ہے "کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں لہٰذا میرے بارے میں اچھا گمان کرنا چاہیئے۔"

آخری حسرت

حضرت وہب بن منبہ کہتے ہیں "ایک بادشاہ نے ایک سرزمین کا رُخ کیا تو اچھے اچھے کپڑے منگائے مگر پسند نہ آئے پھر کئی بار واپس کیے اور جو پسند آئے وہ پہنے پھر گھوڑوں کے ساتھ ایسا ہی کیا ابلیس آیا اور تکبر سے بھر گیا، لاؤ لشکر کے ساتھ روانہ ہوا تو تکبر کی وجہ سے لوگوں کی طرف نہ دیکھتا تھا۔ ایک شخص پھٹے پرانے کپڑوں میں آیا اور سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب نہ دیا تو اس نے لگام پکڑ لی، بولا چھوڑ دے تو نے بڑی بھاری غلطی کی ہے، وہ بولا آپ سے کام ہے، کہا صبر کر ذرا نیچے اتروں وہ بولا نہیں ابھی، مجھے آپ سے راز کہنا ہے۔ اس نے سر جھکایا تو بولا میں ملک الموت ہوں، بادشاہ کا رنگ بدل گیا اور زبان رُک گئی۔ بولا مجھے ذرا مہلت دے کہ گھر ہو آؤں، ضروری کام کر لوں اور گھر والوں

کو رخصت کر لوں۔ ملک الموت نے کہا، واللہ تو اپنے گھر بار اور مال اسباب کو کبھی نہ دیکھ سکے گا اور روح قبض کر لی۔ بادشاہ لکڑی کی طرح گر پڑا۔

پھر وہ اسی حال میں ایک عابد کے پاس گیا سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا بولا مجھے تجھ سے کام ہے۔ عابد نے کہا بیان کر۔ وہ بولا میں ملک الموت ہوں عابد بولا مرحبا، بڑی دیر سے تشریف لائے، مجھے تو آپ کا بڑا ہی اشتیاق تھا ملک الموت نے کہا، جس کام سے نکلے تھے پورا کر لو، عابد نے کہا اللہ کی ملاقات سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں۔ ملک الموت نے کہا۔ جس حالت کو پسند کرو اس میں روح قبض کر لوں، وہ بولا وضو کر کے نماز پڑھنے دے جب سجدے میں جاؤں تو روح قبض کر لینا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔"

بکر بن عبداللہ مزنی نے بیان کیا ہے کہ "بنو اسرائیل کے ایک آدمی نے بہت سامان جمع کیا مرنے لگا تو لڑکوں سے بولا سارے مال دکھاؤ وہ گھوڑے اونٹ اور غلام باندیاں لائے دیکھا تو حسرت سے رونے لگا۔ ملک الموت نے روتے دیکھا تو پوچھا کیوں روتا ہے؟ قسم خدا کی یہاں سے نہ ہٹوں گا جب تک کہ تیری روح اور تیرے مال میں جدائی نہ ڈال دوں وہ کہنے لگا مجھے مہلت دے کہ تقسیم کر سکوں ملک الموت نے کہا پہلے نہ سوچا اب تو وقت گزر چکا اور روح قبض کر لی۔"

وفاتِ رسول و خلفاءؑ

رسول اللہ کی زندگی و وفات دونوں میں ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے، جب آپ ہی فوت ہو چکے تو کوئی کیسے بچ سکتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کیا اگر آپ وفات پا گئے تو وہ ہمیشہ رہ جائیں گے" کل نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے۔"

ابن مسعود کہتے ہیں ہم رسول اللہ کی خدمت میں ماں عائشہ کے گھر میں وفات رسول کے وقت گئے، آپ نے ہماری طرف دیکھا تو آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے پھر فرمایا "مرحبا اللہ تمہیں زندہ رکھے، اپنی پناہ میں رکھے اور تمہاری مدد کرے، میں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اس کی طرف سے نذیر ہوں کہ اللہ کے بندوں اور اس کے شہروں کے ساتھ تکبر کا برتاؤ نہ کرنا، موت قریب آچکی ہے اور اللہ، سدرۃ المنتہیٰ، جنت الماویٰ اور بھرپور جام کی طرف لوٹنا ہے، اپنے اور بعد میں دین میں داخل ہونے والوں کو میرا سلام پہنچا دینا۔"

روایت ہے کہ آپ نے جبرئیل سے فرمایا "میرے بعد میری امت کے لیے کون ہوگا؟"

Marfat.com

تو اللہ نے جبرئیل کی طرف وحی بھیجی کہ میرے دوست کو بشارت دے کہ میں اُمت کے بارے میں اس کی مدد نہیں چھوڑوں گا اور یہ کہ وہ سب سے پہلے زمین سے برآمد ہوں گے اور ان کے سردار ہوں گے جبکہ لوگ اٹھائے جائیں گے اور جمع کیے جائیں گے۔ جنت دوسروں پر حرام ہوگی جب تک کہ اس کی اُمت داخل نہ ہوجائے گی۔ آپ نے فرمایا اب میری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔

روایت ہے کہ عائشہؓ نے فرمایا: رسول اللہ کی وفات میرے حجرے میں ہوئی۔ میری نوبت کے دن میری گود میں۔ اللہ نے دمِ نزع میرے اور ان کے لعاب دہن کو یکجا کیا، میرے بھائی عبدالرحمان آئے ان کے ہاتھ میں مسواک تھی آپ اُسے دیکھنے لگے، میں سمجھ گئی کہ آپ کو پسند ہے، دریافت کیا کیا آپ کو پسند ہے، تو آپ نے سر سے اشارہ کیا میں نے ان سے لے کر دے دیا آپ نے اُسے دہن مبارک میں داخل کیا تو سخت معلوم ہوا میں نے کہا میں نرم کر دوں، حضور نے سر سے اشارہ فرمایا میں نے اُسے نرم کر دیا، سامنے پانی کا لوٹا دھرا تھا تو آپ اس میں دست مبارک داخل کرنے لگے اور فرمانے لگے لاالٰہ الااللہ موت کے سکرات بڑے ہیں۔ پھر ہاتھ بلند کیے اور کہا الرفیق الاعلیٰ الرفیق الاعلیٰ۔ میں نے کہا: اب تو واللہ وہ ہم لوگوں کو پسند نہیں فرمائیں گے۔

ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ نبی نے حضرت ابوبکر سے فرمایا اے ابوبکر! سوال کرو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! موت قریب آگئی ہے، فرمایا قریب اور بہت قریب، ابوبکر صدیق نے فرمایا، یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو وہ مرتبہ جو پروردگار کے ہاں ہے، کاش ہمیں بھی اپنے انجام کا علم ہوتا تو فرمایا۔ الی اللہ، والیٰ سدرۃ المنتہیٰ، ثم الیٰ جنۃ الماویٰ والفردوس الاعلیٰ والکاس الاوفی والرفیق الاعلی والحظ والعیش، المھنا۔ حضرت ابوبکر نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کو کون غسل دے گا؟ فرمایا، میرے اہل بیت سے جو مرد سب سے زیادہ قریب ہوگا۔ ہم نے کہا کفن کس چیز میں دیں؟ فرمایا، میرے انہی کپڑوں میں، یمنی چادر اور مصری قباطی میں، ہم نے عرض کی نماز کیسے پڑھیں؟ ہم رونے لگے اور آپ بھی رونے لگے، پھر فرمایا، ٹھیرو اللہ تمہیں بخشے اور تمہارے نبی کی طرف سے تمہیں جزائے خیر دے، جب غسل و کفن سے فارغ ہوجاؤ تو میرے حجرے میں میری چارپائی پر میری قبر کے کونے کے پاس رکھ دینا پھر ذرا ایک گھڑی کے لیے سب باہر چلے جانا کیونکہ سب سے پہلے مجھ پر اللہ رحمت بھیجیں گے ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ پھر ملائکہ کو اجازت دیں گے مخلوق خدا میں سب سے پہلے

Marfat.com

جبریل نماز پڑھیں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت بہت سارے فرشتوں کے ساتھ پھر سارے فرشتے پھر تم لوگ۔ میرے پاس گروہ در گروہ آنا اور گروہ گروہ نماز پڑھنا وسلموا تسلیما، مجھے نوحہ، چیخ و پکار اور آہ وزاری سے تکلیف نہ دینا چاہیئے کہ پہلے امام اور میرے قریبی اہل بیت نماز پڑھیں پھر عورتیں پھر بچے۔ ابوبکر صدیق نے دریافت کیا تو قبر میں کون داخل کرے گا؟ فرمایا میرے اہل بیت سے قریب ترین لوگ پھر ان سے قریب والے بہت سارے ملائکہ کے ساتھ، تم انھیں نہ دیکھ سکو گے مگر وہ تمھیں دیکھیں گے، جاؤ میرے بعد آنے والوں کو میرا سلام پہنچانا"

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں جس دن وفات ہوئی تھی تو شروع دن میں کچھ سہولت معلوم ہوئی تو لوگ خوش خوش اپنے گھروں کو ضروریات کے لیے چلے گئے اور صرف عورتیں رہ گئیں ہم سب بڑے خوش تھے کہ کبھی اتنے خوش نہ ہوئے تھے کہ رسول اللہ نے فرمایا، باہر چلی جاؤ، فرشتہ اجازت چاہتا ہے، تو میرے سوا سب عورتیں نکل گئیں آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا، میں حجرے میں ایک طرف کو ہوگئی آپ دیر تک فرشتے سے باتیں کرتے رہے پھر آپ لوٹے اور میری گود میں سر رکھ دیا اور عورتوں سے کہا آجاؤ، میں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ جبریل تو نہیں معلوم ہوتے۔ فرمایا یہ ملک الموت ہے آکر کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ نے مجھے بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ بغیر اجازت لیے داخل نہ ہوں اگر اجازت نہ دیں تو واپس چلا جاؤں اور اگر اجازت دیں تو آجاؤں، مجھے حکم دیا ہے کہ جب تک آپ خود نہ فرمائیں روح قبض نہ کروں تو کیا ارشاد ہے؟ نبی نے فرمایا ذرا ٹھیر جا تا آنکہ جبریل آجائے کیونکہ یہ وقت جبریل کے آنے کا ہے عائشہ کہتی ہیں آپ نے ہمیں ایسا حکم دیا جس کا ہمارے پاس کوئی جواب نہ تھا، ہم سب خاموش ہوگئے اور سارے اہل بیت عظمت و ہیبت سے آپ کے حکم کی تکمیل میں بالکل ساکت ہوگئے۔ چنانچہ جبریل اپنے وقت پر آن پہنچے اور سلام کیا، میں ان کی سرسراہٹ کو پہچان گئی، اہل بیت باہر چلے گئے، جبریل بولے اللہ آپ کو سلام کہتا ہے اور پوچھتا ہے کیسے مزاج ہیں؟ حالانکہ وہ سب کچھ جانتا ہے مگر آپ کے شرف و کرامت کو زیادہ کرنا چاہتا ہے تاکہ امت کے لیے سنت بنے، آپ نے فرمایا میرے درد ہے، جبریل نے کہا تو خوش ہو جایئے اللہ چاہتا ہے کہ آپ کو وہاں پہنچا دے جہاں کا آپ کے لیے ارادہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اے جبریل ملک الموت اجازت چاہتا ہے، جبریل نے کہا، پروردگار آپ کا مشتاق ہے کیا میں نے آپ کو بتایا نہیں کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ قسم بخدا ملک الموت اسی لیے آیا ہے کہ پروردگار آپ کا مشتاق ہے، فرمایا تو تم یہاں سے نہ جانا جب تک کہ وہ نہ آجائے پھر آپ نے عورتوں کو اندر آنے کی اجازت دے

Marfat.com

دی اور فرمایا اے فاطمہ! قریب آ، وُہ آپ پر جھک گئیں تو کچھ کان میں کہا، انھوں نے سر اُٹھایا تو آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں اور بول نہ سکتی تھیں پھر فرمایا اپنا سر مجھ سے قریب کر، انھوں نے سر جھکا لیا آپ نے سرگوشی کی، سر اٹھایا تو ہنس رہی تھیں مگر اب بھی بول نہ سکتی تھیں، ہمیں یہ بات عجیب معلوم ہوئی تو ان سے پوچھا، وُہ کہنے لگیں آپ نے فرمایا کہ آج میری وفات ہے تو میں رو پڑی اور دوسری بار میں فرمایا میں نے اللہ سے دعا کی ہے کہ میرے خاندان میں تو سب سے پہلے مجھ سے ملے اور میرے ساتھ رہے تو میں ہنس پڑی۔ عائشہ کہتی ہیں ملک الموت آئے سلام کیا اور اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی، اُس نے پوچھا اے محمد! کیا چاہتے ہو؟ فرمایا مجھے ابھی میرے رب سے ملا دے۔ کہا ہاں آج ہی سینئے آپ کا رب آپ کا مشتاق ہے! اور جیسا آپ کے بارے میں متردّد ہوا کسی کے بارے میں نہیں ہوا اور کسی کے پاس جانے سے نہیں روکا مگر آپ کے پاس اجازت لے کر ہی جانے کا حکم دیا آپ کی گھڑی آن پہنچی ہے یہ کہہ کر وہ چلا گیا، عائشہ کہتی ہیں، جبریل آئے اور کہا "السلام علیک یا رسُول اللہ! یہ آخری بار سرزمین پر وحی اُتری ہے، دُنیا لپیٹ دی گئی اب مجھے زمین پر آپ کے سوا کسی سے کوئی سروکار نہیں اور سوائے آپ کے رخِ انور کے کوئی اور ضرورت نہیں پھر ہمیشہ اپنے مقام ہی پر رہنا ہے، ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا گھر میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو ایک لفظ بھی بول سکے کیونکہ ہم نے عجیب و غریب باتیں دیکھیں ادھر ہمارا غم و خوف سے بُرا حال تھا۔ میں رسُول اللہ کی طرف بڑھی تاکہ ان کا سر اپنے سینے کے درمیان رکھ سکوں۔

میں نے آپ کے سینے کو تھاما، آپ پر غشی طاری ہونے لگی حتیٰ کہ بے حال ہو گئے اور پیشانی عرق آلود ہو گئی کہ اس سے زیادہ خوشبودار پسینہ میں نے کسی انسان کا نہیں دیکھا نہ آپ سے بہتر کسی انسان کو پایا، میں پسینہ پونچھنے لگی، جب بھی آپ کو افاقہ ہوتا تو کہتی میرے ماں باپ، جان، خاندان اور مال آپ پر قربان آپ کی پیشانی پر کس قدر پسینہ ہے آپ نے فرمایا اے عائشہ! مومن کی جان پسینے سے خارج ہوتی ہے اور کافر کی اس کی باچھ سے جیسے گدھے کا سانس نکلتا ہے۔ اب تو ہم ڈر گئے اور ہم نے اپنے گھروں کی طرف آدمی بھیجا، سب سے پہلے جو شخص آیا وُہ میرے بھائی تھے مگر وُہ رسُول اللہ کو دیکھ نہ سکے کیونکہ میں نے انھیں اپنے والد ماجد کو بلانے کے لیے بھیج دیا تھا لیکن آپ کسی کے آنے سے پہلے ہی وفات پا چکے، اللہ نے سب لوگوں کو اس لیے روک دیا تھا کہ جبریل و میکائیل کو بھیج دیا تھا، جب بھی آپ پر بے ہوشی طاری ہوتی فرماتے

Marfat.com

الی الرفیق الاعلیٰ، عائشہ بیان کرتی ہیں آپ کی وفات چاشت اور نصف النہار کے درمیان ہوئی، دوشنبہ تھا۔ صلوٰت اللہ علیہ۔

وفات ابی بکر

جب حضرت ابوبکر کا دم نزع ہُوا تو حضرت عائشہ نے یہ شعر پڑھا

لعمرک ما یغنی الثراء من الفتیٰ
اذا حشرجت یوماً وضاق بها الصدر

قسم ہے تیری عمر کی انسان کو دولت نہیں بچا سکتی - جبکہ دم سینے میں گھٹنے لگے۔

حضرت ابوبکر نے چہرہ کھولا، فرمایا ایسے نہ کہو یوں کہو۔

وجاءت سکرۃ الموت بالحق   ذلک ما کنت منه تحید

سکراتِ موت آن پہنچے حق کے ساتھ   یہ وہ ہے جس سے تو اعراض کرتا تھا

دیکھو میرے یہ دونوں کپڑوں کو دھو کر کفن بنا دینا کیونکہ زندوں کو نئے کی بہ نسبت مردوں کے زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔ حضرت عائشہ نے ان کی وفات کے وقت یہ شعر پڑھا۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه
ربیع الیتامیٰ عصمة للارامل

ایک سپید رو جس کے ذریعہ بارش کی طلب کی جاتی ہے - جو یتیموں کی بہار اور بیواؤں کی عصمت ہے۔

حضرت ابوبکر نے فرمایا یہ تو رسول اللہ کی شان ہے۔ لوگ آئے کہنے لگے کسی طبیب کو بلائیں فرمایا طبیب تو دیکھ چکا کہنے لگا انی فعال لما ارید (میں کر رہا ہوں جو ارادہ کرتا ہوں) سلمان فارسی عیادت کے لیے تشریف لائے کہنے لگے اے ابوبکر وصیت کیجئے، فرمایا "اللہ تم پر دنیا کو کھول دے گا تو بقدرِ ضرورت لینا اور بالیقین جان لے کہ جس نے نمازِ صبح پڑھی وہ اللہ کی امان میں ہو گیا لہٰذا اللہ کے ذمہ میں خلل نہ ڈالنا کہ تجھے مُنہ کے بل آگ میں جھونک دے"

جب آپ کی حالت خراب ہو گئی تو لوگوں نے کہا اپنا خلیفہ بنا دیجئے۔ آپ نے عمر بن الخطاب کو بنا دیا تو لوگوں نے کہا سخت دل والے کو خلیفہ بنا دیا، پروردگار کو کیا جواب دو گے؟ فرمایا کہہ دونگا "تیری مخلوق پر سب سے بہتر کو خلیفہ بنا آیا ہوں" رضی اللہ عنہما۔ آمین۔

Marfat.com

وفاتِ عمر فاروق

عمرو بن میمون کہتے ہیں، جس صبح عمر بن الخطاب پر حملہ ہوا میں اور ان کے درمیان صرف عبداللہ بن عباس تھے جب آپ دو صفوں کے درمیان سے گزرتے تو ذرا ٹھہرتے صف میں کوئی خرابی دیکھتے تو فرماتے درست کرو اگر کوئی خرابی نہ پاتے تو آگے بڑھ جاتے چنانچہ تکبیر کہی اور شاید سورۂ یوسف، نحل یا کوئی اور سورت پہلی رکعت میں پڑھی تاکہ لوگ شریک جماعت ہو جائیں، تکبیر کہتے ہی فرمایا مجھے قتل کر دیا یا یہ فرمایا مجھے کتے نے کھا لیا پھر ابو لؤلؤہ نے دو دھاری چھری سے چاروں طرف سے حملے شروع کر دیے کوئی تیرہ آدمی زخمی کیے جن میں سے نو یا سات وفات پا گئے، ایک مسلمان نے جو یہ دیکھا تو اس پر اپنا چوغہ پھینک کر مارا جب اس وحشی کو یقین ہو گیا کہ پکڑ لیا جاؤں گا تو اپنے گلے پر چھری پھیر لی۔

روایت ہے کہ آپ نے حضرت عبداللہ کو ام المومنین عائشہ کی خدمت میں بھیجا اور کہا سلام کے بعد کہنا کہ عمر (امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ اب میں امیر نہیں رہا) اپنے دونوں دوستوں کے ساتھ دفن ہونا چاہتے ہیں، عبداللہ گئے اور سلام کیا اور اجازت چاہی پھر حاضر خدمت ہوئے وہ بیٹھی رو رہی تھیں، عرض کی عمر سلام کہتے ہیں اور اپنے دونوں دوستوں کے ساتھ دفن ہونا چاہتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا وہ جگہ تو میں نے اپنے لیے رکھی تھی مگر اب میں اپنے آپ کو ترجیح نہیں دے سکتی جب وہ واپس لوٹے تو حضرت عمر سے کہا گیا عبداللہ بن عمر آ رہے ہیں، فرمایا مجھے اٹھاؤ تو ایک شخص نے سہارا دیا دریافت کیا کیا خبر لائے، عرض کی امیر المومنین جو آپ کی خواہش تھی۔ فرمایا الحمد للہ مجھے اس سے زیادہ اور کوئی چیز اہم نہ تھی، جب میری روح قبض ہو جائے تو جنازہ لے جا کر عائشہ سے اجازت طلب کرنا اگر اجازت دے دیں تو فبہا ورنہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ ام المومنین حفصہ تشریف لائیں، عورتیں ان کی پردہ داری کر رہی تھیں، عورتوں نے انھیں آتے دیکھا تو کھڑی ہو گئیں آپ اندر آئیں اور دیر تک روتی رہیں۔ لوگوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو وہ اندر چلی گئیں، اندر سے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ لوگوں نے کہا امیر المومنین وصیت کیجیے اور کسی کو خلیفہ بنا لیجیے فرمایا "میں ان لوگوں سے زیادہ کسی کو مستحق نہیں سمجھتا کہ رسول اللہ دمِ وفات تک ان سے خوش رہے۔" آپ نے علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد اور عبدالرحمان کے نام گنائے اور کہا عبداللہ کو شریک مشورہ کرنا مگر اسے خلیفہ منتخب نہ کرنا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھ سے جبریل نے کہا، "اسلام وفاتِ عمر پر روئے گا۔"

Marfat.com

وفات عثمان

آپ کی شہادت کا قصہ مشہور ہے، عبداللہ بن سلام کہتے ہیں میں اپنے بھائی عثمان کے پاس سلام کرنے گیا آپ محصور تھے، اندر گیا تو فرمایا مرحبا اے برادر! میں نے رسول اللہ کو اس کھڑکی سے دیکھا، فرمایا اے عثمان تیرا محاصرہ کر لیا؟ میں نے عرض کی ہاں۔ فرمایا تجھے پیاسا رکھا؟ میں نے عرض کی ہاں، تو ایک ڈول میں پانی بھر کر مجھے دیا۔ میں نے پیا اور خوب سیراب ہوا حتیٰ کہ اس کی ٹھنڈک اپنے سینے اور چھاتیوں میں پا رہا ہوں۔ فرمایا اگر تم چاہو تو مدد کروں اور اگر چاہو تو ہمارے پاس افطار کرنا؟ تو میں نے آپ کے پاس افطار کرنا پسند کیا۔ اسی دن آپ شہید کر دیئے گئے۔"

حضرت عبداللہ بن سلام نے حاضرین سے کہا "مرتے دم عثمان نے کنگھا کیا، فرماتے جاتے تھے اے اللہ! امت محمد کو نیکی پر متفق کر دے۔ اگر آپ یہ دعا کرتے کہ کبھی کبھی متفق نہ ہوں تو قیامت تک وہ کبھی متفق نہ ہو پاتے۔

وفات علی

حنظلی بیان کرتے ہیں، جس رات آپ زخمی کیے گئے تو ابن التیاح طلوع فجر کے وقت نماز کی اطلاع دینے آئے آپ بیٹھے تھے کچھ سست سے تھے، انھوں نے پھر دوبارہ کہا تب بھی آپ اسی طرح رہے، تیسری بار پر آپ کھڑے ہو گئے چلتے جاتے تھے اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔

"اپنا سینہ موت کے لیے باندھ لے — کیونکہ موت آنی ہے
موت سے نہ گھبرا — جبکہ وہ تیری وادی میں اترے

چھوٹے دروازے پر پہنچے تو ابن ملجم نے حملہ کر دیا، ام کلثوم بنت علی یہ کہتی نکلیں" ارے یہ صبح کی نماز میرے حق میں کیسی ہے۔ میرے شوہر امیر المومنین نماز فجر میں شہید کیے گئے اور میرا باپ بھی "۔ ایک بڈھے قریشی نے بیان کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے جب تلوار ماری گئی تو فرمایا" رب کعبہ کی قسم میں فلاح پا گیا "۔

مرنے والوں کی باتیں

جب حضرت معاویہ پر دم وفات آیا تو فرمایا مجھے بٹھا دو لوگوں نے بٹھا دیا تو اللہ کا ذکر کرنے لگے پھر رو پڑے اور بولے اے معاویہ! تو اپنے پروردگار کو بڑھاپے میں اور دم نکلتے یاد کر رہا ہے، جب شاخ شباب تازہ تھی جب نہ کیا پھر رو پڑے حتیٰ کہ چیخیں نکل گئیں اور کہنے لگے" اے پروردگار! گنہگار بوڑھے پر رحم کر جس کا دل سخت ہے، اے اللہ! لغزشوں کو معاف فرما اور حلم کا برتاؤ کر جو تیرے سوا کسی سے

Marfat.com

اُمید نہیں رکھتا اور جس نے تیرے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کیا۔"

حضرت معاذ نے دم نزع فرمایا "اے اللہ! میں تجھ سے ڈرا کرتا تھا مگر آج اُمیدوار ہوں، اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں دنیا سے محبت نہیں رکھتا تھا نہ طول بقا کو پسند کرتا تھا کہ نہروں کے کنارے بیٹھوں اور باغ لگاؤں بلکہ دوپہر کی پیاس، مجاہدے اور علماء کی مجالس کے لیے پسند کرتا تھا۔"

ذوالنون سے پوچھا گیا کس بات کی خواہش ہے؟ فرمایا "یہ مرنے سے ایک لمحہ پہلے ہی اسے پہچان لوں۔"

احوالِ قبر

حضرت ضحاک بیان کرتے ہیں رسُول اللہ سے دریافت کیا گیا "سب سے بڑا زاہد کون ہے؟ فرمایا "جو قبر کو اور کہنہ ہو جانے کو نہیں بھولا، زینت دنیا کے پیچھے نہیں پڑا، باقی کو فانی پر ترجیح دی جس نے آنے والی کل کو اپنی زندگی کا دن نہیں شمار کیا اور اپنے آپ کو اہل قبور سے جانا۔"

حسن بن صالح جب کبھی قبروں پر جاتے تو فرماتے "تم بظاہر کتنی اچھی ہو مگر اندر تو مصیبت ہی بھری ہے۔" داؤد علیہ السلام ایک عورت کے پاس سے گزرے جو رو رہی تھی اور یہ شعر پڑھ رہی تھی ؎

خدا کرے میں مر جاؤں جبکہ تجھے قبر میں اتار دیا گیا
اب نیند کہاں جب کہ تجھے سلا دیا گیا

پھر کہنے لگی کاش بیٹا مجھے معلوم ہوتا کہ تیرے کونسے گال کو کیڑے لپٹ گئے ہیں حضرت داؤد نے یہ بات سنی تو غش کھا کر گر پڑے۔

اولاد کی موت

جب تمہارا کوئی بیٹا یا قرابت دار مر جائے تو اُسے ایسا سمجھو جو تمہارے سفر میں آگے چلا گیا اور تمہیں ضرور پیچھے جانا ہے یا ایسا کہ جیسے کوئی تم سے پہلے اپنے وطن پہنچ گیا اور تم اب پہنچنے والے ہو۔ اگر تمہیں اس بات کا یقین ہوگا تو موت گراں نہیں گزرے گی۔

کبھی کبھی زیارتِ قبور کے لیے جاتے رہنا چاہیئے کیونکہ اگرچہ شروع میں اجازت نہیں دی گئی تھی مگر بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی تھی۔ حضرت ابوذر کہتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا، "قبروں کی زیارت کیا کرو اور ان کے ذریعہ آخرت کو یاد کیا کرو۔ مُردوں کو غسل دیا کرو کیونکہ باعث

عبرت ہے۔"

فرماتے ہیں: "جنازوں کی نماز پڑھا کرو شاید تمھیں غم ہو، غمگین اللہ کے سائے میں ہوتا ہے۔"

نیز فرمایا: "اپنے مُردوں کی زیارت کیا کرو، سلام کیا کرو، نماز پڑھا کرو کیونکہ ان باتوں میں تمھارے لیے عبرت ہے۔"

حقیقتِ موت

جیسا کہ آیات و احادیث اور نظر اعتبار سے ثابت ہے، موت، بدن سے رُوح کے جُدا ہو جانے کو کہتے ہیں۔ رُوح کے معدوم ہو جانے کو نہیں کہتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جو لوگ راہ خدا میں قتل کیے گئے انھیں مردہ نہ کہو وہ تو پروردگار کے پاس زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں اور خوش ہیں۔"

یہ آیت شہیدوں کے بارے میں ہے اور حدیث، اشقیا، کے بارے میں بتاتی ہے کہ رسُول خدا نے یوم بدر میں سرداران قریش سے جو قتل ہو چکے تھے کہا "اے فلاں، اے فلاں! میں نے تو جو میرے رب نے کہا تھا حق پایا تو کیا تمھارے پروردگار نے جو وعدہ کیا تھا وہ تم نے حق پایا؟" آپ سے دریافت کیا گیا آپ انھیں کیوں پکار رہے ہیں یہ تو مر چکے ہیں؟ فرمایا: "قسم اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے یہ لوگ تم سے زیادہ اس بات کو سُن رہے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔"

حضرت ابوایوب انصاری نے نبی سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا "جب مومن کی رُوح قبض کی جاتی ہے تو اللہ کے اہلِ رحمت اس طرح ملاقات کرتے ہیں جیسے دُنیا والے خوش خبری سنانے والے سے کہتے ہیں ذرا اپنے بھائی کو مہلت دو کہ آرام لے لے کیونکہ وہ بڑی تکلیف میں تھا پھر وہ پوچھتے ہیں فلاں نے کیا کیا اور فلانی نے کیا کیا اور کیا فلانی عورت کی شادی ہو گئی؟ اگر وہ کسی آدمی کے بارے میں یہ دریافت کرتے ہیں جو اس سے پہلے مر چکا تو وہ کہتا ہے وہ تو مجھ سے پہلے مر چکا، یہ سُن کر سب کہتے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون جہنم رسید ہوا۔

قبر کی مُردے سے گفتگو

رسُول اللہ فرماتے ہیں، "جب مُردہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے، اے ابنِ آدم تجھ پر افسوس! تو کیوں مغرور رہا تجھے پتا نہیں تھا کہ میں فتنہ کا گھر، تاریکی والا، تنہائی کی کوٹھڑی اور کیڑوں کا مخزن ہوں؟ تو میرے پاس سے گزرتا تھا تو کیوں دھوکے میں تھا؟ اگر اس کا عمل صالح ہوتا ہے تو اس کی

طرف سے ایک جواب دینے والا جواب دیتا ہے تجھے معلوم نہیں کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کرتا تھا، قبر کہتی ہے تب تو میں اس کے لیے سرسبز و شاداب ہو جاؤں گی۔ اس کا جسم نور بن جائے گا اور رُوح اللہ کی طرف چڑھ جائے گی۔"

عذاب قبر وغیرہ

حضرت براء بن عازب روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں گئے آپ سر جھکا کر اس کی قبر پر بیٹھ گئے پھر تین بار فرمایا، اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں پھر فرمایا: "اگر مومن آخرت کا بندہ ہوتا ہے تو اللہ ملائکہ بھیجتے ہیں جن کے چہرے سورج جیسے ہوتے ہیں ان کے ساتھ حنوط اور کفن ہوتا ہے جہاں تک اس کی نظر جاتی ہے فرشتے ہی فرشتے نظر آتے ہیں۔ جب رُوح نکل جاتی ہے تو زمین و آسمان کے سارے فرشتے اس کو سلام بھیجتے ہیں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، وہ ہر دروازے سے داخل ہونا پسند کرتا ہے جب روح کو اُوپر لے جایا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے اے رب! میں تیرا فلاں بندہ ہوں اللہ کہتا ہے اسے واپس لے جاؤ اور دکھاؤ جو کچھ میں نے اس کی تکریم میں تیار کیا ہے۔ کیونکہ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ ہم تجھے اسی سے پیدا کریں گے، اسی میں واپس کریں گے اور اسی سے دوبارہ اٹھائیں گے۔ جب لوگ واپس جانے لگتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے حتیٰ کہ اس سے پوچھا جاتا ہے اے شخص! تیرا رب کون ہے؟ کیا دین ہے؟ اور کون نبی ہے؟ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے، دین اسلام ہے اور نبی محمد ہیں، وہ اسے بُری طرح جھڑکتے ہیں یہ آخری آزمائش ہے جو مُردے کو پیش آتی ہے۔ جب وہ یہی جواب دیتا ہے تو پکارنے والا پکارتا ہے تو نے سچ کہا، یہی مطلب ہے اللہ کے اس قول کا، اللہ ثابت قدم رکھتا ہے ان لوگوں کو جو حیات دنیوی میں ثابت قدم رہے اور آخرت میں بھی۔" پھر ایک حسین صورت، اچھی خوشبو اور اچھے کپڑوں والا آتا ہے کہتا ہے اپنے پروردگار کی رحمت کی بشارت لے اور جنتوں کی جن میں دائمی راحت ہے۔ وہ کہتا ہے اللہ تجھے بھلائی کی بشارت دے تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں تیرا عمل صالح ہوں بخدا تو طاعت کی طرف جلدی کرتا تھا اور معصیت کی طرف سست تھا۔ اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ پھر ایک ہاتف آواز دیتا ہے اس کے لیے جنت کا بچھونا بچھاؤ اور جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا جاتا ہے۔ مُردہ کہتا ہے کہ اے اللہ! قیامت جلدی قائم کر تاکہ میں اپنے اہل وعیال اور مال کی طرف لوٹ سکوں۔ رہا کافر اگر اس کا رُخ آخرت کی

Marfat.com

کی طرف تھا اور دُنیا سے منقطع رہا تو سخت مزاج فرشتے اتارے جاتے ہیں وُہ آگ کے کپڑے پہنے ہوتے ہیں اور ان کے پاجامے قطران کے ہوتے ہیں، جب اس کی جان نکلتی ہے تو ہر آسمانی فرشتہ لعنت کرتا ہے اور آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں وہ کسی بھی دروازے سے داخل ہونا پسند نہیں کرتا۔ اس کی رُوح چڑھائی جاتی ہے تو پھینک دی جاتی ہے، فرشتے کہتے ہیں اے پروردگار! تیرا فلاں بندہ ہے جسے نہ آسمان قبول کرتا ہے نہ زمین، اللہ فرماتا ہے لوٹا لے جاؤ اور اُسے دکھاؤ میں نے اُس کے لیے کیا برائی تیار کی ہے کیونکہ میں نے وعدہ کیا تھا کہ اُسی سے پیدا کیا، اسی میں لوٹاؤں گا اور اُسی سے پھر برآمد کروں گا۔ جب مُردے کو دفن کر کے لوگ لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سُنتا ہے حتیٰ کہ اس سے پوچھا جاتا ہے اے شخص! تیرا رب کون ہے؟ کیا دین ہے؟ اور نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے معلوم نہیں تو فرشتے کہتے ہیں نہ تونے جانا۔ پھر ایک بدصورت، بدبودار، برے کپڑے پہنے فرشتہ آتا ہے کہتا ہے تجھے اللہ کی ناراضی اور عذاب دائمی کی بشارت ہو، وہ کہتا ہے خدا تجھے بری بشارت دے تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں تیرا خبیث عمل ہوں، واللہ میں جانتا ہوں کہ اللہ کی معصیت کی طرف دوڑتا تھا اور طاعت میں تساہل برتتا تھا۔ اللہ تجھے بری جزا دے، وہ کہتا ہے خدا تجھے بھی بری جزا دے پھر اس پر ایک گونگا بہرا اندھا فرشتہ تعینات کر دیا جاتا ہے جس کے پاس لوہے کی سلاخ ہوتی کہ جن وانسان بھی اٹھانا چاہیں تو نہ اُٹھا سکیں اور اگر پہاڑ پر بھی ماری جائے تو ریزہ ریزہ ہو جائے وہ اس پر مارتا ہے تو مٹی بن جاتا ہے پھر روح لوٹ آتی ہے اور وہ اس کی آنکھوں کے درمیان مارتا ہے کہ سارے اہل ارض سُنتے ہیں بس جن وانس ہی نہیں سُن سکتے پھر ایک پکارنے والا پکارتا ہے اس کے لیے آگ کے دو تختے بچھا دو اور آگ کی طرف دروازہ کھول دو چنانچہ ایسا ہی کیا جاتا ہے۔"

نیز فرمایا: "مومن اپنی قبر میں ایک سبز باغ میں ہوتا ہے، اس کے لیے ستر گز زمین وسیع کر دی جاتی ہے اور روشنی کی جاتی ہے حتیٰ کہ چودھویں کے چاند جیسی روشنی ہو جاتی ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ آیت کس بات میں اتاری گئی ہے فان لہٗ معیشۃ ضنکا؟ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، فرمایا، کافر کے عذاب کے بارے میں ہے۔ اس پر ننانوے تنّین تعینات کر دیئے جاتے ہیں کیا تم جانتے ہو تنّین کیا ہے؟ تنّین ننانوے سانپ کا مجموعہ ہے کہ ہر سانپ کے ستر سر ہوتے ہیں جو اُسے کاٹتے، چاٹتے اور پھنکارتے رہتے ہیں جب تک کہ

Marfat.com

قیامت قائم ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں رسول اللہ نے فرمایا قبر دباتی ہے اگر اس سے کوئی سالم رہتا یا نجات پاتا تو سعد بن معاذ نجات پاتے۔ جب آپ نے حضرت عمر سے نکیرین کا بیان کیا تو انھوں نے دریافت کیا۔

یا رسول اللہ کیا اس دم میری عقل میرے ساتھ ہوگی؟ فرمایا ہاں۔ وہ بولے تب تو میں ان دونوں کے لیے کافی ہو جاؤں گا۔"

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل موت سے زائل نہیں ہوتی جیسا کہ اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

نفخۂ صور

تم نے سمجھ جان چکے ہو کہ میت پر کیسے کیسے سخت ہول اور سکرات طاری ہوتے ہیں اور وہ خاتمہ کے بارے میں کتنے خطرناک ہیں پھر یہ کہ مردہ ظلمت قبر اور اس کے کیڑوں کو جھیلتا ہے پھر نکیرین کے سوال کو پھر عذاب قبر کو اگر بدبخت ہو۔

ان تمام سے سب سے بڑا ہول وہ ہے جو اس کے سامنے ہوتا ہے یعنی نفخ صور اور یوم نشور کا اٹھایا جانا۔ خدا کے سامنے پیش ہونا، قلیل و کثیر کے بارے میں سوال، میزان کا حساب کے لیے قائم کیا جانا۔ پھر پل صراط سے گزرنا پھر پکار کا انتظار فیصلہ کے وقت۔ ان احوال و اہوال کا جاننا ضروری ہے۔ پھر علی سبیل الجزم ان پر ایمان لانا اور تصدیق کرنا، بعد ازاں ان پر غور کرنا تاکہ دل ان کے لیے مستعد ہو جائے۔ بعض لوگوں کے دلوں کے اندر قیامت کے دن کے بارے میں ایمان پوری طرح داخل نہیں ہوا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں وہ گرمی اور جاڑے کے لیے تو بڑی تیاری کرتے ہیں مگر جہنم کی آگ اور زمہریر کے لیے کچھ بھی نہیں کرتے۔

نفخ صور کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "صور پھونکا گیا تو زمین و آسمان والے سو گئے مگر جسے اللہ چاہے اور دوبارہ پھونکا گیا تو وہ کھڑے ہوئے دیکھتے ہیں۔"

صعق کا مطلب ہے مر گیا اور من شاء اللہ (جسے اللہ چاہے) سے مراد جبریل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت مراد ہیں۔ پھر ملک الموت کو جبریل کی روح قبض کرنے کا حکم ہوگا پھر روح اسرافیل کو پھر روح میکائیل کو پھر ملک الموت کو مرجانے کا حکم ہوگا تو وہ مر جائے گا بعد ازاں دوبارہ نفخ صور ہوگا تو لوگ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے پھر میدان محشر کی طرف ہنکائے جائیں گے سب ننگے اور ننگے پاؤں ہوں گے کہ ہر ایک پسینے میں اپنے گناہوں کے مطابق ڈوبا ہوگا۔ سب پوسے

روزِ قیامت کھڑے رہیں گے آنکھیں پھٹی ہوں گی۔

ہر چھوٹی بڑی چیز کے بارے میں وزن کیا جائے گا اور مظالم کا مطالبہ کیا جائے گا پھر صراط کی طرف ہنکائے جائیں گے جیسا کہ ہم باب اعتقاد میں ذکر کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "انھیں صراط کی طرف ہدایت کی گئی اور انھیں کھڑا کرو کہ سوال کیے جائیں گے۔"

شفاعت

معلوم ہونا چاہیے کہ جب مسلمانوں کے ایک گروہ پر عذاب ثابت ہو چکے گا تو ان کے بارے میں انبیاء، اولیاء، علما اور ہر اس شخص کی سفارش قبول کی جائے گی جسے اللہ کے ہاں رتبہ حاصل ہوگا۔

حوض

حضرت انس فرماتے ہیں: رسولِ اکرم کو ذرا غنودگی ہوئی پھر مسکراتے ہوئے سر اٹھایا۔ لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! آپ کیوں ہنسے؟ فرمایا: مجھ پر ابھی ایک آیت اتری ہے پھر تلاوت کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ انا اعطیناک الکوثر آخر تک پھر فرمایا جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ ہم نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا ایک نہر ہے پروردگار نے مجھ سے اس کا وعدہ کیا ہے اس پر ایک حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت لائی جائے گی جس پر جام تاروں کے بقدر دھرے ہوں گے۔

دوزخ

دوزخ پر ہر شخص کا ورود ہوگا اللہ فرماتا ہے: "تم میں سے ہر ایک اس پر وارد ہوگا" اللہ نے حتمی فیصلہ کر دیا ہے مگر نجات سوائے پرہیزگاروں کے ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دے دیں گے۔"

"جہنم پر ورود یقینی ہے اور تقوے سے نجات مشکوک ہے لیکن: اس ہولناک کار میں نظر دوڑا جبکہ لوگ مصیبتیں جھیلنے سے سخت ہول میں مبتلا ہوں گے۔ اور تاریکیاں ہوں گی نیز شعلوں والی اور ظالموں پر آگ سایہ کناں ہوگی جہنم شدتِ غضب سے جوش مارتی ہوگی مجرموں کو ہلاکت کا یقین ہو جائے گا۔ امتیں گھٹنوں کے بل پڑی ہوں گی حتیٰ کہ بری الذمہ بھی کانپ اٹھیں گے۔ [illegible] پکارتے نکلیں گے فلاں بن فلاں کہاں ہے جو طولِ امل میں عمر ضائع کرتا تھا؟ پھر اسی وقت لوہے کی سلاخوں سے پکڑیں گے اور عذاب شدید کی طرف کھینچ کر لے جائیں گے جہنم میں الٹا لٹا دیں گے اور کہیں گے "چکھ تو بڑا عزت دار ہے۔""

Marfat.com

جنت

معلوم ہو چکا ہے کہ دارالبوار کا مقابل دارالقرار ہے اور وہ جنت ہے جس قدر ایک گھر سے دُور ہوگا دُوسرے سے قریب ہوگا۔ آگ کو یاد کرو تاکہ تمہارے دل میں خوف پیدا ہو اور جنت کو یاد کرو تاکہ امید پیدا ہو خصوصاً جبکہ گناہوں کی وجہ سے مایوسی طاری ہوجائے۔ آیات و احادیث میں اہلِ جنت کے آرام و امن، کھانے پینے اور میووں کا ذکر ہے لہٰذا طول بیانی کی ضرورت نہیں۔ احادیث سے رویت الٰہی کا ثبوت ہوتا ہے اور یہ سب سے بڑا درجہ نعیم ہے۔

جریر بن عبداللہ البجلی کہتے ہیں: ہم رسُول اللہ کے پاس بیٹھے تھے آپ نے چودھویں کے چاند کو دیکھ کر فرمایا تم اپنے پروردگار کو ایسا دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ اس کے دیدار میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی اگر تم طلوعِ شمس سے پہلے اور غروب سے پہلے نماز پر مداومت کر سکتے ہو تو ضرور کرو پھر یہ آیت تلاوت کی فسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا۔ اس حدیث کی تخریج صحیحین نے کی ہے، امام مسلم نے اپنی صحیح میں صہیبؓ کی روایت درج کی ہے کہ رسُول اللہ نے یہ آیت پڑھی۔ للذین احسنوا الحسنیٰ و زیادہ پھر فرمایا جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ نے جو وعدہ کیا ہے پورا کرے گا وہ وعدہ کیا ہے؟ کیا ہماری میزان کو بھاری نہیں کیا۔ ہمارے چہروں کو سپید نہیں کیا اور ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا، پھر پردہ اٹھا دیا جائے گا اور تم پروردگار کے چہرے کی طرف دیکھ سکو گے تو اس سے بڑھ کر اور کوئی عطیہ نہ ہوگا کہ اس کے چہرے کی طرف دیکھ سکو گے تو اس سے بڑھ کر اور کوئی عطیہ نہ ہوگا کہ اس کے چہرے کی طرف دیکھتے رہیں۔

رویت باری کی حدیث صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کی ہے، یہ سب سے بڑی نعمت اور غایت مقصود ہے، ہم جس قدر بھی جنت کی نعمتوں کا ذکر کر چکے ہیں وہ سب اس کے سامنے بھلا دی جائیں گی، اہلِ جنت کے لیے اس سے بڑا اور کوئی سرور نہ ہوگا۔ ہم محبت کے بیان میں اس کے متعلق کچھ ذکر کر چکے ہیں۔ انسان کی کوشش جنت کے لیے صرف اسی کے واسطے ہونی چاہیے، رہیں باقی نعیم جنت تو ان میں بہائم بھی شریک ہیں، اچھی طرح سمجھ لو۔

○

خاتمۂ کتاب

رحمت و وُسعتِ الٰہی

بطور تفاؤل ہم چند حدیثیں درج کرتے ہیں جو وسعت رحمت الٰہی پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ رسول اللہ نیک فالی کو پسند فرماتے تھے۔ ہم اللہ کے فضل و کرم اور وسعت رحمت سے اُمید کرتے ہیں کہ ہماری عمر کو سعادت کے ساتھ ختم فرمائے جس طرح کہ ہم نے اس کتاب کو ایسی آیتوں اور حدیثوں سے ختم کیا ہے جو اس کی بخشش اور رحمت پر دلالت کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، "اللہ شرک کو معاف نہیں کرتا اور اس سے کم کو معاف کر دیتا ہے۔" نیز فرمایا، "جو شخص بُرائی کرے گا یا اپنے نفس پر ظلم کرے گا پھر اللہ سے استغفار کرے گا تو اللہ کو غفور و رحیم پائے گا۔"

ہم اللہ سے قلم کی لغزش سے استغفار کرتے ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے۔

"اللہ کی رحمت کے سو حصے ہیں، ایک حصہ اس میں سے جن و انس، بہائم اور حشرات الارض میں اُتارا کہ اس کی وجہ سے وُہ معاشرت اور رحم کا برتاؤ کرتے ہیں، اور ننانوے حصوں سے وہ یوم قیامت اپنے بندوں پر رحم کرے گا۔"

روایت ہے کہ قیامت کے دن اللہ عرش کے نیچے سے ایک کتاب نکالے گا جس میں لکھا ہوگا، میری رحمت میرے غضب سے بڑھی ہُوئی ہے اور میں ارحم الراحمین ہُوں، پھر جہنم سے اہل جنت کو نکالے گا۔

رسول اللہ نے فرمایا: "اللہ، روز حشر ہمارے لیے مسکراتے ہُوئے تجلی کرے گا اور کہے گا اے مسلمانوں کے گروہ! خوش ہو جاؤ کیونکہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے، جس کی جگہ دوزخ میں کسی یہودی یا نصرانی کو میں نے نہیں ڈال دیا۔" نیز فرمایا: "اللہ،

Marfat.com

آدم کی قیامت کے دن، اس کی ساری ذریت سے ایک کروڑ دس لاکھ کے بارے میں سفارش سُنے گا۔"

علیہ السلام کا فرمان ہے۔" نار سے ہر اس شخص کو نکال دو جس نے مجھے ایک دن بھی یاد کیا یا کبھی مجھ سے ڈرا۔" حدیث میں ہے۔" جب اہل نار، دوزخ میں جمع ہوں گے اور اہل قبلہ سے بھی ان میں وہ لوگ شامل ہوں گے جنھیں اللہ چاہے گا تو کفار دریافت کریں گے کیا تم مسلمان نہیں تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں، وہ کہیں گے تو اسلام تمھیں فائدہ نہ پہنچا سکا کہ ہمارے ساتھ آگ میں پڑے ہو۔ وہ کہیں گے۔ ہم گناہ کرتے تھے لہٰذا پکڑے گئے، اللہ یہ گفتگو سن پائے گا تو اہل قبلہ سے جتنے لوگ بھی ہوں گے سب کو نکالنے کا حکم دے دے گا۔ کافر یہ دیکھیں گے تو کہیں گے کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو ان کی طرح ہم بھی نکال لیے جاتے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی

ربما یود الذین کفروا	بسا اوقات تمنا کریں گے کافر کہ وہ
لو کانوا مسلمین	مسلمان ہوتے۔

حدیث ہے کہ اللہ مومن بندے پر مہربان ماں سے بھی زیادہ شفیق ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں "جس شخص کے حسنات، سیئات سے قیامت کے دن زیادہ ہوں گے۔ ایسا شخص جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوگا اور جس کے حسنات و سیئات مساوی ہوں گے اس سے آسان حساب لیا جائے گا پھر جنت میں داخل ہوگا اور رسول اللہ کی شفاعت اس شخص کے لیے ہوگی جس نے اپنے نفس کو ہلاک کر دیا ہوگا اور اپنی پیٹھ کو بوجھل کر لیا ہوگا۔"

روایت ہے کہ اللہ میاں نے حضرت موسیٰ سے کہا "تجھ سے قارون نے فریاد کی تو تو نے نہ سُنی، قسم ہے میری عزت و جلال کی اگر مجھ سے فریاد کرتا تو ضرور فریاد رسی کرتا اور معاف کر دیتا۔"

صنابحی کہتے ہیں "میں عبادہ بن صامت کے پاس مرض الموت میں گیا تو رو پڑا، انھوں نے فرمایا" ذرا صبر کرو، کیوں روتے ہو؟ قسم بخدا میں نے جو بھی حدیث رسول اللہ سے سُنی جس میں تمھارا فائدہ دیکھا تو تم لوگوں سے بیان کر دی مگر ایک حدیث، سو وہ آج بیان کرتا ہوں جبکہ میری جان نکلنے کو ہے۔ میں نے رسول اللہ سے سُنا فرماتے تھے، "جس کسی نے اشہد ان

Marfat.com

المرشد الامین

تصنیف :- امام غزالی
ترجمہ :- عبد الصمدؔ صارم

مکتبہ معین الادب اُردو بازار ○ لاہور

Marfat.com